حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر مایہ ناز تصنیف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کے فیصلے



مصنف: علامہ محمد مسعود قادری

ناشر
اکبر بُک سیلرز لاہور



حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر مایہ ناز تصنیف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلے

مصنف:

علامہ محمد مسعود قادری



ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلے
مصنف: مسعود قادری
پبلشرز: اکبر بک سیلرز
تعداد: 600
قیمت: -/300

ملنے کا پتہ
ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور
Ph: 042 - 7352022
Mob: 0300-4477371

انتساب:

امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نام

جن کی دین کے لئے بے پناہ خدمات ہیں

جن کی جرأت و بہادری بے مثل تھی
وہ فاتحِ خیبر، وہ شیرِ خدا، بت شکن علی رضی اللہ عنہ
حسنین رضی اللہ عنہم کے بابا، پروردہ آغوشِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم
اس علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب پہ لاکھوں سلام

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
15	حرفِ ابتداء
	پہلا باب: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات
19	ولادت باسعادت
19	مشرم بن وعیب عابد کی پیشگوئی:
22	نام ونسب
23	کنیت ابوتراب کی وجہ تسمیہ:
26	والدین
26	جناب ابوطالب:
38	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد:
42	اسلام قبول کرنا
42	حضور نبی کریم ﷺ کے زیرسایہ پرورش پانا:
43	والد جناب ابوطالب سے مشورہ کرنے کا فیصلہ:
44	والد بزرگوار کی نصیحت:
46	اسلام قبول کرنے والے اوّلین لوگوں میں سے ہیں:
47	حضور نبی کریم ﷺ کی قریش کو دعوتِ اسلام:
48	حضور نبی کریم ﷺ کی مدد کا فیصلہ:
	دوسرا باب: ہجرت اور مدنی زندگی کے اہم فیصلے
53	ہجرت مدینہ

چھٹا باب: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا منصب خلافت پر فائز ہونا

حرفِ ابتداء

اللہ عزوجل کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور انتہائی رحم والا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات پر بے شمار درود و سلام۔

خلیفہ چہارم، حیدرِ کرار، شیر خدا، ابوتراب و ابوالحسن، پروردہ آغوشِ رسالت مآب ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علومِ ظاہری و باطنی کا منبع ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سابق الاسلام ہیں اور رشتہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے چچیرے بھائی اور داماد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی جرأت و بہادری بے مثل ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے شانہ بشانہ غزوات میں شمولیت اختیار کی اور جرأت و بہادری کی بے مثل داستانیں رقم کیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے شب ہجرت آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس رات مجھے جو پرسکون نیند میسر آئی وہ پھر کبھی میسر نہیں آئی کیونکہ میں نہیں جانتا کہ کیا خبر میں سوؤں اور پھر دوبارہ نہ اٹھوں مگر ہجرت کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ علی (رضی اللہ عنہ) تم میرے بستر پر سو جاؤ اور صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مجھ سے آن ملنا چنانچہ میں جان گیا کہ آج کی نیند کے بعد میں ضرور بیدار ہوں گا اور مجھے موت نہیں آئے گی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگر جنگوں میں مصروف نہ رہتے تو وہ ہمارے لئے ایسی باتیں چھوڑتے جو تصوف کے لئے بہت ضروری ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کو علم لدنی حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے سینہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا اس کے اندر ایک ایسا علم بھی ہے کاش میں اس کا حامل پاتا اور اس علم کو اس کی جانب منتقل فرماتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علمی مقام و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ادوار میں آپ رضی اللہ عنہ مفتی اعظم تھے اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم بھی آپ رضی اللہ عنہ سے مشاورت کے بعد کوئی فیصلہ کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اور حیاتِ طیبہ میں جو فیصلے کئے وہ تاریخ کا حصہ ہیں اور مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔

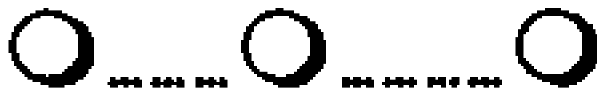
زیر نظر کتاب ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلے'' کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کو آپ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ میں آنے والے وہ امور جن کو کرنے کا بروقت فیصلہ آپ رضی اللہ عنہ کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ممتاز کرتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے وہ فیصلے جنہوں نے تاریخ رقم کی اور ان فیصلوں کی بدولت دین اسلام اور مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہوا انہیں ایک کتابی صورت میں یکجا کیا جائے۔ قارئین کے ذوق کے لئے کتابِ ہذا میں آپ رضی اللہ عنہ کی سیرتِ پاک کے کئی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے تاکہ قارئین کے لئے ذوق کا باعث بنیں۔ بارگاہِ خداوندی میں عاجزانہ التماس ہے وہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہمیں صحیح معنوں میں دین اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسعود قادری

پہلا باب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی حالات

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پیدائش، نام ونسب،
والدین کا بیان، اسلام قبول کرنا



زہے عز و جلال ابو ترابی فخر انسانی
ولی حق وصی مصطفےٰ ﷺ دریائے فیضانی
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مشکل کشائی شیر یزدانی
امام دو جہانی قبلۂ دینی و ایمانی

ولادت باسعادت

اس کا تو علم نہیں چہ دین است چہ دنیا
بس اتنی خبر ہے مری دنیا مرادیں آپ ہیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت عام الفیل کے تیس برس بعد ۱۳ رجب المرجب کو خانہ کعبہ میں ہوئی جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل کے برس ہوئی چنانچہ اس اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیس برس چھوٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک ''علی'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت کیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک محض دس برس تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی اور یہ آپ رضی اللہ عنہ کی بزرگی کی علامت ہے اور یہ شرف کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔

مثرم بن وعیب عابد کی پیشگوئی:

منقول ہے یمن میں ایک عابد جس کا نام مثرم بن وعیب تھا رہتا تھا اور یہ عابد اپنی عبادت کی بناء پر شہرت رکھتا تھا۔ اس عابد کی عمر ۱۹۰ برس تھی اور وہ اکثر بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا کرتا تھا۔

''اے اللہ! اپنے حرم سے کسی متقی شخص کو میرے پاس بھیج کہ
میں اس کی زیارت کروں۔''

اللہ عزوجل نے اس عابد کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمائی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابوطالب بغرضِ تجارت یمن پہنچے۔ جناب ابوطالب کی اس عابد سے ملاقات ہوئی تو وہ عابد آپ کے ساتھ نہایت عزت واحترام سے پیش آیا۔ اس عابد نے جناب ابوطالب سے پوچھا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ جناب ابوطالب نے کہا کہ میں حرمِ پاک سے آیا ہوں۔ اس عابد نے پوچھا آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ جناب ابوطالب نے کہا میں قریش سے تعلق رکھتا ہوں اور قریش کی شاخ بنی ہاشم سے ہوں۔

مؤرخین لکھتے ہیں جب اس عابد نے جناب ابوطالب کی بات سنی تو اپنی نشست سے اٹھا اور آپ کے ہاتھ چوم لئے اور کہا اللہ عزوجل نے میری دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور مجھے حرمِ پاک کے خادم سے ملا دیا۔ پھر اس عابد نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ جناب ابوطالب نے کہا میرا نام ابوطالب ہے۔ اس عابد نے کہا آپ کے باپ کا نام کیا ہے؟ جناب ابوطالب نے کہا میرے باپ کا نام عبدالمطلب ہے۔

اس عابد نے جب جناب عبدالمطلب کا نام سنا تو کہنے لگا میں نے الہامی کتب میں پڑھا ہے کہ جناب عبدالمطلب کے دو پوتے ہوں گے اور ان کا ایک پوتا رسولِ وقت ہوگا جس کے باپ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہوں گے اور ان کا دوسرا پوتا ولی اللہ ہوگا اور اس کے باپ کا نام ابوطالب ہوگا۔ جب اس رسول کی ظاہری عمر تیس برس ہوگی تو اس وقت اس ولی کی پیدائش ہوگی۔ پھر اس عابد نے جناب ابوطالب

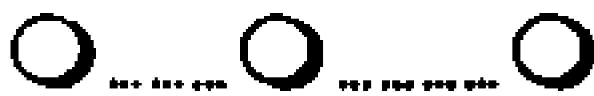
سے پوچھا کیا رسولِ وقت کا ظہور ہو چکا ہے؟ جناب ابوطالب نے کہا مجھے اس کے متعلق کچھ علم نہیں البتہ میرے بھائی عبداللہ (رضی اللہ عنہ) جو وصال فرما چکے ہیں ان کا ایک فرزند ہے جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور اس وقت وہ ۲۹ برس کا ہے۔

اس عابد نے جب جناب ابوطالب کی بات سنی تو کہا آپ جب واپس لوٹیں تو انہیں میرا اسلام کہیے اور ان سے کہیے گا کہ میں انہیں دوست رکھتا ہوں اور پھر جب رسولِ وقت اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمائیں گے تو اس وقت آپ کے بیٹے کی ولایت کا ظہور ہوگا۔

جناب ابوطالب نے کہا میں تمہاری باتوں کو درست کیسے جان سکتا ہوں جبکہ میں تمہیں نہیں جانتا؟ اس عابد نے کہا میں آپ کے لئے کیا کروں جس سے آپ کو علم ہو کہ میری بات سچ ہے؟ جناب ابوطالب نے اردگرد نگاہ دوڑائی تو انہیں ایک خشک درخت دکھائی دیا۔ جناب ابوطالب نے اس درخت کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا کہ مجھے اس خشک درخت سے تازہ انار چاہئیں؟ اس عابد نے بارگاہِ الٰہی میں یوں دعا کی۔

"الٰہی! میں نے تیرے رسول اور تیرے ولی کی منقبت بیان کی ہے تو مجھے اپنے رسول اور ولی کے صدقہ سے تازہ انار عطا فرمادے۔"

اس عابد نے جیسے ہی یہ دعا مانگی وہ خشک درخت اسی وقت ہرا بھرا ہو گیا اور پھر اس عابد نے ہاتھ بڑھا کر اس سے تازہ انار اتارے اور جناب ابوطالب کو دے دیئے۔



نام ونسب

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک علی (رضی اللہ عنہ) ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک علی (رضی اللہ عنہ)، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار کا اسم جناب ابوطالب ہے جبکہ والدہ کا اسم مبارک فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہیں جبکہ آپ رضی اللہ عنہ حیدرِ کرار کے لقب سے ملقب ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب پدری ذیل ہے۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۲۔ بن ابوطالب

۳۔ بن عبدالمطلب

۴۔ بن ہاشم

۵۔ بن عبدمناف

۶۔ بن قصیٰ

۷۔ بن کلاب

۸۔ بن مرہ

۹۔ بن کعب

۱۰۔ بن لوی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب مادری ذیل ہے۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۲۔ بن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
۳۔ بنت اسد
۴۔ بن ہاشم
۵۔ بن عبدمناف
۶۔ بن قصیٰ
۷۔ بن کلاب
۸۔ بن مرہ
۹۔ بن کعب
۱۰۔ بن لوی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رشتہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابوطالب اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد بزرگوار حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سگے بھائی تھے اور جناب عبدالمطلب کے فرزند تھے۔

کنیت ابوتراب کی وجہ تسمیہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لقب حیدرِ کرار آپ رضی اللہ عنہ کی بہادری اور شجاعت کی بناء پر معروف ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن، آپ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے اسم مبارک پر ابوالحسن ہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت

ابوتراب کے متعلق کئی روایات بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ شہزادی رسول اللہ ﷺ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر ناراض ہو گئے اور مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی ﷺ میں جا کر فرش پر لیٹ گئے اور سو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر فرش کی مٹی لگ گئی۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ کسی کام کی وجہ سے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہاں آپ رضی اللہ عنہ کو نہ پا کر پوچھا کہ علی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کے متعلق بتایا۔ حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ سو رہے تھے اور جسم اقدس پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے اے ابوتراب! یعنی مٹی کے باپ اٹھ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی آواز سنی تو آپ رضی اللہ عنہ فوراً بیدار ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب مشہور ہو گئی اور آپ رضی اللہ عنہ بھی خود کو اس کنیت سے پکارے جانے پر بے حد خوش ہوتے تھے۔

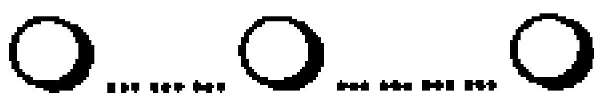
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کے متعلق یہ بھی روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ غزوہ کے دوران جب لشکر اسلام کا گزر ایک نخلستان سے ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ اس نخلستان میں کچھ دیر قیام کر لیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے بعد ایک کھجور کے درخت کے نیچے تشریف لے گئے اور آرام فرما ہوئے۔ آپ

رضی اللہ عنہ کے جسم پر نخلستان کی مٹی لگ گئی۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس پر مٹی دیکھ کر فرمایا اے ابوتراب! اٹھو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی آواز سنی تو نیند سے بیدار ہو گئے۔ اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوتراب! کیا میں تمہیں سب سے زیادہ بدبخت کے متعلق نہ بتاؤں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بتائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''سب سے بدبخت وہ شخص ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام
کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور ایک سب سے زیادہ بدبخت
وہ شخص ہوگا جو تیری داڑھی اور چہرے کو خون آلود کرے گا۔''

مؤرخین لکھتے ہیں اس واقعہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب مشہور ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی اس کنیت پر فخر کیا کرتے تھے۔

وہ ہادیٔ شریعت ، وہ سالک طریقت
وہ واقف حقیقت ،نورالہدیٰ علی رضی اللہ عنہ ہے



والدین

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان ہوا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار جناب ابوطالب ہیں جبکہ والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد ہیں۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کے والدین کا مختصر احوال بیان کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کے لئے ذوق کا باعث ہو۔

جناب ابوطالب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار جناب ابوطالب کا اسم گرامی ''عبدمناف'' ہے اور جناب ابوطالب کے والد جناب عبدالمطلب ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہوا جناب ابوطالب رشتہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا اور حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل ہی حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اس جہانِ فانی سے کوچ فرما چکے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش کے وقت ہی یتیم تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی ذمہ داری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت سیّدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد تھی اور پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک محض چھ برس تھی حضرت سیّدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا بھی اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اب جناب عبدالمطلب کے

ناتواں کندھوں پر آن پڑی تھی جو پہلے ہی اپنے ہر دلعزیز بیٹے حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وصال پر اکثر رنج و غم میں مبتلا رہتے تھے اور اب ان کے ہر دلعزیز بیٹے کی بیوی ان کے پوتے کو تنہا چھوڑ کر اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکی تھیں۔ جناب عبدالمطلب نے حضور نبی کریم ﷺ کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی مگر قضائے خداوندی سے ان کی بھی موت کا پروانہ جاری ہو گیا اور جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک محض آٹھ برس تھی وہ مرضِ الموت میں مبتلا ہوئے۔ جناب عبدالمطلب نے مرض الموت میں اپنے فرزند جناب ابو طالب کو بلایا اور حضور نبی کریم ﷺ کا ہاتھ ان کے سپرد کرتے ہوئے نصیحت کی کہ وہ اپنے بھتیجے کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں گے۔ یہ فرما کر جناب عبدالمطلب نے اپنی روح مالک حقیقی کے سپرد کر دی۔

جناب ابو طالب نے اپنے والد کی نصیحت پر حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی آغوشِ محبت میں لے لیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی نگہداشت اور پرورش میں کسی قسم کی کوئی کسر باقی نہ رہنے دی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک اس وقت آٹھ برس تھی جب حضور نبی کریم ﷺ، جناب ابو طالب کے آغوشِ شفقت میں آئے اور جب جناب ابو طالب کا وصال ہوا اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک پچاس برس تھی۔

کتب سیر میں منقول ہے جناب ابو طالب بغرضِ تجارت ملک شام کی جانب عازمِ سفر ہوئے تو اس سفر میں حضور نبی کریم ﷺ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور جناب ابو طالب کو حضور نبی کریم ﷺ سے جدائی گوارا نہ تھی۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک محض دس برس تھی۔ جب یہ قافلہ ملک شام کی

حدود میں پہنچا تو اس قافلے نے ملک شام کے نواح میں ایک جگہ قیام کیا۔ اس جگہ جناب ابوطالب کی ملاقات ایک راہب جس کا نام بحیرہ تھا اس سے ہوئی۔ اس راہب نے جب حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ عنقریب منصب رسالت پر فائز ہوں گے چنانچہ اس نے جناب ابوطالب سے کہا اس بچے کو لے کر فوراً واپس لوٹ جائیں اور اس بچے کو یہود و نصاریٰ سے حتیٰ الوسع بچائیں کہ اگر وہ اس بچے کو پہچان گئے تو وہ اس بچے کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوں گے۔ جناب ابوطالب نے اس راہب کی بات سنی تو اپنا سامانِ تجارت دیگر قافلے والوں کے سپرد کر کے خود واپس مکہ مکرمہ لوٹ گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنے ہر امور میں جناب ابوطالب سے مشورہ کیا کرتے تھے اور جب ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کے صادق اور امین ہونے کے متعلق سنا تو اپنا سامانِ تجارت حضور نبی کریم ﷺ کو دینے کا ارادہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامانِ تجارت کو ملک شام لے جانے کے متعلق بھی جناب ابوطالب سے مشورہ کیا اور جناب ابوطالب کے کہنے پر ہی سامانِ تجارت ملک شام لے جانے کے لئے تیار ہوئے۔ پھر جب ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کی جانب نکاح کا پیغام بھیجا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اس پیغام سے متعلق بھی جناب ابوطالب سے مشورہ کیا اور پھر جناب ابوطالب کی ترغیب پر ہی ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا خطبہ جناب ابوطالب نے ہی پڑھایا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ جوانی سے ہی اہل مکہ میں صادق اور امین کے لقب

سے مشہور تھے۔ لوگ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس امانتیں رکھوایا کرتے تھے۔

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک کا چالیسواں سال شروع ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ تنہائی پسند ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ عبادت کے لئے مکہ مکرمہ کے نواح میں واقعہ جبل حرا کی ایک غار میں جانے لگے جو تاریخ میں غارِ حرا کے نام سے مشہور ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کئی کئی دن اس غار میں تنہا رہتے اور عبادتِ خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔ ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس دوران کھانے پینے کی اشیاء حضور نبی کریم ﷺ تک اس غار میں پہنچاتی تھیں۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ جو بھی خواب دیکھتے اس کی تعبیر فوراً ظاہر ہو جاتی تھی۔ غارِ حرا میں عبادت کے انہی دنوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے اور حضور نبی کریم ﷺ حق کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی کے ساتھ لرزہ طاری ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اسی حالت میں گھر تشریف لائے اور ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

''مجھے کمبل اوڑھا دو۔''

ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو کمبل اوڑھا دیا۔ کچھ دیر بعد جب حضور نبی کریم ﷺ کی کپکپی ختم ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان سے وجہ دریافت کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرشتے کی آمد کا ذکر کیا اور فرمایا۔

''مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔''

ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کی بات سن کر کہا۔

''آپ ﷺ کو خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ رسوا نہیں ہوں گے، آپ ﷺ رشتہ داروں کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والے ہیں، آپ ﷺ دوسروں کا بوجھ خود اٹھاتے ہیں، آپ ﷺ غرباء اور ناداروں کا خیال رکھتے ہیں، آپ ﷺ صادق اور امین ہیں اور حق کے لئے تمام صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو جس منصب کے لئے چنا ہے اس میں آپ ﷺ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔''

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں امید رکھتی ہوں کہ آپ ﷺ اس امت کے نبی ہوں گے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو جناب ابوطالب جو کہ مکہ مکرمہ کے معززین میں شمار ہوتے تھے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی بھرپور حمایت کی اور ہر مشکل گھڑی میں حضور نبی کریم ﷺ کا ساتھ دیتے رہے۔ مشرکین مکہ نے جب حضور نبی کریم ﷺ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تو جناب ابوطالب بھی ان مظالم کا نشانہ بنے۔ جناب ابوطالب نے اگرچہ اسلام قبول نہ کیا تھا مگر ہر موقع پر اپنے یتیم بھتیجے کے شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب مشرکین کا ایک وفد جناب ابوطالب کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے سے کہیں

کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دے اور اس کے بدلہ میں اسے جتنا بھی مال چاہئے ہم اسے دیں گے اور وہ جس عورت سے کہیں گے ہم ان کا نکاح کریں گے۔ جناب ابوطالب نے حضور نبی کریم ﷺ کو بلایا اور انہیں مشرکین مکہ کے مطالبہ سے آگاہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جناب ابوطالب سے فرمایا۔

''چچا جان! اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور ایک ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو میں پھر بھی حق بات کہوں گا اور گواہی دوں گا کہ اللہ عزوجل ایک ہے اور اللہ عزوجل نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔''

جناب ابوطالب نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی باتیں سنیں تو کہا تم حق کے ساتھ رہو اور میں تمہارا ساتھ دوں گا خواہ کتنی بھی مشکلات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

بعثت نبوی ﷺ کے ساتویں برس جب مشرکین مکہ نے دیکھا دین اسلام روز بروز ترقی کرتا جا رہا ہے اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور پھر حضرت سیّدنا حمزہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم جیسے ان کے بہادر اسلام قبول کر چکے ہیں تو ان کے مظالم میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ قریش نے حضور نبی کریم ﷺ اور حضور نبی کریم ﷺ کے خاندان کا بائیکاٹ کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے خاندان والوں سمیت ایک گھاٹی میں محصور کر دیا جو تاریخ میں شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہے۔ قریش نے حضور نبی کریم ﷺ اور ان کے خاندان کا پانی بند کر دیا اور انہیں کھانے کے لئے کوئی خوراک میسر نہ تھی۔ قریش نے بنوہاشم کے لئے کڑی شرائط رکھیں۔

۱۔ بنی ہاشم کے خاندان میں کوئی شادی نہیں کرے گا۔

۲۔ بنی ہاشم کے ساتھ کسی قسم کی کوئی تجارت نہیں کی جائے گی۔

۳۔ کوئی شخص ان کے ساتھ باہمی تعلق یا ملاقات یا بات چیت نہیں کرے گا۔

۴۔ کوئی شخص ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان لے کر نہیں جائے گا۔

منصور بن عکرمہ نے اس معاہدہ کو تحریر کیا اور اس معاہدہ پر قریش کے تمام سرداروں نے دستخط کیے اور اس معاہدہ کو خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا گیا۔ جناب ابوطالب کو مجبوراً حضور نبی کریم ﷺ اور خاندان کے دیگر افراد کو لے کر مکہ مکرمہ کے نواح میں واقع ایک پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینی پڑی جو بعد میں شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے اہل وعیال اور چچا جناب ابوطالب بھی تھے۔

ابولہب کے علاوہ بنوہاشم کے وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے اور اس گھاٹی میں محصور ہوئے۔ سال کے چار حرمت والے مہینوں رجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام میں یہ لوگ اس گھاٹی سے باہر نکلتے اور کھانے پینے کی چیزوں کا بندوبست کرتے۔

حضور نبی کریم ﷺ اور ان کے خاندان کے بائیکاٹ سے جہاں حضور نبی کریم ﷺ اور خاندان کے دیگر افراد کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہاں جزیرہ نما عرب کے دیگر قبائل میں جو حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے متعلق جانتے نہ تھے وہ حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت اور بنی ہاشم کی مظلومیت سے واقف ہوئے اور ان میں حضور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہونا شروع ہوا۔ تین سال تک

حضور نبی کریم ﷺ اپنے خاندان کے ہمراہ اس گھاٹی میں محصور رہے اور اس دوران درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے رہے۔

تین سال تک حضور نبی کریم ﷺ اور خاندان کے دیگر مصائب میں مبتلا رہے یہاں تک کہ قریش کے کچھ لوگوں کے دلوں میں رحم کا جذبہ بیدار ہو گیا اور انہوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ ہشام بن عمرو، زہیر بن امیہ، مطعم بن عدی اور دیگر خانہ کعبہ میں گئے اور زہیر جو کہ جناب عبدالمطلب کے نواسے تھے انہوں نے قریش کے دیگر سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کہاں کا انصاف ہے ہم لوگ تو عیش و آرام کی زندگی بسر کریں اور بنی ہاشم کے بچے بھوک پیاس سے بلبلاتے رہیں۔
اللہ کی قسم! جب تک اس ظالمانہ معاہدہ کو ختم نہیں کیا جائے گا میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

ابوجہل نے جب یہ تقریر سنی تو غصہ سے بولا۔

"تم اس معاہدہ کو ہرگز ہاتھ نہیں لگاؤ۔"

زہیر نے ابوجہل کو للکارا تو ابوجہل خاموش ہو گیا۔ ابوالبختری نے ابوجہل سے کہا۔

"ہم پہلے بھی اس ظالمانہ معاہدے کے حق میں نہ تھے اور اب اس کے پابند بھی نہیں ہیں۔"

روایات میں آتا ہے کہ تین سال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا جناب ابوطالب کو بلایا اور ان سے فرمایا۔

"جو معاہدہ مشرکین نے تحریر کیا تھا اسے دیمک چاٹ گئی ہے۔"

جناب ابوطالب نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی بات سنی تو حیرانگی کا اظہار کیا کیونکہ تین سال سے حضور نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ میں نہیں گئے تھے اور نہ وہاں سے کوئی انہیں ملنے آتا تھا۔ جناب ابوطالب نے آپ ﷺ سے پوچھا۔

''بھتیجے! تمہیں یہ بات کس نے بتائی؟''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''مجھے اللہ عزوجل نے یہ بات بتائی ہے۔''

جناب ابوطالب نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی بات سنی تو کہنے لگے۔

''بھتیجے! تو صحیح کہتا ہے اور تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔''

پھر جناب ابوطالب گھاٹی سے نکلے اور چند افراد کے ہمراہ خانہ کعبہ پہنچے۔ قریش کے لوگ سمجھے کہ شاید معافی مانگنے اور ہماری شرائط کو تسلیم کرنے آئے ہیں۔ جناب ابوطالب نے جاتے ہی ان سے کہا۔

''وہ اس معاہدہ کو لے کر آئیں کیونکہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ اس معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی ہے۔''

جناب ابوطالب کی بات سن کر قریش کے لوگ خانہ کعبہ میں گئے اور جب اس معاہدے کو کھول کر دیکھا تو اسے واقعی دیمک چاٹ چکی تھی۔ مشرکین مکہ اور قریش کے سردار ابھی بھی حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنے کو تیار نہ تھے وہ کہنے لگے۔

''یہ ضرور محمد (ﷺ) کا کوئی جادو ہے۔''

معاہدہ چونکہ دیمک چاٹ چکی تھی اس لئے شعب ابی طالب میں محصوری

کے یہ تین سال ختم ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ اپنے خاندان کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں آ کر دوبارہ آباد ہوئے جبکہ منصور بن عکرمہ جس نے یہ معاہدہ تحریر کیا تھا اللہ عزوجل نے اس کے ہاتھ شل کر دیئے۔

شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام ختم ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ اپنے عزیز و اقارب اور اہل و عیال کے ہمراہ مکہ مکرمہ واپس لوٹے تو ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بیمار رہنے لگیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کے علاج معالجہ پر بھرپور توجہ دی مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ کے غمگسار چچا جناب ابوطالب بھی انتقال فرما گئے۔ ابھی جناب ابوطالب کی موت کا غم کچھ کم نہ ہوا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی غمگسار بیوی کی موت کا غم بھی برداشت کرنا پڑا اور آپ رضی اللہ عنہا، جناب ابوطالب کی موت کے تین یا پانچ دن بعد اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔ چند ہی دنوں میں دو غمگسار ہستیوں کے وصال نے حضور نبی کریم ﷺ کو بے حد غمگین کر دیا یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس سال کو عام الحزن کا نام دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی دلی آرزو تھی کہ ان کے چچا جناب ابوطالب ایمان سے سرفراز ہوں یہی وجہ تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ وقتاً فوقتاً انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے تھے تاکہ حضور نبی کریم ﷺ کی حمایت اور دین اسلام کی بدولت وہ جنت الفردوس میں اعلیٰ مرتبہ کے حقدار ہوں۔

روایات میں آتا ہے جب جناب ابوطالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اس وقت حضور نبی کریم ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے اور ایک مرتبہ پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جناب ابوطالب نے جواباً کہا کہ اے بھتیجے! میں

جانتا ہوں تو میرا خیر خواہ ہے لیکن میں اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں قریش والے یہ نہ کہنے لگیں کہ موت کے ڈر سے میں مسلمان ہو گیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے جانے کے کچھ دیر بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو آپ کے وصال کی خبر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ اور ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے جناب ابوطالب کے جنازہ میں شمولیت اختیار کی اور حضور نبی کریم ﷺ اس موقع پر فرما رہے تھے۔

''اے میرے پیارے چچا! آپ نے میرے ساتھ صلہ رحمی کی اور میرے حق میں کبھی کوتاہی نہیں کی اللہ عزوجل اس کے بدلہ میں آپ کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور آپ کو نیک اجر عطا فرمائے۔''

سیرت نگار لکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں جناب ابوطالب کا نام ہمیشہ اچھے لفظوں میں لیا جاتا ہے اور لیا جاتا رہے گا کیونکہ انہوں نے ہر مشکل گھڑی میں حضور نبی کریم ﷺ کی اعانت فرمائی۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان ہوا جناب ابوطالب کا وصال ۱۰ نبوی میں شعب ابی طالب نامی گھاٹی سے واپسی کے بعد ہوا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا ان کے بھائی کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا۔

''اے بھتیجے! اللہ کی قسم! میرے بھائی نے وہی کلمہ پڑھا ہے جس کا حکم آپ ﷺ نے انہیں دیا۔''

مؤرخین لکھتے ہیں جناب ابوطالب نے وصال سے قبل قریش کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

''میں تمہیں اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں اور وہ امین اور صادق ہیں۔ اللہ کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ عرب کے دوردراز علاقوں کے نادار اور ضعیف لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا ہے اور اس دعوت کو قبول کرنے کی وجہ سے وہ معتبر ہو گئے ہیں پس جو ان کی دعوت کو قبول کرے گا وہ ہدایت پائے گا اور اگر میری زندگی وفا کرتی تو میں ان کے ساتھ جنگوں میں شامل ہوتا اور ان کی کفالت کرتا۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میرے والد جناب ابوطالب نے میرے دادا جناب عبدالمطلب کی پیروی کی اور وصال فرمایا۔ جب ان کا وصال ہوا تو انہوں نے مجھے وصیت کی کہ مجھے جناب عبدالمطلب کی قبر میں دفن کرنا۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی اس وصیت کا ذکر کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس طرح انہوں نے کہا ہے ویسا ہی کرو۔ پھر ہم نے انہیں غسل دیا اور جناب عبدالمطلب کی قبر پر لے گئے۔ جب ہم نے جناب عبدالمطلب کی قبر کو کھولا تو میں نے انہیں قبلہ رخ لیٹے دیکھا۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے جناب ابوطالب سابق الایمان تھے اور کسی بھی مشرک کی حمایت نبی کے لئے سرے سے ہی حرام ہے۔

جناب ابوطالب کے مسلمان ہونے کا علم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا۔

''کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مشرک سے اپنے دین کے لئے مدد لے۔''

کئی تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ جناب ابوطالب نے اسلام قبول کرلیا تھا مگر انہوں نے اپنے ایمان کو دوسروں سے خفیہ رکھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان تذکرہ نگاروں میں ہیں جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ جناب ابوطالب نے اسلام قبول کیا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ'' میں جناب ابوطالب کے اس قول کو بطورِ تصدیق پیش کیا ہے کہ جب مشرکین مکہ کے اکابر سردار اکٹھے ہوکر جناب ابوطالب کے پاس آئے تھے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکایت کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ہمارے معبودوں کو باطل ٹھہراتے ہیں اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مشرکین کے جواب میں فرمایا تھا اگر یہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دیں تو میں حق بات کہنے سے پیچھے نہ ہٹوں گا۔ اس موقع پر جناب ابوطالب نے کہا تھا اللہ عزوجل کی قسم! میرا بھتیجا درست کہتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جناب ابوطالب کا یہ کہنا کہ میرا بھتیجا درست کہتا ہے اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور زبان سے یہ الفاظ ادا کئے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد:

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کرلیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف

بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی دعوتِ توحید پر لبیک کہا اور اسلام قبول کیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد بچپن سے ہی نیک عادات واطوار کی مالک تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا، جناب عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں اور رشتہ میں جناب ابوطالب کی چچازاد تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے نیک خصائل کی بناء پر ہی جناب عبدالمطلب نے آپ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہو بنانے کا فیصلہ کیا۔

گذشتہ اوراق میں بیان ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے والدہ اور دادا کے وصال کے بعد اپنے چچا جناب ابوطالب کے زیرسایہ پرورش پائی آپ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے بچوں کی مانند عزیز رکھا اور حضور نبی کریم ﷺ کی ہر ضرورت کا خیال رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بھی شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام بسر کئے اور پھر جب حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں موجود مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا تو آپ رضی اللہ عنہا بھی مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر گئیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد سے والہانہ محبت تھی اور حضور نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کی اسی طرح تکریم کرتے تھے جیسے ایک بیٹا اپنی ماں کی تعظیم کرتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اکثر و بیشتر آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے پاس آرام کرتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح شہزادی رسول اللہ ﷺ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہوا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں یوں عرض کیا۔

''ماں! رسول اللہ ﷺ کی شہزادی آپ رضی اللہ عنہا کے گھر آئی ہیں اور میں آج سے پانی بھروں گا اور باہر کے تمام امور کا نگہبان ہوں گا جبکہ وہ چکی پیسیں گی اور آٹا گوندھنے میں آپ رضی اللہ عنہا کی معاون ہوں گی۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کا وصال مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات میں ہوا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر ملی تو حضور نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہا کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا۔

''ماں! اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے اور تم نے بھوکا رہ کر مجھے کھلایا پلایا اور اپنی لباس کی حاجت کو ختم کرتے ہوئے مجھے لباس مہیا کیا۔''

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا کرتہ دیتے ہوئے فرمایا۔

''انہیں میرے اس کرتہ میں کفن دینا۔''

منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے لئے جنت البقیع میں قبر کھودی گئی اور قبر حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم نے کھودی۔ جب قبر کھود لی گئی تو حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور قبر میں لیٹ گئے اور فرمایا۔

''اے اللہ! میری ماں کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ فرما اور ان کی قبر کو حد نگاہ وسیع فرما دے۔''

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کو قبر مبارک میں اتارا۔

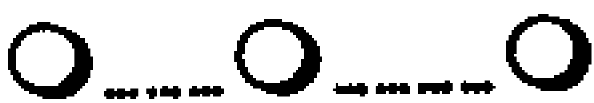
یہ بھی منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کا وصال ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ بے تحاشہ روتے جا رہے تھے اور آپ ﷺ کی داڑھی مبارک بھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنا کرتہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا انہیں اس کرتہ سے کفن دینا۔ پھر آپ ﷺ قبر میں لیٹ گئے اور فرمایا۔

"اے اللہ! تو جانتا ہے انہوں نے میرے چچا جناب ابوطالب کے ہمراہ میری اعانت کی اور میرے ساتھ شفقت کا معاملہ روا رکھا اور اپنی ہر ضرورت کو میری ضرورت کی خاطر مٹا دیا۔"

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔

"اللہ عزوجل نے ستر ہزار ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ وہ میری ماں پر درود وسلام پڑھیں۔"

ایک روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کی قبر مبارک کو خود کھودا اور اپنے دست مبارک سے مٹی نکالی اور جب آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ تیار ہوا تو جنازہ کو خود کندھا دیتے ہوئے قبر مبارک تک تشریف لائے اور خود اپنے ہاتھوں سے قبر مبارک میں اتارا اور دعائے خیر فرمائی۔



اسلام قبول کرنا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بعثت نبوی ﷺ کے بعد ابتداء میں ہی اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ بچوں میں اسلام قبول کرنے والے پہلے ہیں جبکہ آپ رضی اللہ عنہ سے قبل ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے زیر سایہ پرورش پانا:

منقول ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابھی کم سن تھے مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا اور قریش بھی اس صورتحال سے شدید متاثر ہوئے۔ جناب ابوطالب چونکہ کثیر العیال تھے لہٰذا ان کے لئے اپنے اہل وعیال کی پرورش میں شدید مشکلات پیدا ہو گئیں۔ اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کے احسانات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے دوسرے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے جو بنی ہاشم کے امراء میں شمار ہوتے تھے فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں اور قحط کی وجہ سے لوگوں کا جو حال ہے وہ آپ رضی اللہ عنہ بھی بہتر جانتے ہیں لہٰذا ہمیں ان کا بوجھ کم کرتے ہوئے ان کی مدد کرنی چاہئے۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہم ان کی مدد کیسے کر سکتے ہیں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ ان کے ایک بیٹے کی پرورش کی ذمہ داری لے لیں اور ایک بیٹے کی پرورش کی ذمہ داری میں

لے لیتا ہوں اور یوں ہم ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس بات کو پسند کیا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ دونوں جناب ابوطالب کے پاس گئے اور انہیں ان کے دو بچوں کی پرورش کی پیشکش کی۔ جناب ابوطالب نے کہا عقیل کو تم میرے پاس رہنے دو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا جو جناب ابوطالب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی پرورش کی ذمہ داری اٹھا لی۔ پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ ہی رہے جبکہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ عرصہ بعد اسلام قبول کر لیا اور انہوں نے حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا کیونکہ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول نہ کیا تھا۔

والد جناب ابوطالب سے مشورہ کرنے کا فیصلہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عرصہ میں اکثر و بیشتر عبادت کی غرض سے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور کئی کئی دن وہاں مقیم رہتے تھے۔ پھر اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی دے کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت پر فائز کیا گیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش پا رہے تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو عبادت میں مشغول

دیکھا تو حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا یہ کیسی عبادت ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیسی عبادت ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''یہ دین الٰہی ہے اور اللہ عزوجل نے مجھے اپنے دین کی تبلیغ اور لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے چنا ہے اور میں تمہیں اسی اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی بات سنی تو حیران ہو گئے اور پوچھا میں نے پہلے کبھی اس دین کے بارے میں کچھ نہیں سنا اس بارے میں فیصلہ کرنا مشکل نظر آتا ہے اس لئے میں اس بارے میں اپنے والد سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''علی (رضی اللہ عنہ) تمہیں اس کا حق حاصل ہے لیکن ابھی تم اس بات کا ذکر کسی اور شخص سے نہ کرنا۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے وعدہ کیا وہ اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کریں گے چنانچہ اس رات جب آپ رضی اللہ عنہ سونے کے لئے لیٹے تو اس بات پر غور کرتے ہوئے سو گئے۔ اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ عنہ کے قلب کو روشنی عطا فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے مشورہ کئے بغیر اگلے روز حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے کلمہ پڑھایئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کلمہ پڑھایا اور آپ رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

والد بزرگوار کی نصیحت:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں ایک روایت یہ

بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ کہا کہ میں اپنے والد بزرگوار سے مشورہ کرنے کے بعد جواب دوں گا اور پھر آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت سے اپنے والد بزرگوار کے پاس جانے کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں خیال آیا والد بزرگوار نے یہ نصیحت کی تھی کہ تمہیں محمد (ﷺ) کسی بھی بات کی دعوت دیں تو اسے ضرور قبول کرنا اور ان کی نفی نہ کرنا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فوراً پلٹے اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

کتب سیر میں منقول ہے حضور نبی کریم ﷺ ابتدائے اسلام میں عبادت کے لئے مکہ مکرمہ کے نواح میں واقع ایک آبادی میں عبادت کی غرض سے تشریف لے جاتے۔ اس دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ اور آپ رضی اللہ عنہ عبادت میں مصروف تھے کہ جناب ابوطالب، آپ رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ادھر آ نکلے۔ جناب ابوطالب نے جب بھتیجے اور بیٹے کو اس طرح عبادت میں مصروف دیکھا تو حیران ہوئے یہ کیسی عبادت کر رہے ہیں؟ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا پیارے بھتیجے! یہ کیا ہے جو تم کر رہے ہو؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

> ''چچا! یہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے اور اللہ عزوجل نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چچا! آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں میں آپ کو اس دین کی دعوت دوں اور اس دعوت کو قبول کرنا آپ کا حق ہے آپ میری اس دعوت کو قبول فرمائیں اور میری مدد کریں۔''

جناب ابوطالب نے حضور نبی کریم ﷺ کی بات سننے کے بعد کہا۔

''پیارے بھتیجے! تم درست کہتے ہو لیکن میں اپنے آباؤ اجداد
کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن تم اس بات پر اطمینان رکھو کہ
جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائے گا۔''

پھر جناب ابوطالب اپنے بیٹے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے جنہوں نے ابھی تک ان سے اپنے قبولِ اسلام کو چھپا رکھا تھا ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''علی (رضی اللہ عنہ)! اے میرے فرزند! تمہیں انہوں نے راہِ حق کی
دعوت دی ہے تم ان کے ساتھ رہو اور ان کی خدمت کو اپنا
شعار بنا لو، ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا کیونکہ یہ جو
بات بھی تم سے کہیں گے وہ نیکی اور بھلائی کی بات ہوگی۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب والد بزرگوار کی بات سنی تو آپ رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہو گیا اور جس بات کا خدشہ تھا وہ دور ہو گیا۔ اب آپ رضی اللہ عنہ مزید کھل کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عبادت میں مصروف رہنے لگے۔

اسلام قبول کرنے والے اوّلین لوگوں میں سے ہیں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے متعلق حضرت ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی بروزِ پیر نازل ہوئی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگلے روز یعنی بروز منگل دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے اور اس قول کی تصدیق ترمذی شریف کی حدیث سے بھی ہوتی ہے مردوں میں سب سے پہلے اسلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول

کیا، عورتوں میں سب سے پہلے اسلام ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے قبول کیا جبکہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قبول کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک روایت کے مطابق دس برس کی عمر اور ایک روایت کے مطابق نو برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرسایہ پرورش پائی لہٰذا بچپن سے ہی بت پرستی اور دیگر معاشرتی برائیوں سے دور رہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قریش کو دعوتِ اسلام:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے بعد خفیہ طور پر اپنی تبلیغ جاری رکھی اور اس عرصہ میں کئی لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ تین برس کی خفیہ تبلیغ کے بعد اللہ عزوجل نے سورۃ الشعراء کی آیت ذیل نازل فرمائی جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوتِ اسلام دینے کا حکم دیا گیا۔ سورۃ الشعراء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

"(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنے رشتہ داروں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایئے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے مطابق کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر اپنی قوم کو بلایا۔ جب تمام قریش جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"اے میری قوم! اگر میں تم سے کہوں اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر موجود ہے اور تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرلو گے؟"

قریش نے یک زبان ہو کر کہا۔

''ہاں! ہم اس بات کا یقین کر لیں گے کیونکہ ہم نے تمہیں صادق اور امین پایا ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے قریش کی بات سنی تو فرمایا۔

''میں تمہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور دعوتِ حق دیتا ہوں اگر تم لوگ ایمان لے آئے تو فلاح پاؤ گے اور اگر ایمان نہ لائے تو عذابِ الٰہی تم پر نازل ہوگا۔''

مؤرخین لکھتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کی بات سن کر تمام قریش طیش میں آ گئے اور آپ ﷺ کے چچا ابولہب لوگوں کو بھڑکا کر وہاں سے لے گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی مدد کا فیصلہ:

حضور نبی کریم ﷺ نے قریش کو یوں واپس لوٹتے دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے ان سے فرمایا۔

''ابولہب نے جلدی کی اور تم ایک دعوت کا انتظام کرو جس میں تم بنی عبدالمطلب کو دعوتِ طعام دو۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان پر ایک پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا جس میں تمام بنی عبدالمطلب کو مدعو کیا گیا۔ اس دعوتِ طعام میں حضرت سیدنا امیر حمزہ، حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہم کے علاوہ جناب ابوطالب اور ابولہب نے بھی شرکت کی۔

روایات میں آتا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے اس دعوتِ طعام کے بعد بنی عبدالمطلب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے بنی عبدالمطلب! تمہارے پاس اہل عرب سے کوئی بھی
ایسا شخص آج تک نہیں آیا ہوگا جو مجھ سے بہتر کسی چیز کی تمہیں
دعوت دے اور میں رب تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ
عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اللہ عزوجل
نے مجھے منصب نبوت پر فائز کیا ہے۔ ایک دن ہمیں موت
آن لے گی اور مرنے کے بعد ہمیں ایک مرتبہ پھر زندہ کیا
جائے گا۔ پھر ہمارے اعمال کا حساب ہوگا اور نیکی کا بدلہ نیکی
ہے جبکہ برائی کے بدلہ میں عذابِ خداوندی مقدر ہوگا۔
اے بنی عبدالمطلب! تم جانتے ہوں میں ناتواں ہوں اور مجھے
تمہاری حمایت اور مدد کی ضرورت ہے تم میں سے جو بھی میری
مدد کے لئے کھڑا ہوگا وہ میرا بھائی ہوگا پس تم میں سے کون
ہے جو میری اس دعوت کو قبول کرے؟''

حضور نبی کریم ﷺ کے اس خطاب کے بنی عبدالمطلب نے منہ موڑ لیا اور کوئی بھی حضور نبی کریم ﷺ کی مدد کے لئے تیار نہ ہوا۔ اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو کم سن تھے اور ناتواں تھے کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ! بلاشبہ میں کم سن ہوں، کمزور ہوں مگر میں
آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتا ہوں اور میں آپ ﷺ
کی مدد کروں گا اور جو آپ ﷺ سے جنگ کرے گا میں اس
سے جنگ کروں گا۔''

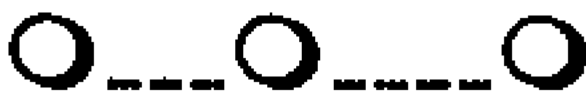
مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ آپ رضی اللہ عنہ کے

روشن مستقبل کی دلیل تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے جواب میں حضور نبی کریم ﷺ نے جو الفاظ کہے ان سے آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بھی ظاہر ہوتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! تو میرا بھائی اور وارث ہے۔''

مؤرخین لکھتے ہیں ابولہب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے پر آپ رضی اللہ عنہ کا تمسخر اڑایا اور آپ رضی اللہ عنہ کی جسمانی کمزوری پر شدید تنقید کی مگر وہ آپ رضی اللہ عنہ کی روحانی قوت کا ادراک نہ رکھتا تھا اور مستقبل میں آپ رضی اللہ عنہ کو ملنے والے مقام و مرتبہ سے نابلد تھا۔

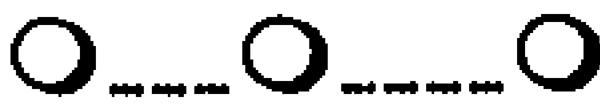
اعلانِ نبوت کے چوتھے برس حضور نبی کریم ﷺ نے سورۃ الحجر کے نازل ہونے کے بعد علی الاعلان تبلیغ اسلام شروع کی تو مشرکین مکہ نے آپ ﷺ اور نومسلموں کے خلاف ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا۔ مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے والوں میں ابولہب اور ابوجہل سرفہرست تھے جن کی اسلام دشمنی کی بدولت آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کیے گئے وعدہ کو پورا کیا اور ہر مشکل گھڑی میں آپ ﷺ کے قدم بہ قدم رہے اور مشرکین مکہ کے مظالم کو برداشت کرتے رہے۔



دوسرا باب:

ہجرت اور مدنی زندگی کے اہم فیصلے

ہجرت مدینہ، دختر رسول اللہ ﷺ سے نکاح،
غزوات میں شمولیت، نقیب اسلام، مدنی زندگی کے اہم
واقعات، حضور نبی کریم ﷺ کا ظاہری وصال،
حیاتِ رسول اللہ ﷺ میں فقہی واجتہادی فیصلے



ہے اس کی ذات میں مرکوز عصمت تخلیق
ابوالائمہ بھی ہے، زوجِ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی علی رضی اللہ عنہ
ابوتراب و شرف یابِ آیۂ تطہیر
ہے رازدارِ حرا و مباہلہ بھی علی رضی اللہ عنہ

ہجرت مدینہ

مشرکین مکہ کے ظلم وستم حد سے تجاوز کر چکے تھے مگر پھر بھی وہ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوصلوں کو پست نہ کر سکے۔ اس دوران حج کے ایام میں یثرب جو کہ مدینہ منورہ کا پہلا نام تھا وہاں سے کچھ لوگوں کا قافلہ مکہ مکرمہ آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں دعوتِ حق دی تو انہوں نے لبیک کہا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جب مشرکین مکہ کے ظلم وستم میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تو ۱۳ نبوی میں حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ پھر جب پہلا گروہ کامیابی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گیا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گروہ در گروہ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا شروع ہو گئے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والے مہاجرین میں سے چند لوگ واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور اس دوران مکہ مکرمہ میں بھی بے شمار لوگ مسلمان ہو چکے تھے جبکہ مدینہ منورہ کے بھی بے شمار لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ قریش نے مسلمانوں پر مظالم کی انتہاء کر دی اور وہ مدینہ منورہ سے آنے والوں کو بھی تنگ کرنے لگے۔ اس دوران مدینہ منورہ کے ستر نقیب جو مسلمانوں کے سردار تھے انہوں نے حج کے ایام میں حضور نبی کریم ﷺ کی بیعت

کی جسے بیعت عقبہ کہا جاتا ہے اور انہوں نے عہد کیا آپ ﷺ یا آپ ﷺ کے جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ آئیں گے ہم ان کی معاونت کریں گے اور اپنی جان ان پر نچھاور کریں گے۔ پھر اللہ عزوجل کا حکم آن پہنچا اور اس دوران قریش کے ظلم وستم میں بھی بے پناہ اضافہ ہو چکا تھا۔ ۱۳ نبوی میں حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک قافلہ کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا اور یہ قافلہ کامیابی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہونے لگی۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہارا دارِ ہجرت دکھایا گیا ہے جو کھجوروں والا شہر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنہیں آپ ﷺ نے اپنے بستر پر لٹایا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل و عیال کے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا کہ آپ ﷺ ہجرت کرنے والے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ جب گھر سے نکلنے لگے تو آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کو دیکھتے ہوئے فرمایا۔

''تو مجھے اور اللہ کو بے حد محبوب ہے مگر یہاں کے رہنے والوں نے مجھے یہاں سے جانے پر مجبور کر دیا ہے اگر میں مجبور نہ ہوتا تو یہاں سے ہرگز نہ جاتا۔''

مؤرخین لکھتے ہیں حج کے دنوں میں یثرب جو کہ مدینہ منورہ کا پہلا نام تھا

وہاں سے کچھ لوگوں کا قافلہ مکہ مکرمہ آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں دعوتِ حق دی تو انہوں نے لبیک کہا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جب مشرکین مکہ کے ظلم وستم میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تو ۱۳ نبوی میں حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ پھر جب پہلا گروہ کامیابی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گیا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گروہ در گروہ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا شروع ہو گئے۔

بستر رسول اللہ ﷺ پر لیٹنے کا فیصلہ:

حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا اللہ عزوجل نے وہاں تمہارے لئے بھائی اور امن والے گھر بنائے ہیں۔ آپ ﷺ کا حکم ملتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے ابھی تک ہجرت نہ کی تھی اور آپ ﷺ اللہ عزوجل کی جانب سے وحی کے انتظار میں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی مکہ مکرمہ میں باقی رہ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم جلدی نہ کرو ہو سکتا ہے اللہ عزوجل نے تمہارے لئے کوئی نیک ہم سفر لکھا ہو۔ پھر جب حکم الٰہی آن پہنچا تو آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ نے اس رات آپ ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا اور آپ ﷺ ان کے اس ارادہ سے قبل ہی گھر سے نکل گئے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے بستر پر

آرام فرما رہے ہیں اور اس وقت یہ بستر موت کا بستر ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کیا اور بے نیاز ہو کر اس بستر پر لیٹے رہے۔

روایات میں آتا ہے مشرکین مکہ نے جب دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے ایک محفوظ پناہ گاہ مدینہ منورہ کی صورت میں ڈھونڈ لی ہے تو انہوں نے ایک منصوبہ بنایا جس میں تمام قبائل کا ایک ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر اکٹھا ہوا تا کہ ایک لمحے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کر کے انہیں شہید کر دیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی مشرکین مکہ کے ناپاک ارادوں کی خبر ہو گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ صبح ہوتے ہی لوگوں کی وہ امانتیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں وہ متعلقہ لوگوں کو واپس کرنے کے بعد مدینہ منورہ پہنچیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

> ”علی (رضی اللہ عنہ)! مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا اور میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کرنے والا ہوں۔ میرے پاس لوگوں کی جو امانتیں ہیں وہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں تم ان امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچا دینا۔ مشرکین مکہ نے میرے قتل کی منصوبہ بندی کی ہے اور وہ آج رات مجھے قتل کرنے کا ناپاک ارادہ رکھتے ہیں۔ تم میری یہ چادر اوڑھ لو اور میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بستر

پر لیٹ گئے اور چادر اوڑھ لی۔ مشرکین مکہ نے رات بھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھر کا محاصرہ جاری رکھا لیکن صبح ہوتے ہی انہیں خبر ہوئی کہ ان کا منصوبہ ناکام ہو چکا اور حضور نبی کریم ﷺ اس وقت مکہ مکرمہ سے باہر جا چکے ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور خود سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور مٹھی بھر مٹی لے کر ان کفار کے منہ پر ماری جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھ سکے اور حضور نبی کریم ﷺ با آسانی نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ مشرکین مکہ، حضور نبی کریم ﷺ کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ ایک شخص نے ان کو آ کر اطلاع دی کہ تم جن کا انتظار کر رہے ہو وہ مکہ مکرمہ سے جا چکے ہیں۔ مشرکین کی اس جماعت میں سے ایک شخص نے گھر کے اندر جا کر دیکھا تو حضور نبی کریم ﷺ کے بستر پر کسی کو سوتے پایا۔ جب انہوں نے اندر داخل ہو کر سوئے ہوئے کے اوپر سے چادر اتاری تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کہاں ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"میں یہاں لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لئے موجود ہوں حضور نبی کریم ﷺ کی نگرانی تم کر رہے تھے اس لئے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کہاں ہیں؟"

مشرکین مکہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تو وہ شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق صبح

ہوتے ہی لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور خود مدینہ منورہ کی جانب سفر ہجرت شروع کر دیا۔ قبا کے مقام پر آپ رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے قافلہ سے آن ملے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے قبا میں حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کے گھر میں قیام کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ سے زمین خریدی اور اس پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے مسجد قبا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مسجد کی تعمیر میں حضور نبی کریم ﷺ کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔ قبا میں پہلی مرتبہ نمازِ جمعہ باجماعت ادا کی گئی جس میں سو کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شمولیت فرمائی۔ قبا میں حضور نبی کریم ﷺ کا قیام قریباً پندرہ روز تک رہا۔

تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو:

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں رشتہ اخوت کی بنیاد رکھی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا مگر میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا؟"

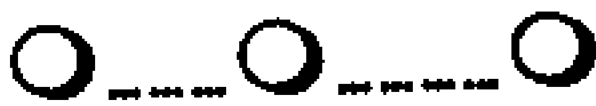
حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں شمولیت:

حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام کیا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے بنو مالک بن نجار کے ایک محلہ کے میدان میں جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی قصویٰ بیٹھی تھی آپ ﷺ نے اس میدان کے متعلق دریافت کیا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ دو کم سن بھائیوں سہل اور سہیل کی جگہ ہے اور ان کے سرپرست مدینہ منورہ میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ﷺ نے اس جگہ پر مسجد کی تعمیر کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت سہل اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہم نے وہ جگہ فی سبیل اللہ دینی چاہی مگر حضور نبی کریم ﷺ نے اسے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زمین کی خریداری کے معاملہ پر بات کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خواہش پر مسجد نبوی ﷺ کے لئے زمین خریدنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر دس ہزار درہم کے عوض وہ زمین خرید لی۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شانہ بشانہ حصہ لیا اور دیواروں کی چنائی کے لئے اینٹیں اٹھا کر لاتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اینٹیں اٹھاتے اور ذیل کا مصرعہ پڑھتے تھے۔

> ”مسجد کی تعمیر میں جو حصہ لیتا ہے خواہ وہ کھڑا ہو کر تعمیر مسجد میں شمولیت اختیار کرے خواہ بیٹھ کر تعمیر مسجد میں شمولیت اختیار کرے اور جو تعمیر مسجد میں خاک آلود ہونے سے گھبرائے وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔“



دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لئے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی جواب دیا کہ مجھے حکم الٰہی کا انتظار ہے۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم محو گفتگو تھے اور گفتگو کا موضوع تھا کہ ہم سمیت بے شمار شرفاء نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی ہے لیکن ہم میں سے کسی کو اس بارے میں مثبت جواب نہیں ملا ایک علی (رضی اللہ عنہ) رہ گئے ہیں مگر وہ اپنی تنگدستی کی وجہ سے خاموش ہیں ہمیں ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تاکہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کر سکیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو پتہ چلا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت ایک دوست کے باغ کو پانی دینے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب یہ حضرات اس جگہ پہنچے تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر قائل کیا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی دختر نیک اختر کا رشتہ مانگیں انہیں یقین ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانثاری اور شرافت کی بناء پر

انہیں اپنی دختر نیک اختر کا رشتہ دے دیں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما لیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا تمہارے پاس مہر دینے کے لئے کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس وقت میرے پاس صرف ایک گھوڑا اور ایک زرہ موجود ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جاؤ اور اپنی زرہ فروخت کر دو اور اس سے جو رقم ملے وہ لے کر میرے پاس آ جانا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زرہ لی اور مدینہ منورہ کے بازار میں چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی زرہ لے کر بازار میں کھڑے تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا گزر وہاں سے ہوا۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے یہاں کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا میں یہاں اپنی زرہ فروخت کرنے کے لئے کھڑا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ چار سو درہم میں خرید لی اور پھر وہ زرہ آپ رضی اللہ عنہ کو تحفتاً دے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر تمام ماجرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ ایثار دیکھ کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور زرہ کی رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا وہ اس سے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے ضروری اشیاء خرید لائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تمام اشیاء خرید کر لے آئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے نکاح کا پیغام سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

وہ کیفیت طاری ہوگئی جو نزولِ وحی کے وقت ہوتی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ عزوجل نے مجھے بذریعہ وحی مطلع کیا ہے کہ میں اپنی لاڈلی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔"

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تمام مہاجرین و انصار میں منادی کروا دو کہ وہ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائیں چنانچہ مہاجرین و انصار کی ایک کثیر تعداد مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائی اور حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی دختر نیک اختر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کردیا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رخصتی غزوہ بدر کے بعد یعنی نکاح کے قریباً سات یا آٹھ ماہ بعد ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا وہ تمام مہاجرین و انصار کو اپنے ولیمہ میں شرکت کی دعوت دیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعوتِ ولیمہ میں چھوہارے اور گوشت سے کھانا تیار کروایا گیا اور اس دعوتِ ولیمہ سے بہترین دعوتِ ولیمہ کوئی نہ تھی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے بعد حضور نبی کریم ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور اپنی دختر نیک اختر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

''اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے تمہارا نکاح خاندان کے سب سے بہتر شخص سے کی ہے۔''

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے دونوں کو دعا دیتے ہوئے فرمایا۔

''الٰہی! ان دونوں میں محبت پیدا فرمانا ورانہیں ان کی اولاد کی برکت عطا فرمانا اور ان کو خوش نصیب بنانا، ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمانا اور ان کی اولاد کو ترقی اور پاکیزگی عطا فرمانا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا تو حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے میرا نکاح اس شخص کے ساتھ کر دیا جس کے پاس نہ مال ہے نہ گھر؟ اس پر آپ ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

''اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا جو مسلمانوں میں علم وفضل کے لحاظ سے سب سے دانا اور بہترین ہے۔''

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے منقول ہے فرماتی ہیں کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائیں تو اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بستر کی جگہ ریت بچھائی گئی تھی اور کھجور کی چھال سے بھرا ہوا ایک تکیہ موجود تھا۔ گھر میں ایک گھڑا پانی کا تھا اور ایک برتن جس سے پانی پیا جا سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھجوایا کہ جب تک میں تمہارے پاس نہ آ جاؤں تم اپنے اہل

کے قریب نہ جانا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا میرا بھائی کہاں ہے؟ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے بھائی اور آپ ﷺ کی بیٹی کے شوہر ادھر ہیں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور پھر اس پر کچھ پڑھنے کے بعد وہ پانی پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا کہ وہ اسے پی لیں اور سینہ پر مل لیں پھر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دیا کہ وہ بھی اسے پی لیں اور سینہ پر مل لیں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لو تم اپنے اہل کو سنبھالو پھر دونوں کو دعا دیتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ وہاں سے رخصت ہو گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جب خاتونِ جنت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک قریباً اکیس برس تھی جبکہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک قریباً پندرہ برس تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ہمسائیگی کا شرف:

حضرت علی المرتضیٰ کا گھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھر سے کچھ فاصلہ پر واقع تھا چونکہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی لاڈلی صاحبزادی سے بے پناہ محبت تھی اس لئے ایک دن حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیٹا! میرا دل چاہتا ہے تمہیں اپنے نزدیک بلوا لوں۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا بابا جان! حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کے کئی مکانات آپ ﷺ کے مکان کے قرب و جوار میں موجود ہوں اگر ان سے کہا جائے تو وہ کوئی مکان خالی کر دیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حارثہ (رضی اللہ عنہ) نے پہلے بھی مہاجرین کو اپنے بہت سے

مکانات دیئے ہیں اس لئے اس سے کہتے ہوئے عجیب لگتا ہے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہراؓ اس واقعہ کے بعد خاموش ہو گئیں۔ کچھ روز بعد جب حضرت حارثہؓ بن نعمان کو اس بات کا علم ہوا تو وہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے مکان سے متصل اپنا ایک مکان آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان' میری تمام چیزیں آپ ﷺ ہی کی ملکیت ہیں آپ ﷺ انہیں جیسے چاہیں استعمال میں لا سکتے ہیں میرے نزدیک آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے ہر شے سے مقدم ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے فرمایا کہ وہ اپنے اہل خانہ سمیت اس مکان میں منتقل ہو جائیں۔

ازدواجی زندگی:

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کو دختر رسول اللہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہراؓ سے بے پناہ محبت تھی اور دونوں کے مابین زبردست ذہنی ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی بات کو سمجھتے تھے اسی لئے مشکل حالات میں بھی دونوں کے درمیان کبھی کوئی لڑائی یا ناچاقی کی بات نہ ہوئی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہراؓ نہایت ہی صابر و شاکر تھیں۔ آپؓ کی گفتگو کا انداز حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہ تھا اور آپؓ ان کی زندگی کا بہترین نمونہ تھیں۔ آپؓ اپنے گھر کا تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ چکی پیستے پیستے آپؓ کے ہاتھوں میں کئی مرتبہ چھالے پڑ جاتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دیتیں' کپڑے دھوتیں اور اس کے علاوہ رضائے الٰہی کے لئے پنج وقتہ نمازوں کی پابندی اور تسبیحات کے لئے بھی وقت نکالتی تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ

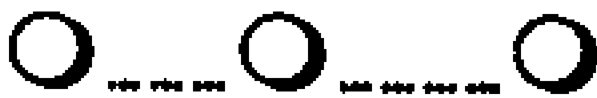
رضی اللہ عنہ کے گھریلو حالات چونکہ اتنے اچھے نہ تھے اس لئے اکثر و بیشتر گھر میں فاقہ ہوتا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مزدوری مل جاتی تو گھر میں کھانے کا انتظام ہو جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کبھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بے جا فرمائشیں نہ کیں اور نہ ہی کبھی ان سے کسی چیز کے نہ ہونے کا شکوہ کیا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آٹھ پہر سے بھوکے تھے اور گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کو کہیں مزدوری مل گئی اور اس مزدوری کے عوض انہیں ایک درہم ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس ایک درہم سے جو خریدے اور گھر لا کر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دیئے جنہوں نے اسے چکی میں پیس کر روٹی بنائی اور پھر دونوں نے تناول فرمائی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ صبح کے وقت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دروازے پر پہنچ کر فرمایا السلام علیکم بیٹی! میرے ہمراہ ایک شخص بھی ہے کیا ہم اندر آ جائیں؟ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے جواب دیا بابا جان! اس وقت میرے بدن پر ایک پرانی قمیص کے سوا کچھ نہیں اور اس قمیص سے سارا بدن نہیں ڈھانپا جا سکتا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر انہیں پکڑا دی جس سے انہوں نے اپنا بدن ڈھانپ لیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ مجھے لے کر گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے حال دریافت کیا تو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا بابا جان! کل سے فاقہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ ان کی بات سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا بیٹی! میں نے خود تین دن سے کچھ نہیں کھایا حالانکہ میں اللہ کا محبوب اور رسول

ہوں اور تمہاری نسبت اللہ عزوجل کے زیادہ قریب ہوں۔ بیٹی! میں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور فقر و فاقہ اختیار کیا ہے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کندھوں پر رکھا اور فرمایا کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو دنیا و آخرت میں سردار ہے تم اپنے شوہر کے ساتھ صبر و شکر سے رہو۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کھانے کو مانگا۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گھر میں آج تیسرا دن فاقہ سے ہے اور کھانے کو ایک دانہ بھی نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے مجھ سے ذکر نہیں کیا؟ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے میرے باپ نے بوقت رخصتی نصیحت کی تھی کہ میں کبھی سوال کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو پریشان نہ کروں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ نہ کہا۔



غزوات میں شمولیت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ غزوات میں بھی شمولیت اختیار کی اور اس موقع پر جرأت و بہادری کی کئی داستانیں رقم کیں۔ ذیل میں ان غزوات کا اختصار کے ساتھ ذکر بیان کیا جا رہا ہے جن میں آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے شانہ بشانہ شرکت کی اور بہادری و جرأت کے بے مثل کارنامے انجام دیئے تاکہ قارئین کے لئے ذوق کا باعث بنیں۔

غزوۂ بدر میں شمولیت:

حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ ہجرت مدینہ کے دوسرے سال رمضان المبارک میں بدر کے مقام پر ہوا جسے تاریخ میں غزوۂ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بدر کا میدان مدینہ منورہ سے قریباً اسی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس غزوہ میں تین سو تیرہ مجاہدین جن میں ساٹھ مہاجرین اور باقی انصار شامل تھے حضور نبی کریم ﷺ کی قیادت میں میدان میں اترے۔ مشرکین کا لشکر ایک ہزار کی تعداد میں سامانِ جنگ سے لیس ابوجہل کی قیادت میں میدان میں اترا۔ اسلامی لشکر کے پاس جنگی ساز و سامان کی کمی تھی اور مجاہدین میں سب سے بڑا امتحان مہاجرین کا تھا جو اپنے بھائیوں کے مقابلہ میں تھے۔

میدانِ بدر پہنچنے کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک ٹیلے پر حضور

نبی کریم ﷺ کے لئے سائبان بنایا جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی حفاظت کے لئے مقرر ہوئے اور اسی جگہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے لشکر کو ہدایات جاری فرمائیں۔

صحیحین کی روایت ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے مقام پر ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مشرکین کے لشکر کا جائزہ لیا تو ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی اور وہ جنگی ساز و سامان سے لیس تھے جبکہ اسلامی لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور ان کے پاس جنگی ساز و سامان کی بھی کمی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قبلہ رو ہو کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کے لئے اپنے ہاتھ بلند فرمائے اور دعا کی۔

''اے اللہ! تو نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا اسے پورا فرما۔ اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان ختم ہو گئے تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دعا کے دوران حضور نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی چادر مبارک کندھوں سے نیچے گر پڑی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چادر کو اٹھا کر حضور نبی کریم ﷺ کے کندھوں پر رکھا اور عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ یہی کافی ہے اللہ عزوجل اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر اللہ عزوجل نے مٹھی بھر مسلمانوں کی مدد فرمائی اور ہمیں جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی۔

غزوۂ بدر کا آغاز اس وقت کے جنگی قواعد وضوابط کے مطابق پہلے فرداً فرداً ہوا۔ میدانِ جنگ میں کفار کی جانب سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ میدانِ جنگ میں اترا۔ ان تینوں سے مقابلے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ نے تین انصاری نوجوانوں کو میدانِ جنگ میں اتارا۔ عتبہ بن ربیعہ نے جب ان انصاری نوجوانوں کو دیکھا تو اس نے للکار کو حضور نبی کریم ﷺ سے کہا آپ ﷺ ہمارے مقابلے میں ہمارے بھائیوں کو میدانِ جنگ میں بھیجیں جس پر حضور نبی کریم ﷺ نے ان تینوں انصاری نوجوانوں کو واپس بلایا اور حضرت سیّدنا امیر حمزہ، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم کو میدان میں بھیجا۔ حضرت عبیدہ بن حارث اس وقت ضعیف تھے اور ان کی عمر اس وقت قریباً اسی برس تھی لیکن حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ولید سے ہوا جبکہ حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا۔ حضرت سیّدنا امیر حمزہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے ایک ہی وار میں اپنے مدمقابل کی گردنیں اڑا دیں جبکہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن ربیعہ کے درمیان گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ باوجود ضعیف ہونے کے اس کا مقابلہ بڑی بہادری سے کر رہے تھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ان کا فیصلہ نہیں ہو رہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عتبہ کی گردن اڑا دی جس کے بعد باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بہترین جنگی حکمت عملی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شجاعت نے جلد ہی کفار کے قدم اکھاڑ دیئے

اور وہ میدانِ جنگ سے بھاگ گئے۔ اس پہلے معرکہ حق و باطل میں فتح دین اسلام کی ہوئی جس نے مستقبل میں ظاہر کر دیا کہ اسلام اور کفر میں سے کس کو جینے کا حق ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگی قیدیوں کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کا حکم دیا۔

حق و باطل کی اس جنگ میں کفار کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنائے گئے۔ کفار کا سردار اور دین اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل بھی اس معرکے میں مارا گیا۔ غزوہ بدر میں چودہ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا جن میں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصار شامل تھے جنہیں مقامِ بدر میں ہی سپردِ خاک کیا گیا۔

منقول ہے حضور نبی کریم ﷺ نے جنگ کے اختتام پر کفار کی لاشوں کے پاس کھڑے ہو کر ان کو ایک ایک کر کے پکارنا شروع کیا اور فرمایا۔

"کیا تم لوگوں نے اپنے رب کا وعدہ سچا نہیں پایا؟ ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو بالکل ٹھیک اور سچ پایا ہے۔"

معرکہ بدر میں شامل ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بے شمار ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اہل بدر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"اہل بدر میں شامل تمام حضرات سے اللہ عزوجل واقف ہے اور اللہ عزوجل نے انہیں بخش دیا اور آج کے بعد یہ جو بھی عمل کریں مگر جنت ان کے لئے واجب ہو چکی ہے۔"

غزوۂ احد میں شمولیت:

غزوۂ بدر میں مشرکین کے جو لوگ جہنم واصل ہوئے ان میں بیشتر کا تعلق

قریش سے تھا اور وہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے ہجرت کی رات حضور نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ غزوۂ بدر میں شکست کے بعد قریش کی راتوں کی نیندیں حرام ہو چکی تھیں انہوں نے کئی قبائل کو متحد کیا اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جنگ کے لئے انہوں نے چندہ اکٹھا کرنا شروع کیا اور اس دوران قریش کا ایک قافلہ جو کہ سامانِ تجارت فروخت کرنے کے بعد ایک کثیر منافع لے کر لوٹا تھا اس نے بھی اڑھائی لاکھ درہم فراہم کر دیئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ جو کہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر مکہ مکرمہ میں ہی مقیم تھے انہوں نے قریش کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ایک قاصد کے ذریعے حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچا دی۔

ربیع الاول ۳ھ میں حق و باطل کے درمیان دوسرا معرکہ احد کے مقام پر پیش آیا۔ احد مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔ مشرکین کا لشکر جنگی ساز و سامان سے لیس تھا اور تین ہزار کے نفوس پر مشتمل تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دیا اور ایک ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر احد کے مقام پر پہنچے۔ ایک ہزار مجاہدین کے لشکر میں سے تین سو لوگ عبداللہ بن ابی سلول منافق کے ساتھی تھے جنہیں وہ راستہ سے ہی واپس لے گیا اور یوں حضور نبی کریم ﷺ کے جانثاروں کی تعداد سات سو رہ گئی جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حق و باطل کے درمیان جب جنگ شروع ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیراندازوں کے ایک دستہ کے ہمراہ احد پہاڑ کی پشت پر تعینات کر دیا تا کہ اگر دشمن پشت سے حملہ آور ہو تو وہ انہیں روک

سکیں۔ مجاہدین نے مشرکین کی کمر توڑ دی اور وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مجاہدین ان کے خیموں تک پہنچ گئے اور مشرکین نے اپنا ساز وسامان وہیں چھوڑ کر بھاگنے میں عافیت محسوس کی۔ لشکر اسلام میں کچھ مجاہدین ایسے بھی تھے جنہوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے جب مشرکین کو بھاگتے دیکھا تو مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جو لشکر احد پہاڑ کی پشت پر تعینات تھا اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مالِ غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے ان کی سربراہی میں مشرکین کے ایک لشکر نے مسلمانوں پر پشت سے حملہ کر دیا جس میں ستر سے زیادہ مسلمان شہید ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے جانثاروں نے آپ ﷺ کا محاصرہ کر لیا اور آپ ﷺ کا دفاع اپنی آخری سانس تک کرتے رہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور افواہ پھیل گئی کہ حضور نبی کریم ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جوش وخروش میں کمی پیدا ہونا شروع ہو گئی اور پھر اس موقع پر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا تھے انہوں نے مشرکین پر تابڑ توڑ حملے کرنا شروع کر دیئے اور پھر ہندہ کے غلام حبشی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

روایات میں آتا ہے غزوۂ احد کے موقع پر جب لشکر اسلام اور کفار آمنے سامنے ہوئے تو ابوسعد بن ابی طلحہ کفار کے لشکر سے باہر نکلا اور اس نے آ کر لشکر اسلام کو للکارا کہ کون ہے جو اس کا مقابلہ کرے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس پر ایک وار کیا جس

سے وہ نیچے گر پڑا اور اس کی شرمگاہ کھل گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اس کو چھوڑ کر واپس آ گئے۔

غزوۂ احد میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جامِ شہادت نوش فرمایا جبکہ بائیس کفار جہنم واصل ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت طلحہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے اپنی جانثاری کا ثبوت دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر احد پہاڑ پر تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے یہ وہ پہاڑ ہے جس سے ہمیں محبت ہے اور اسے بھی ہم سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کی قبور پر بھی تشریف لے جاتے اور فرماتے تم پر سلام ہو تمہارے حوصلہ اور صبر کی وجہ سے تمہیں آخرت میں بہترین انعام ملا ہے۔ اللہ عزوجل نے سورۂ آل عمران میں غزوۂ احد کے متعلق فرمایا۔

وَمَا اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا

''اور جو نقصان تمہیں اس لڑائی کے دن پہنچا وہ اللہ کے حکم سے تھا اور وہ اس لئے تھا تاکہ دیکھے کہ تم میں سے کون ایمان والا ہے اور کون منافق ہے۔''

غزوۂ احد کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی غلط ہے یہ جنگ بغیر کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر ختم ہوئی کیونکہ اس جنگ میں دونوں فریقوں کا نقصان ہوا اور کوئی ایک فریق دوسرے پر حاوی نہ ہو سکا۔ مشرکین ایک مرتبہ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے اپنے ناپاک منصوبہ میں ناکام رہے اور

حضور نبی کریم ﷺ کے جانثاروں کے آگے بے بس نظر آئے۔

غزوۂ حمرۃ الاسد:

شوال ۳ھ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ذریعے حضور نبی کریم ﷺ کو خبر ملی کہ کفار کا لشکر ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے ان کی سربراہی میں حمرۃ الاسد میں جمع ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ حمرۃ الاسد کی جانب کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر لشکر کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ لشکر اسلام حمرۃ الاسد پہنچا اور تین دن تک وہیں مقیم رہا مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔

غزوۂ بنی نضیر:

ربیع الاول ۴ھ کو حضور نبی کریم ﷺ لشکر اسلام کے ہمراہ بنونضیر روانہ ہوئے تاکہ عبداللہ بن ابی سلول منافق جو بنونضیر کا حلیف تھا اور حقیقتاً دین اسلام کا دشمن تھا اور بنونضیر کے یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازش کر رہا تھا اس کی سرکوبی کی جائے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر لشکر اسلام کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ آپ ﷺ نے نمازِ عصر بنونضیر کے میدان میں ادا فرمائی۔ یہودیوں نے جب دیکھا کہ اسلامی لشکر ان پر حملہ آور ہو رہا ہے تو وہ قلعہ بند ہو گئے اور قلعہ کے اندر سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔

روایات میں آتا ہے کہ بنونضیر، حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے وقت سے ہی قریش کے ساتھ خط و کتابت رکھے ہوئے تھے اور وہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ غزوہ احد کے موقع پر عبداللہ بن

ابی سلول منافق جس نے غداری کی تھی اور اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا تھا اور بنونضیر کے پاس قیام پذیر تھا ان کی سازشوں کو ختم کرنے کے لئے آپ ﷺ لشکر اسلام کے ہمراہ بنونضیر کو سبق سکھانے کے لئے روانہ ہوئے۔ لشکر اسلام نے بنونضیر کا محاصرہ کر لیا جو قریباً پندرہ روز تک جاری رہا۔ اس دوران بنونضیر کا ایک ماہر تیرانداز غروا اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ قلعہ سے باہر آیا۔ آپ ﷺ کے حکم پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ غروا اور اس کے ساتھیوں کا مقابلہ کیا اور غروا کا سر قلم کر کے آپ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔

عبداللہ بن ابی سلول منافق نے بنونضیر سے وعدہ کیا کہ وہ بنوقریظہ کے ساتھ معاہدہ کر چکا ہے اور وہ عنقریب ان کی مدد کے لئے آنے والے ہیں مگر بنوقریظہ ان کی مدد کے لئے نہیں آئے۔ عبداللہ بن ابی سلول چونکہ منافق تھا اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ بنونضیر کے جب وسائل ختم ہونے لگے تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور حضور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں ان کے مال و اسباب سمیت یہاں سے جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ چھ سو اونٹوں پر اپنا مال و اسباب لاد کر مدینہ منورہ سے باہر نکل گئے۔

بنونضیر کا سردار حی بن اخطب تھا اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے معاہدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد نہ کریں گے۔ بنونضیر کے قلعے خالی ہو گئے تھے اور ان کی عداوت بے نقاب ہو چکی تھی۔ اس معرکہ میں سرکش یہودیوں کی رسوائی ہوئی اور ان کا غرور خاک میں مل گیا۔

غزوۂ بدر الموعود میں شمولیت:

احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے اعلان کیا تھا کہ وہ آئندہ سال اپنی فوج کو لے کر دوبارہ بدر کے مقام پر اکٹھا ہوگیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے یہ اعلان کیا تھا کہ ہمیں تمہاری بات منظور ہے۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی بات جھوٹی ہوئی اور وہ جنگ کی تیاری نہ کر سکا۔ اس نے اپنی شرمندگی دور کے لئے مدینہ منورہ نعیم بن مسعود اشجعی کو بھیجا جس نے مدینہ منورہ جا کر پروپیگنڈا کیا کہ مشرکین مکہ نے ایک عظیم الشان لشکر تیار کر رکھا ہے اور جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ نعیم بن مسعود مدینہ منورہ آتے وقت اپنا سر منڈوا کر آیا تھا تاکہ مسلمانوں کو پتہ چلے وہ عمرہ کر کے آرہا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ مدینہ منورہ سے باہر نہ نکلیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

> ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے سچے رسول ہیں پھر مسلمان اس قسم کی خبروں سے کیوں گھبرا رہے ہیں۔''

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ پر جانے کے لئے آمادہ کیا چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ پر جانے کا اعلان کر دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں سے کفار کا خوف جاتا رہا اور وہ بھی جوق در جوق غزوہ میں شمولیت کے حاضر ہونے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس غزوہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ بعدازاں جب ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو لشکر اسلام کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ جنگ کے لئے نکل پڑے ہیں تو اسے نہایت

شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

غزوۂ بنی مصطلق:

مدینہ منورہ سے یہودیوں کی جلاوطنی کے بعد مشرکین مکہ اور یہودیوں کے روابط مزید مضبوط ہو گئے اور انہوں نے مشترکہ طور پر حضور نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کے خلاف سازشوں کا آغاز کر دیا۔ آپ ﷺ کو جب کسی سازش کی خبر ملتی آپ ﷺ لشکر اسلام کے ہمراہ اس سازش کو ختم کرنے کے لئے روانہ ہو جاتے چنانچہ محرم الحرام ۵ ھ میں آپ ﷺ ذات الرقاع کی مہم پر چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ کے شمال میں بنو غطفان کی سرحد پر تشریف لے گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس مہم میں لشکر اسلام کے ہمراہ تھے۔ لشکر اسلام جب بنو غطفان پہنچا تو یہودی قبائل لشکر اسلام کی ہیبت کی وجہ سے فرار ہو گئے۔

ربیع الاول ۵ ھ میں ایک مرتبہ پھر خبر آئی کہ دومۃ الجندل میں کفار کا ایک عظیم لشکر اکٹھا ہو رہا ہے اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ہمراہ لئے اور ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس مہم میں حضور نبی کریم ﷺ کے شانہ بشانہ تھے۔ جب لشکر اسلام دومۃ الجندل پہنچا تو کفار میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے اور حضور نبی کریم ﷺ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

شعبان ۵ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے ان گذشتہ واقعات کے پس منظر میں لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا اور مدینہ منورہ سے مریسیع پہنچے تا کہ بنی مصطلق جو سازشوں میں مصروف تھے ان کی سرکوبی کی جا سکے۔ بنی مصطلق، لشکر اسلام کے سامنے صف آراء ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی صفوں کو منظم کیا اور ان

پرتابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے جس سے بنی مصلطق کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں اپنی بہادری کے بے مثال جوہر دکھائے۔ اس غزوہ میں بنی مصطلق کے رئیس حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ''جویریہ'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور ام المومنین کے لقب سے سرفراز ہوئیں۔

غزوۂ خندق:

مدینہ منورہ اور اس کے گرد ونواح میں رہنے والے یہودیوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل عزت و وقار حاصل تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ آئے اور مدینہ منورہ میں دین اسلام کی ترقی کا دور شروع ہوا تو ان یہودیوں کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کر لئے جن کی رو سے وہ مشرکین مکہ کا ساتھ نہ دیں گے اور اگر انہیں کوئی خطرہ لاحق ہو گا تو مسلمان ان کا ساتھ دیں گے۔ یہود ان معاہدوں کے باوجود دل میں بغض رکھتے تھے اور موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ یہودیوں نے مشرکین مکہ بالخصوص قریش کے ساتھ اپنے روابط بڑھانے شروع کئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہودیوں کی ان سازشوں کی خبر ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو مدینہ سے باہر نکال دیا۔

ذیقعدہ ۵ ھ کو دشمنانِ اسلام کا یہ گٹھ جوڑ چوبیس ہزار کے لشکر کی صورت میں مدینہ منورہ کی جانب جنگی ساز و سامان سے لیس ہو کر حملے کے لئے آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس لشکر کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک لشکر تشکیل دیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے شہر کے گرد ایک خندق کی کھدوائی شروع کی جس کی لمبائی قریباً ساڑھے تین میل

اور چوڑائی قریباً پانچ گز تھی۔ اس خندق کی گہرائی پانچ گز تھی اور اس خندق سے نکلنے والی مٹی اور پتھروں کو خندق کے کنارے اس طرح لگا دیا کہ اس نے ایک مورچہ کی شکل اختیار کر لی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے خندق کی کھدائی کے لئے دس دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ٹولیاں بنائیں اور خود بھی خندق کی کھدائی میں حصہ لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی خندق کی کھدائی میں شامل تھے۔

مشرکین کا لشکر جب مدینہ منورہ کی سرحد پر پہنچا تو شہر کے گرد خندق دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور تیراندازی شروع کر دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جواباً تیر چلائے۔ کم و بیش بیس دن کے محاصرہ کے بعد اللہ عزوجل نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور ایک تیز آندھی آئی جس نے مشرکین کے خیمے اکھاڑ دیئے اور مشرکین جو خود کئی روز کے اس محاصرے سے تنگ آ چکے تھے اور ان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء ختم ہو چکی تھیں میدانِ جنگ سے بھاگ گئے۔

روایات میں آتا ہے عرب کا مشہور شہسوار عمرو بن عبدو اس جانب سے خندق پار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ عمرو بن عبدو کے بارے میں مشہور تھا وہ اکیلا سو کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے للکارا اور فرمایا۔

"اے عبدو کے بیٹے! مجھے معلوم ہے تو نے اعلان کر رکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تجھ سے دو باتوں کا مطالبہ کرے تو ایک بات تو ضرور مان لے گا؟"

عمرو بن عبدو نے مغرورانہ لہجے میں کہا ہاں! میں نے اعلان کر رکھا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے دعوتِ اسلام دی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے۔ عمرو بن عبدو نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات سننے کے بعد کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر میری دوسری بات یہ ہے کہ آ اور مجھ سے مقابلہ کر۔ عمرو بن عبدو بولا میرے تمہارے والد کے ساتھ اچھے تعلقات تھے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ تو میری تلوار کا نشانہ بنے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تو میری تلوار سے جہنم واصل ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر عمرو بن عبدو غصے میں آ گیا اور تلوار لہراتا ہوا آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور اگلے ہی لمحے عمرو بن عبدو کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ کفار نے اپنے سردار عمرو بن عبدو کا سر قلم ہوتے دیکھا تو ان کے حوصلے پست پڑ گئے اور وہ میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔

کتب سیر میں کفار کے محاصرے کی مدت بیس روز بیان کی جاتی ہے۔ بیس روز کے محاصرے کے بعد شدید طوفان آیا جس سے کفار کے خیمے اکھڑ گئے اور ان کے بدن طوفانی ہواؤں سے چھلنی ہونے لگے۔ اس خوف و ہراس کی کیفیت کو دیکھ کر ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) جو کہ کفار کے تمام لشکروں کا سالارِ اعلیٰ تھا وہ سمجھا شاید قیامت آ گئی ہے۔ اس نے ڈر کے مارے اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیا۔

غزوۂ بنوقریظہ:

حضور نبی کریم ﷺ غزوۂ خندق کے بعد گھر تشریف لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اللہ عزوجل فرماتا ہے ابھی آپ ﷺ اپنے ہتھیار نہ کھولیں کیونکہ بنوقریظہ کا معاملہ ابھی باقی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے اسی وقت اعلان کروا دیا کہ کوئی بھی شخص نمازِ عصر ادا نہ کرے یہاں

تک کہ ہم بنو قریظہ پہنچ جائیں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر لے کر بنو قریظہ پہنچے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک دستہ کے ہمراہ مقدمۃ الجیش پر مقرر فرمایا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کا جھنڈا بنو قریظہ کے قلعہ کے سامنے گاڑ دیا۔ بنو قریظہ جو اچانک لشکر اسلام کے آنے کا سن کر قلعہ بند ہو گئے تھے انہوں نے قلعہ کی چھتوں پر چڑھ کر گالی گلوچ شروع کر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی اس دوران بنو قریظہ پہنچ گئے اور آپ ﷺ نے قلعہ کے محاصرے کا حکم دے دیا۔ پچیس روز کے محاصرے کے بعد بنو قریظہ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جائے وہ جو فیصلہ کریں گے انہیں منظور ہو گا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کہ غزوۂ خندق میں تیر لگنے سے زخمی ہو گئے تھے انہیں بنو قریظہ بلایا گیا اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کا مال و اسباب کو ضبط کر لیا جائے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ اس روشنی میں کیا کہ بنو قریظہ نے غزوۂ خندق میں کفار اور دیگر یہودی قبائل کو پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے اور پندرہ سو ڈھالیں فراہم کی تھیں۔ آپ ﷺ کے حکم پر ایک خندق کھودی گئی جہاں مردوں کو ایک ایک کر کے لایا جاتا اور حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم ان کی گردنیں اڑاتے جاتے تھے۔ ان مردوں میں حی بن اخطب بھی شامل تھا جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مارا۔

بنو سعد کی سرکوبی کے لئے لشکر کا سالار مقرر کیا جانا:

۶ ھ میں بنو سعد جو کہ فدک کے گردونواح میں واقع تھے انہوں نے خیبر

کے یہودیوں کے ساتھ مل کر سازش تیار کی کہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب خبر ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سو مجاہدین کے ہمراہ بنوسعد کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور ہدایت فرمائی کہ رات کو سفر کرنا اور دن میں قیام کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور فدک وخیبر کے درمیان غمج نامی چشمہ پر پہنچ گئے جہاں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو گرفتار کیا اور اس سے بنوسعد کی جنگی تیاریوں کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس شخص نے پہلے تو انکار کیا مگر جب اس سے سختی سے پوچھا گیا تو اس نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ میں بنوسعد کا جاسوس ہوں اور خیبر کے یہودیوں کے پاس فوجی تعاون کی شرائط طے کرنے گیا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے جان بخشی کا وعدہ کرتے ہوئے اس سے بنوسعد کی فوجی قوت کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بنوسعد کی بے خبری میں ان پر ایک زوردار حملہ کر دیا جس سے بنوسعد منتشر ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں اپنے لشکر کے ہمراہ ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔ بنوسعد کو منتشر کرنے سے خیبر کے یہودی جو یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ اگر وہ مدینہ منورہ پر حملہ کریں تو بنوسعد ان کی مدد کریں گے ان کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔

رسول اللہ ﷺ کا نام نہ مٹانے کا فیصلہ:

یکم ذی الحجہ ۹ھ میں حضور نبی کریم ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ منورہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے جو کہ حدیبیہ کے مقام پر جا کر بیٹھ گئی۔ حدیبیہ گاؤں مکہ مکرمہ سے بارہ میل کے فاصلے پر جانب مغرب واقع ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ

نے جب دیکھا ان کی اونٹنی اس مقام سے آگے بڑھنے میں انکاری ہے تو آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہاں قیام کرنے کا حکم دیا۔ حدیبیہ میں قیام کے دوران ہی آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ مشرکین مکہ نے ان کی آمد کو غلط انداز میں لیا ہے اور وہ ان سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا تا کہ وہ معززین مکہ کو جا کر بتائیں ہم صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جس وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ابان بن سعید بن العاص سے ہوئی جن کے ہمراہ آپ رضی اللہ عنہ ان کے گھر روانہ ہو گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابان بن سعید بن العاص کے ہمراہ حضور نبی کریم ﷺ کا پیغام ابوسفیان اور دیگر معززین مکہ کو پہنچایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس پیغام کے جواب میں انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا ہم تمہیں بیت اللہ شریف کے طواف کی اجازت دیتے ہیں لیکن حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر لشکر اسلام کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک طوافِ کعبہ نہ کروں گا جب تک حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بیت اللہ شریف کا طواف نہ کر لیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس انکار کے بعد معززین مکہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا جس کے بعد لشکر اسلام میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ

گئے۔ آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بات پر بیعت کی کہ جب تک ہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ نہیں لے لیتے تب تک ہم میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہ کریں گے خواہ ہماری جانیں ہی کیوں نہ چلی جائیں۔

اس بیعت میں حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا بایاں ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کے لئے پیش کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور نبی کریم ﷺ کے دست حق پر اس بیعت کو بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

> ''اے پیغمبر! جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ حقیقت میں اللہ سے بیعت کر رہے تھے اور ان کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں تھا پس جس نے اس عہد کو توڑا اس نے عہد شکنی کی اور اس پر اس کا وبال عنقریب پڑے گا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا اس نے اللہ کے ساتھ کیا گیا وعدہ پورا کیا پس اللہ عنقریب اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔''

جب معززین مکہ کو اس بیعت کی خبر ہوئی تو وہ پریشان ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا اور ساتھ ہی صلح کے لئے ایک وفد سہیل بن عمرو کی قیادت میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ سہیل بن عمرو نے آپ ﷺ سے بات چیت شروع کی اور جب مذاکرات کامیاب ہو گئے تو آپ ﷺ نے حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ معاہدہ تحریر کریں۔ سہیل بن عمرو نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس معاہدہ کو یا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تحریر فرمائیں گے یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ معاہدہ تحریر فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے اس لئے تم لکھو بسمک۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی جانب دیکھا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم

باسمک اللھم

لکھ لو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق لکھ دیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ ﷺ

لکھو۔ سہیل بن عمرو نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ ہم آپ ﷺ کو رسول نہیں مانتے اس لئے یہاں محمد بن عبداللہ (ﷺ) لکھا جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی جانب دیکھتے ہوئے فرمایا میں ایسا نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر خود رسول اللہ کے لفظ مٹا دیئے اور ان کی جگہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) لکھ دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''میں محمد رسول اللہ (ﷺ) ہوں اور محمد بن عبداللہ (ﷺ) بھی ہوں۔''

جب معاہدہ تحریر ہو گیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اس پر دستخط کیے۔

فاتح خیبر:

معاہدہ حدیبیہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کو اس بات پر اطمینان ہو گیا کہ اب کچھ عرصہ تک مشرکین مکہ کی جانب سے کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو گا تو آپ ﷺ نے اب مدینہ منورہ کے اطراف میں واقع ان سازشی قبائل کی جانب اپنی توجہ مرکوز فرمائی جو آئے دن مدینہ منورہ کا سکون برباد کرنے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بناتے رہتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے خیبر کا رخ کیا۔ خیبر شہر میں کئی بلند ٹیلے اور پہاڑ تھے اور یہ خالصتاً یہودی بستی تھی اور ان یہودیوں نے خیبر میں بے شمار قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ خیبر، مدینہ منورہ سے اسی میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ سے قریباً سولہ سو جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو کہ اس وقت آشوبِ چشم کے مرض میں مبتلا تھے وہ بھی لشکر میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔

لشکر اسلام نے سب سے پہلے خیبر کے قلعہ ناعم پر حملہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام کے ایک گروہ نے قلعہ ناعم پر حملہ کیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے نہایت دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا اور بالآخر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ قلعہ ناعم کے بعد لشکر اسلام نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی یہاں تک کہ قلعہ قموص کے علاوہ خیبر کے تمام قلعے فتح کر لئے۔ قلعہ قموص کا شمار خیبر کے سب سے مضبوط قلعوں میں ہوتا تھا اور اس قلعے میں یہودیوں کا سردار مرحب رہتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر اسلام کو حکم دیا کہ وہ قلعہ قموص کا محاصرہ کر لیں۔ لشکر اسلام نے قلعہ قموص کا محاصرہ کرنے کے بعد اس پر کئی تابڑ توڑ حملے کئے لیکن فتح نصیب نہ

ہوئی اور انہیں یہودیوں کی جانب سے بھی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دیکھا کئی روز کے محاصرے اور تابڑ توڑ حملوں کے باوجود قلعہ فتح نہیں ہو رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کیا۔

''کل میں علم اس شخص کو عطا کروں گا جس سے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اس شخص کے ہاتھوں قلعہ فتح فرمائے گا۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ علم اسے عطا ہو۔ اگلے روز جمعہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد دریافت کیا علی (رضی اللہ عنہ) اس وقت کہاں ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو ابھی تک آشوبِ چشم کے مرض میں مبتلا تھے اور اسی وجہ سے جنگ میں عملی طور پر حصہ بھی نہ لے سکے تھے انہیں بلایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا علی (رضی اللہ عنہ) کیسے ہو؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آنکھیں دکھتی ہیں اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہ)! میرے پاس آجاؤ۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن نکالا اور اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر لگا دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تکلیف جاتی رہی اور آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا آپ رضی اللہ عنہ کو عطا کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن

لگانے کے بعد مجھے کبھی آنکھوں کی کوئی بیماری نہ ہوئی بلکہ میری آنکھیں پہلے سے زیادہ روشن ہوگئیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لشکرِ اسلام کے ہمراہ قلعہ قموص کے دروازے پر پہنچے اور جھنڈا دروازے کے پاس گاڑ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس دوران ایک یہودی نے قلعہ کی چھت سے پوچھا تم کون ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں علی (رضی اللہ عنہ) بن ابی طالب ہوں۔ اس یہودی نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا نام سنا تو کانپ اٹھا اور کہنے لگا۔

''تورات کی قسم! یہ شخص قلعہ فتح کیے بغیر ہرگز نہیں جائے گا۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ قموص پر حملہ کیا تو یہودیوں کے سردار مرحب کا بھائی حارث کئی یہودیوں کے ہمراہ مقابلے کے لئے نکلا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا اور لشکرِ اسلام نے باقی کے تمام یہودیوں کو جہنم واصل کر دیا۔ مرحب کو جب اپنے بھائی کے قتل کی خبر ہوئی تو وہ غیظ و غضب کے عالم میں ایک لشکر کے ہمراہ قلعہ قموص سے باہر نکلا اور با آوازِ بلند کہنے لگا۔

''خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، سلح پوش ہوں، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

''میں وہ ہوں میری ماں نے میرا نام شیر رکھا تھا اور میں دشمنوں کو نہایت تیزی سے قتل کرتا ہوں۔''

مرحب نے جب حضرت سعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کلام سنا تو غصے میں اس

نے تلوار کا وار کیا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے روک لیا اور اس پر جوابی وار کیا اور ایک ہی وار میں اس کا سر قلم کر دیا۔ مرحب کی لاش گرتے ہی لشکر اسلام نے یہودی لشکر پر حملہ کر دیا جس نے بے شمار یہودی مارے گئے اور باقی جو بچ گئے وہ قلعہ کے اندر بھاگ گئے اور قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا بھاری بھرکم دروازہ اکھاڑ پھینکا اور لشکر اسلام قلعہ قموص میں داخل ہو گیا۔ یہودیوں نے شکست تسلیم کرتے ہوئے امان طلب کی اور آئندہ سے بدعہدی سے توبہ کر لی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ کی شرط پر ان سے صلح کر لی۔

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی مدد نہ کرنے کا فیصلہ:

رمضان المبارک ۸ ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے اسلام لشکر کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور یہ وہی شہر تھا جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آٹھ برس قبل انتہائی نامساعد حالات میں ہجرت کرنا پڑی تھی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آبائی شہر تھا اور مکہ مکرمہ پر لشکر اسلام کی چڑھائی کی وجہ یہ ہوئی کہ مشرکین مکہ نے معاہدہ حدیبیہ کی دو برس تک پابندی کی اور پھر انہوں نے بنی بکر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنی خزاعہ کو نقصان پہنچایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے سامنے تین شرائط رکھیں۔

۱۔ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش بنی بکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائے۔

۳۔ اگر پہلی دونوں شرائط منظور نہیں تو اعلان کر دیں کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا ہے۔

مشرکین مکہ نے اس وقت تک گھمنڈ میں یہ کہہ دیا کہ ہم معاہدہ حدیبیہ کو ختم کرتے ہیں مگر بعد میں انہیں احساس ہوا کہ وہ غلطی پر ہیں۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے انہوں نے سرداران مکہ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس وقت مسلمانوں کی طاقت بہت زیادہ ہے اور ہم ان سے دشمنی مول نہیں لے سکتے مگر سرداران مکہ نے ان کی باتوں کو نظر انداز کر دیا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے معاہدہ حدیبیہ کو بچانے کی کوشش میں مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا اور مدینہ منورہ آنے کے بعد اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس بستر پر بیٹھنے سے منع کر دیا اور فرمایا یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے آنے کا مدعا بیان کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی بات کا کوئی جواب نہ دیا جس پر ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن انہوں نے بھی ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ)، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی گئے لیکن انہوں نے بھی ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

تاریخ اسلام کے سنہری دور کا آغاز:

جب حضرت ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) ناکام ہو کر واپس لوٹ گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور اس مقصد کے

لئے اپنے تمام حلیف قبائل کو بھی حکم نامے بھیج دیئے۔ کسی بھی صحابی نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ بات پوچھنے کی جرأت نہ کی کہ وہ کس سے جنگ کی تیاری کا حکم دے رہے ہیں یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی کسی صحابی حتیٰ کہ اپنے رازدان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ وہ کس سے جنگ کرنا چاہتے ہیں؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہتھیار نکال رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ جنگ کی تمام تیاریاں انتہائی خاموشی کے ساتھ ہوتی رہیں حتیٰ کہ ۱۰ رمضان المبارک ۸ ھ کو حضور نبی کریم ﷺ اپنے دس ہزار جانثاروں کے ہمراہ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔

لشکر اسلام جب مقام جحفہ پہنچا تو حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ مقام جحفہ پر حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ جو کہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے اپنے اہل وعیال کے ہمراہ حاضر ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے لشکر میں شامل ہوئے۔

مشرکین مکہ کو جب حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے تحقیق کے لئے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا اور جب ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے لشکر کا جائزہ لیا تو وہ اتنا عظیم والشان لشکر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر مشرکین مکہ سے کہا ابھی بھی وقت ہے وہ جا کر حضور نبی کریم ﷺ سے معافی مانگ لیں تا کہ صلح ہو جائے اور خطرہ ٹل جائے۔

مشرکین مکہ نے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ لشکر اسلام فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا جو شخص حرم کعبہ میں پناہ لے گا اس کے لئے امان ہے۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس کے لئے بھی امان ہے اور جو شخص ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کے گھر داخل ہو جائے گا اس کے لئے بھی امان ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ جس وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے۔ قصویٰ وہی اونٹنی تھی جو ہجرت کے وقت حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خریدی تھی اور اسی اونٹنی پر بیٹھ کر آپ ﷺ نے غزوات میں شرکت فرمائی اور آج دین اسلام کی سب سے بڑی فتح مکہ مکرمہ کے وقت بھی آپ ﷺ اسی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ ﷺ کے دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور پیچھے دس ہزار مجاہدین کا ایک لشکر عظیم تھا۔

تمہیں جو کام کہا گیا ہے تم وہ کرو:

فتح مکہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ جس بت کی جانب اشارہ فرماتے تھے وہ بت اوندھے منہ زمین پر گر جاتا تھا۔ جب تمام بت ٹوٹ گئے تو ایک بت جو سب سے بلند جگہ نصب تھا اس کو توڑنے کے لئے آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

”تم میرے کندھوں پر چڑھ کر اس بت کو توڑ دو۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

”یارسول اللہ ﷺ! میرے والدین آپ ﷺ پر قربان ہوں

آپ ﷺ میرے کندھوں پر چڑھ جائیں۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تم نبوت کا بوجھ اٹھا لو گے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی بات سن کر خاموش ہو گئے اور پھر حضور نبی کریم ﷺ کے کندھوں پر چڑھ کر اس بت کو توڑ دیا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب حضور نبی کریم ﷺ کے کندھوں پر چڑھے تو عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! تمام پردے ہٹ چکے ہیں اور میرا سر عرش کے قریب ہے اور آسمان کی ہر چیز تک میری رسائی آسان ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! تمہیں جو کام کہا گیا ہے تم وہ کرو۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بت کو توڑ دیا اور چھلانگ لگا کر حضور نبی کریم ﷺ کے کندھوں سے نیچے اتر آئے اور عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی لیکن مجھے کچھ تکلیف نہ ہوئی؟''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! تجھے کیسے تکلیف ہو سکتی تھی جبکہ تو محمد رسول اللہ (ﷺ) کے کندھوں پر تھا اور تجھے اتارنے والا جبرائیل (علیہ السلام) تھا۔''

حضور نبی کریم ﷺ جھوٹ نہیں بولتے:

روایات کے مطابق جب حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر اسلام کو خفیہ تیاریوں کا حکم دیا تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ لشکر اسلام مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہا ہے۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے یہ خط ایک عورت کو دیا جو اس خط کو اپنے بالوں میں چھپا کر مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئی۔

حضور نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اس بات کی اطلاع دی گئی اور آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور انہیں اس عورت کا حلیہ بتاتے ہوئے فرمایا فلاں جگہ فلاں حلیہ کی عورت تمہیں ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے تم وہ خط لے کر آ جاؤ۔ جب یہ تمام حضرات اس عورت کے پاس پہنچے تو اس عورت سے خط کے بارے میں دریافت کیا۔ اس عورت نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اللہ عزوجل کی قسم! حضور نبی کریم ﷺ جھوٹ نہیں بولتے۔''

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے میان سے تلوار نکالی اور اس عورت کو قتل کرنے کی دھمکی دی جس پر اس عورت نے اپنے بالوں میں سے وہ خط نکال دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ خط لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے وہ خط پڑھا تو حضور نبی کریم ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ یہ خط حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ! اس خط کو تحریر کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہ

تھا کہ میں منافق ہو گیا ہوں یا مرتد ہو گیا ہوں میں آج بھی
آپ ﷺ پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں میں نے یہ خط
صرف اس لئے تحریر کیا تا کہ قریش پر میرا حق ثابت ہو جائے
اور وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت سے غافل نہ ہوں۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اس سچ پر انہیں معاف فرما دیا۔

حنین میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑنے کا فیصلہ:

شوال ۸ ھ میں حنین کے مقام پر حق و باطل کے درمیان ایک اور معرکہ ہوا۔ مکہ مکرمہ کے نواح میں ہوازن اور ثقیف دو جنگجو قبائل رہتے تھے جنہیں دینِ اسلام اور حضور نبی کریم ﷺ سے ابتداء سے ہی شدید نفرت تھی۔ ابرہہ نے جب خانہ کعبہ پر چڑھائی کی تھی تو اس وقت بھی ایک ثقفی نے اس کی رہنمائی کی تھی۔ فتح مکہ سے قبل ہی یہ لوگ مکہ مکرمہ کے نواح میں واقع بدوؤں کو اسلام کے خلاف ابھار رہے تھے۔

ہوازن اور ثقیف قبائل کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا ہے تو انہوں نے یہ سوچ کر جنگی تیاریاں شروع کر دیں کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو شکست دے دی تو طائف کے باغات و املاک اور مکہ مکرمہ کی وادیاں سب ان کی ہو جائیں گی چنانچہ یہ قبائل چار ہزار افراد کا لشکر لے کر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی غرض سے وادی حنین میں اترے۔ حضور نبی کریم ﷺ جو کہ اس وقت مکہ مکرمہ میں موجود تھے آپ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگی تیاریاں شروع کرنے کا حکم دے دیا۔

لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی جس میں زیادہ تر نومسلم اور ناتجربہ کار تھے۔ اس کے علاوہ دو ہزار ایسے افراد بھی تھے جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے لیکن مالِ غنیمت کی لالچ میں ساتھ ہو لئے تھے۔ ان تمام کمزوریوں کے باوجود لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تھی جبکہ بنو ہوازن اور بنو ثقیف کی تعداد چار ہزار تھی۔ لشکر اسلام کی اس کثرت کو دیکھ کر نومسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ آج ہمیں کون شکست دے گا اور ہم پر کون غلبہ پائے گا۔ اللہ عزوجل کو ایسے الفاظ پسند نہیں تھے چنانچہ اللہ عزوجل نے سورۂ توبہ میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"بے شک اللہ پہلے بھی میدانِ جنگ میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور اب حنین کے موقع پر بھی جب تم اپنی کثرت پر فخر کر رہے تھے اور وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تنگ کر دی گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوج بھیجی جو تم نے نہیں دیکھی۔"

بنو ہوازن جو تیراندازی کے ماہر تھے انہوں نے لشکر اسلام پر تیروں کی ایسی بوچھاڑ کی لشکر اسلام میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ تمام نومسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔ میدانِ جنگ سے فرار ہونے والوں میں دو ہزار افراد کا وہ گروہ بھی شامل تھا جو صرف مالِ غنیمت کی لالچ میں لشکر اسلام کے ہمراہ آیا تھا۔ اب میدانِ جنگ میں حضور نبی کریم ﷺ کے جانثاروں کے سوا کوئی موجود نہ تھا۔ ان جانثاروں میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت

علی المرتضیٰ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت موجود تھی۔ غزوۂ حنین میں فتح لشکر اسلام کی ہوئی اور اس معرکہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے جبکہ بنو ہوازن کے اکہتر افراد مارے گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم وادیٔ حنین کی جانب روانہ ہوئے اور دشمن جو پہلے سے ہی وادی کی گھاٹیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا اس نے ہم پر حملہ کر دیا اور ہم شکست کھا کر یوں بکھر گئے کہ کوئی واپس پلٹتے نہیں تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ ایک جگہ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے پکارا۔

''کہاں جاتے ہو میری جانب آؤ میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد (ﷺ) بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہوں۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کی اس پکار کا کچھ اثر نہ ہوا اور ہر کوئی بھاگ رہا تھا۔ اس موقع پر مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگ اور آپ ﷺ کے خاندان کے افراد کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے خاندان کے افراد میں سے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سیّدنا عباس، حضرت سیّدنا فضل بن عباس، حضرت اسامہ بن زید، حضرت ربیعہ بن حارث اور حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہم تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''با آوازِ بلند پکاریں کہ اے معشر انصار! اے بیعت رضوان

کرنے والو!"

چنانچہ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یونہی پکارا تو لوگ پلٹے اور جواب میں لبیک لبیک کہنا شروع کر دیا۔

غزوۂ طائف میں شمولیت:

۸ھ میں جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو حکم دیا کہ وہ طائف کا محاصرہ کر لیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر لشکر اسلام نے طائف کا محاصرہ کر لیا جو کئی دن تک جاری رہا مگر اس عرصہ میں لشکر اسلام کو کوئی قابل ذکر کامیابی نہ ملی بلکہ کئی مسلمان شہید ہو گئے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے محاصرہ کے دوران ایک خواب دیکھا کہ ایک دودھ کا پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی دودھ نوش فرمانا چاہا ایک مرغ آیا اور اس نے چونچ مار کر وہ پیالہ الٹا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کا ذکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تعبیر الرویاء کے ماہر تھے انہوں نے فرمایا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طائف کی فتح نہیں ہے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم درست کہتے ہو اور میں نے بھی اس خواب کی یہی تعبیر نکالی ہے۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔

خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کی بیوی تھیں انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طائف کی فتح نصیب ہو تو بادیہ بنت غیلان کا زیور مجھے عطا فرمائیے گا کیونکہ بنی ثقیف میں کسی اور عورت کے پاس اتنا زیور نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اے خولہ (رضی اللہ عنہا)! مجھے ابھی بنی ثقیف کے متعلق کچھ حکم نہیں ہوا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو محاصرہ ختم کرنے کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے خولہ رضی اللہ عنہا کی نسبت فلاں بات کا علم ہوا ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! ایسا ہی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''اگر حکم ہو تو میں لشکر کے کوچ کرنے کا اعلان کروں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لشکر کے کوچ کرنے کا اعلان کیا۔

روایات میں آتا ہے کہ طائف کے محاصرے کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک مختصر سے لشکر کے ہمراہ طائف کے نواح میں بھیجا تا کہ وہ اردگرد موجود بت خانوں کو ختم کر سکیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جب لشکر لے کر نکلے تو آپ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ اوطاس کی گھاٹیوں میں موجود بنو ہوازن اور بنو ثقیف کے ایک لشکر سے ہوا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مختصر سے معرکہ کے بعد زیر کر لیا۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے طائف کے اردگرد کے تمام علاقے کو بت خانوں سے

پاک کر دیا۔

بنی طے کی سرکوبی کے لئے لشکر کا سالار مقرر کیا جانا:

منقول ہے ۹ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس سواروں کے ہمراہ قبیلہ طے کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور حکم دیا کہ بنی طے کے بت خانے کو مسمار کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ تیز رفتاری سے بنی طے پر حملہ آور ہوئے کہ انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بنی طے کا بت خانہ جلا کر راکھ کر دیا جبکہ بنی طے کے لوگ فرار ہو گئے۔ اس معرکہ میں بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بنی طے کا حاکم عدی بن حاتم شام کی جانب فرار ہو گیا جبکہ قبیلہ طے کے مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی کو لشکرِ اسلام نے قیدی بنایا جسے مدینہ منورہ میں لا کر حضور نبی کریم ﷺ کے حکم پر قید خانے میں قید کر دیا گیا۔

غزوۂ تبوک:

رجب المرجب ۹ ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے شام اور مصر کے عیسائی رومیوں کی سرکوبی کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے تیس ہزار مجاہدین کا لشکر تیار کیا گیا۔ جس وقت غزوۂ تبوک کے لئے تیاریاں شروع کی گئیں وہ گرمیوں کا موسم تھا اور لشکرِ اسلام کو مالی و حربی وسائل کی کمی کا سامنا تھا۔ آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں سے کہا وہ اپنی استطاعت کے مطابق جنگ میں حصہ لیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جنگ کے لئے نو سو اونٹ، سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار فراہم کیے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم جنگ کے لئے

فراہم کیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال جنگ کے لئے فراہم کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال جنگ کے لئے فراہم کر دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ جب یہ قافلہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو اس میں دس ہزار پیادہ اور بیس ہزار پیدل تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اہل بیت کی حفاظت اور نگرانی پر مامور فرمایا اور جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ سامان کی کمی کی وجہ سے اکثر جگہوں پر درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑا۔

لشکر اسلام جب عرب اور شام کی سرحد پر واقع تبوک کے مقام پر پہنچا تو اس نے وہاں پڑاؤ کیا۔ اس دوران راستہ میں موجود بے شمار علاقے اسلامی مملکت کا حصہ بنے۔ قیصر روم نے شام کی سرحد سے اپنے لشکر کو واپس بلا لیا اور اسلامی لشکر بیس روز تک تبوک کے مقام پر قیام پذیر رہا۔

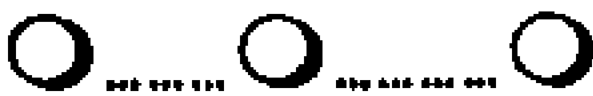
تبوک سے واپسی کے بعد جزیرۂ عرب کے دور دراز علاقوں سے بے شمار وفود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں سورۂ نصر اس بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۔

''پس اللہ کی مدد آن پہنچی اور فتح نصیب ہوئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوئے۔''

روایات کے مطابق غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہوتے وقت حضور نبی کریم ﷺ نے پہلی مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ نہیں رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اہل بیت کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے لشکر لے کر نکلے تھے کہ منافقوں نے باتیں کرنی شروع کر دیں حضور نبی کریم ﷺ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہیں لے گئے کہ انہیں آپ رضی اللہ عنہ کی صحبت ناگوار گزرتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس موضع شرف پہنچے اور صورتحال سے آگاہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارا مقام میرے نزدیک ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا اور فرق صرف اتنا ہے ہارون علیہ السلام پیغمبر تھے جبکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''



تبلیغ اسلام کے لئے یمن روانگی

فتح مکہ کے بعد ۸ ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملک یمن روانہ کیا تا کہ وہ وہاں دین اسلام کی تبلیغ کر سکیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یمن پہنچ کر دین اسلام کی تبلیغ کا کام اس مؤثر انداز میں کیا کہ یمن کا سب سے بڑا قبیلہ ہمدان دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

۱۰ ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین سو سواروں کے ہمراہ ملک یمن روانہ کیا۔ اس مہم میں روانگی کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا اور سیاہ علم آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اہل کتاب کے پاس بھیج رہے ہیں میں جوان ہوں ان لوگوں کے متعلق فیصلہ کرنا میرے لئے مشکل ہو گا۔''

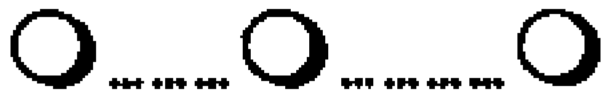
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا اور دعا فرمائی۔

''الٰہی! علی (رضی اللہ عنہ) کے سینہ کو کشادہ فرما دے اس کی زبان کو راست گو بنا دے اور اس کے دل کو نورِ ہدایت سے منور فرما

دے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ملک یمن روانہ ہوئے اور لوگوں کو دعوتِ حق دی جس کو اہل یمن نے قبول کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی تبلیغی کاوشوں سے بے شمار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

ملک یمن میں مذحج کے مقام پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ایک قبیلے سے ہوا جس نے آپ رضی اللہ عنہ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے تین سو سواروں کے مختصر لشکر کے ہمراہ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جس کے بعد وہ میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔



نقیب اسلام

غزوہ تبوک سے واپسی پر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرماتے ہوئے تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ حج کی غرض سے بھیجا اور یہ بعثت نبوی ﷺ کے بعد پہلا باقاعدہ حج تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اس حج میں حضور نبی کریم ﷺ کی جانب سے امیر مقرر کیے گئے تھے جو اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہی حضور نبی کریم ﷺ کے بعد منصب امارت کے حقدار تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ امیر حج بنائے جانے سے سے قبل بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کئی اہم ذمہ داریاں سونپتے رہے تھے اور اب آپ رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے امیر حج کے تمام فرائض ادا کیے اور اپنے ساتھیوں کے کھانے پینے اور سونے کا برابر انتظام کرتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کو اس طریقے سے منظم کیا کہ دشمنانِ اسلام یہی سمجھتے رہیں کہ مسلمان تعداد میں ان کی توقع سے بہت زیادہ ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب ہم مقامِ عرج پر پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں فجر کی نماز کے لئے پکارا۔ اس دوران ہم نے اونٹنی کے بلبلانے کی آواز سنی۔ آپ رضی اللہ عنہ ہم سے فرمانے لگے کہ یہ

حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی قصویٰ کی آواز ہے اور شاید حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف لائے ہوں۔ اگر حضور نبی کریم ﷺ خود ہوں گے تو ہم حضور نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کلام جاری تھا کہ اس دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

"اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیسے آئے ہو کیا قاصد بن کر آئے ہو یا قائد بن کر؟"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا۔

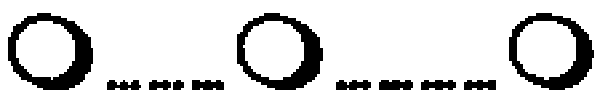
"میں قائد نہیں قاصد بن کر آیا ہوں اور حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے سورۂ توبہ دے کر بھیجا ہے کہ میں یہ حج کے دن لوگوں کو سناؤں۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے اور خانہ کعبہ کا طواف کر چکے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں مناسک حج کی تعلیم دی۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سورۂ توبہ کی تلاوت فرمائی اور اعلان کیا اب کوئی بھی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو گا، کوئی شخص برہنہ خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر عرفہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کا خطبہ دیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سورۂ توبہ کی ایک

مرتبہ پھر تلاوت فرمائی۔ پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قربانی کا حکم دیا تو قربانی کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پھر سورۂ توبہ کی تلاوت کی اور پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سعی کا طریقہ بتایا اور سعی کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سعی کے بعد پھر سورۂ توبہ کی تلاوت فرمائی۔ یوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق چار مرتبہ سورۂ توبہ کی تلاوت فرمائی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا جبکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نقیب اسلام مقرر فرمایا اور حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کو معلم بنایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جانب سے قربانی کے لئے بیس اونٹ بھی دیئے۔



حجۃ الوداع میں شمولیت

روایات میں آتا ہے کہ ملک یمن کے کامیاب سفر کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی جانب عازمِ سفر ہوئے تو راستہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضور نبی کریم ﷺ حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اس خبر کے ملتے ہی مکہ مکرمہ کی جانب عازمِ سفر ہوئے اور منزل بہ منزل سفر کرتے مکہ مکرمہ پہنچے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کی حدود میں داخل ہونے لگے تو احرام باندھ لیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے یمن کے دورے کی تفصیلات بیان کیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی تبلیغی کاوشوں کو سراہتے ہوئے فرمایا۔

"علی (رضی اللہ عنہ)! تم طوافِ کعبہ کے بعد اپنا احرام کھول دو۔"

منقول ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! میں نے جب یہ احرام باندھا تھا تو یہ نیت کی تھی کہ اے اللہ! میں وہ احرام باندھ رہا ہوں جو تیرے حبیب ﷺ نے باندھا ہے۔"

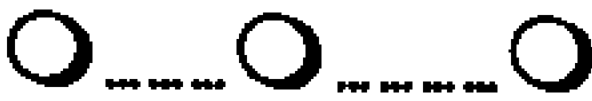
حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا۔

"کیا تمہارے پاس قربانی کے لئے اونٹ ہیں؟"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس قربانی کے لئے کوئی جانور موجود نہیں۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم فکر نہ کرو اور پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی قربانی کے جانوروں میں شریک فرما لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی اور یہ آخری حج ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں کیا اسی لئے اس حج کو تاریخ میں حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔



مدنی زندگی کے اہم واقعات

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں شب و روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کی مدنی زندگی کے چند اہم واقعات بطور نمونہ بیان کیے جا رہے ہیں۔

اللہ عزوجل کا وعدہ:

حضرت عبیداللہ بن محمد بن عائشہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سائل آیا اور سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنی ماں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میں نے انہیں جو چھ درہم دیئے ہیں ان میں سے ایک درہم دے دیں۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ گئے اور آ کر کہا والدہ کہتی ہیں وہ چھ درہم آپ رضی اللہ عنہ نے آٹے کے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آدمی کا ایمان سچا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس بندہ کو اس چیز پر جو اللہ عزوجل کے قبضہ میں ہے زیادہ اعتماد نہ ہو بہ نسبت اس چیز کے جو کہ بندہ کے قبضہ میں ہے۔ تم جا کر اپنی ماں سے کہو وہ چھ درہم دے دیں چنانچہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے وہ چھ درہم بھجوا دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ چھ کے چھ درہم اس سائل کے حوالے کر دیئے۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں داخل بھی نہ ہوئے تھے

ایک شخص آیا اس کے پاس ایک اونٹ تھا اور وہ اس اونٹ کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا وہ یہ اونٹ کتنے میں بیچنا چاہتا ہے؟ اس شخص نے کہا میں اسے ایک سو چالیس درہم میں فروخت کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس اونٹ کو ادھر باندھ دے مگر ایک شرط پر کہ میں اس کی قیمت کچھ دیر میں ادا کروں گا۔ اس شخص نے رضامندی ظاہر کر دی اور اونٹ باندھ کر چلا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابھی کھڑے ہی تھے کہ ایک اور شخص آیا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا یہ اونٹ کس کا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اونٹ میرا ہے۔ اس شخص نے کہا کیا آپ رضی اللہ عنہ کا ارادہ اسے بیچنے کا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ اس شخص نے قیمت پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اونٹ کی قیمت دوسو درہم بتائی۔ اس آدمی نے دوسو درہم دے کر وہ اونٹ لے لیا۔ کچھ دیر بعد وہ شخص آیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ نے اونٹ لیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ایک سو چالیس درہم دیئے اور ساٹھ درہم لے کر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں وہ ساٹھ درہم دے دیئے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ کہاں سے آئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وہ ہیں جس کا اللہ عزوجل نے وعدہ کیا ہے اور ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اللہ عزوجل کی راہ میں ایک خرچ کرے گا اسے دس ملیں گے چنانچہ میں نے اس سائل کو چھ درہم دیئے اور اللہ عزوجل نے مجھے ان کے عوض ساٹھ درہم دے دیئے۔

سورج واپس لوٹ آیا:

غزوۂ خیبر سے واپسی پر مقام صہبا پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھا اور سو گئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز ادا نہیں فرمائی تھی اس لئے آپ رضی اللہ عنہ پریشان تھے۔ حضور نبی

کریم ﷺ کی آنکھ کھلی تو حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھ کر اس پریشانی کی وجہ دریافت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میری عصر کی نماز فوت ہوگئی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ عزوجل کے حضور دعا کی اور سورج پلٹ آیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر ادا فرمائی۔

بخشش وعطا کا معاملہ:

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو کھجوروں کے لدے ہوئے اونٹ دیئے۔ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے بعد ہمارے ساتھ ایسی بخشش وعطا کون کرے گا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابوبکر (رضی اللہ عنہ)۔ اس شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ایسی بخشش وعطا کا معاملہ کون کرے گا؟ اس شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ)۔ اس شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کے جواب کے متعلق بتایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھو ان کے بعد بخشش وعطا کا معاملہ کس کے سپرد ہوگا؟ اس شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان کے بعد یہ معاملہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے سپرد ہوگا۔ اس شخص نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دوبارہ کچھ نہ کہا۔

تیری رقم کا ضامن کون ہوگا؟:

روایات میں آتا ہے ایک اعرابی مدینہ منورہ آیا اور اس کے پاس اس

وقت چند تلواریں تھیں جنہیں وہ مدینہ منورہ میں فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کی ملاقات حضور نبی کریم ﷺ سے ہوئی اور حضور نبی کریم ﷺ کو وہ تلواریں پسند آ گئیں اور حضور نبی کریم ﷺ نے وہ تلواریں اس سے لے لیں اور رقم کی ادائیگی کے لئے چند دنوں کی مہلت طلب کی۔ وہ اعرابی واپس لوٹا تو اس کی ملاقات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اس اعرابی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی سے کہا تم نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ بات نہیں پوچھی کہ اگر ان کے ساتھ کچھ معاملہ پیش آ جائے تو پھر تمہیں ان تلواروں کی قیمت کون ادا کرے گا؟ اس اعرابی نے نفی میں سر ہلا دیا اور پھر کہا میں ابھی حضور نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کرتا ہوں۔ پھر وہ اعرابی، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اگر آپ ﷺ کے ساتھ کچھ معاملہ پیش آ جائے تو مجھے رقم کی ادائیگی کون کرے گا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر میرے ساتھ کچھ معاملہ پیش آیا تو تمہیں رقم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ادا کریں گے اور وہ میرا وعدہ پورا کریں گے۔ اس اعرابی نے جا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ معاملہ پیش آ جائے تو پھر رقم کون ادا کرے گا؟ اس اعرابی نے نفی میں سر ہلا دیا اور پھر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر پوچھا اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ معاملہ پیش آ جائے تو پھر مجھے رقم کون ادا کرے گا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں رقم عمر (رضی اللہ عنہ) ادا کریں گے اور وہ میرا وعدہ پورا کریں گے۔ اس اعرابی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر حضور نبی کریم ﷺ کے جواب سے آگاہ کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کیا تم نے یہ پوچھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اگر کچھ معاملہ پیش آ گیا تو پھر تمہیں یہ رقم کون ادا کرے گا؟ اس اعرابی نے نفی میں سر ہلا دیا اور پھر دوبارہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کچھ معاملہ پیش آ گیا تو میری رقم کا ضامن کون ہوگا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ان دونوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہوگا اس وقت تک تجھے بھی موت آ چکی ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوتِ توحید کے لئے نکلنا:

دلائل النبوۃ میں منقول ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا جب اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ قبائل عرب کو دین کی تبلیغ کریں تو ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہم ایک قبیلے کے پاس گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خیر میں سبقت لے جانے والے اور ماہر انساب تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ وہ بولے بنی ربیعہ سے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم بنی ربیعہ کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو یعنی ان کے کسی اونچے قبیلہ سے ہو یا پھر نچلے قبیلہ سے تعلق ہے؟ وہ بولے ہمارا تعلق اونچے طبقہ سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کس اونچے طبقہ سے ہے؟ وہ بولے ذہل اکبر سے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا عوف بن محلم تم سے تھا جس کے متعلق مشہور ہے عوف کی وادی میں گرمی نہیں ہے؟ وہ بولے نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا شریف النفس مزدلف تم میں سے تھا جس کی موجودگی میں

کوئی عمامہ نہ باندھتا تھا؟ وہ بولے نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا بسطام بن قیس تم میں سے تھا جو دیہاتوں کا مالک اور تمام قبائل کا منتہا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا جساس بن مرہ تم سے تعلق رکھتا تھا جو اپنی چیزوں کی اور ہمسایہ کی چیزوں کی حفاظت کرنے والا تھا؟ وہ بولے نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو پھر کیا حوفزان تم سے تھا جس نے بادشاہوں سے جنگ کی اور انہیں قتل کیا؟ وہ بولے ہر گز نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کیا تم کندی بادشاہ کے ننھیالی ہو؟ وہ بولے نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم لخمی بادشاہ کے سسرالی ہو؟ وہ بولے نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر تم ذہل اکبر نہیں بلکہ ذہل اصغر ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر ایک نوجوان جو ابھی جوانی میں قدم بھی نہ رکھ پایا تھا اس نے کہا میں بھی اس سے کچھ سوال کروں گا جس نے ہم سے سوال کیے۔ پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق کس سے ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں قریش سے ہوں۔ وہ بولا خوب تو اس کا مطلب ہے آپ رضی اللہ عنہ عرب کے شرفاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر پوچھا قریش کی کس شاخ سے آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیم بن مرہ سے۔ وہ بولا بخدا! تیر سیدھا چھاتی میں پیوست ہو گیا اور کیا قصیٰ بن کلاب، آپ رضی اللہ عنہ میں سے تھا جس نے فہر کے قبائل کو جمع کیا تھا اور اسے مجمع کہا جاتا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ وہ نوجوان بولا کیا ہاشم تم میں سے تھے جنہوں نے قحط کے زمانہ میں ثرید بنایا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ وہ بولا کیا عبدالمطلب تم میں سے تھے جو آسمان کے پرندوں کو غذا دیتے تھے اور جن کا چہرہ اندھیرے میں بھی چاند کی مانند روشن رہتا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ وہ

نوجوان بولا کیا تم ان میں سے ہو جو لوگوں پر بے پناہ احسانات کرتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ اس نوجوان نے پوچھا تو پھر کیا تم اہل ندوہ سے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ وہ نوجوان بولا تو پھر کیا اہل حجابہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔

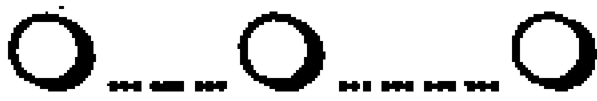
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی کی مہار موڑی اور حضور نبی کریم ﷺ کی جانب واپس لوٹ آئے۔ اس پر وہ نوجوان بولا سیلاب کے مقابلہ میں سیلاب آ گیا اور وہ کبھی اسے چیر کر اور کبھی بچ کر نکل جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس نوجوان کی بات سنی تو تبسم فرمایا۔ میں نے عرض کیا اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ تو اس جوان کے ہاتھوں مصیبت میں مبتلا ہو گئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہ)! تم درست کہتے ہو ہر پہاڑ سے اونچا ایک پہاڑ ہوتا ہے اور مصیبت اسی وقت آتی ہے جب زبان کھلتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مشکل آسان کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ صدقات کی وصولی کے لئے روانہ ہوئے تو پہلے شخص حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے ابوالفضل (رضی اللہ عنہ)! اپنی زکوٰۃ لائیے۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میرا اور تمہارا معاملہ ہوتا تو میں تمہیں بتا دیتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک آپ (رضی اللہ عنہ) کا مرتبہ بلند نہ ہوتا تو میں اس پر عمل کرتا جس کا حکم مجھے دیا گیا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ، حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور سارا ماجرا انہیں بیان کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا پس مجھے پہلے شخص جو ملے وہ آپ ﷺ کے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے مجھ سے ایسی بات کہی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تم جانتے نہیں کہ آدمی کا چچا اور اس کا باپ
ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں اب تم ان سے کچھ نہ کہنا
انہوں نے اپنی دو سال کی زکوٰۃ جمع کروا رکھی ہے۔"



حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری وصال

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل کا ایک بندہ ایسا ہے جسے اللہ عزوجل نے اختیار دیا چاہے دنیاوی دولت حاصل کرے چاہے اللہ عزوجل کے پاس رہنا پسند کرے اور پھر اس نے اللہ عزوجل کے پاس رہنا پسند کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کی بات سنی تو رو پڑے اور جان گئے آپ ﷺ کے وصال کا وقت آن پہنچا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے عرض کیا ہمارے ماں باپ حضور نبی کریم ﷺ پر قربان ہوں اس بندے سے مراد خود حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے احسان کیے اور وہ احسان مال کا بھی تھا اور صحبت کا بھی تھا اور اگر میں اللہ عزوجل کے سوا کسی کو اپنا دوست بناتا تو یقیناً ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا اور اب خلت نہیں مگر اسلامی اخوت قائم ہے اور مسجد میں تمام دروازے بند کر دو ماسوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے دروازے کے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب سورۂ نصر نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا مجھے میرے وصال کی خبر دے دی گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت سیّدہ فاطمہ

الزہرا رضی اللہ عنہا رونے لگ گئیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تم مت روؤ تم میرے اہل میں سب سے پہلے مجھ سے آن ملو گی۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے سنا تو مسکرا دیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی یہ کیفیت دیکھی تو وجہ دریافت کی مگر وہ ٹال گئیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب ایک مرتبہ پھر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے وصال کی خبر سنائی جسے سن کر میں رو پڑی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے اہل وعیال میں سب سے پہلے مجھ سے ملو گی جسے سن کر میں ہنس پڑی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کسی نے کہا انصار کے مرد اور عورتیں مسجد میں رو رہے ہیں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کے وصال کے ڈر سے رو رہے ہیں۔ آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ ﷺ نے ایک چادر لپیٹ رکھی تھی جس کے دونوں پلو کندھوں پر تھے۔ آپ ﷺ نے سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی تھی آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کے بعد فرمایا۔

"اے لوگو! لوگ تعداد میں بڑھ جائیں گے اور انصار کم ہو جائیں گے یہاں تک کہ انصار کھانے میں نمک کی مقدار برابر رہ جائیں گے جو لوگوں کے امور میں سے کسی امر کا ولی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان میں سے بھلے لوگوں کے ساتھ اچھا

سلوک کرے اور ان کے خطا کاروں سے درگزر فرمائے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال کی خبر ایک روز قبل دی۔ ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں جمع ہوئے آپ ﷺ نے ہماری جانب دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ تم لوگوں کو زندہ رکھے اور تمہاری حفاظت فرمائے۔ اللہ تم کو اپنی پناہ میں لے اور تمہاری مدد کرے اور تمہیں بلندی عطا فرمائے۔ اللہ تمہیں ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے رزق کشادہ کرے۔ اللہ تمہیں توفیق دے اور تمہیں صحیح سالم رکھے۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اسے تم پر خلیفہ مقرر کرتا ہوں جو تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوتا کہ تم اللہ کے بندوں اور اللہ کے شہروں کے بارے میں اللہ پر زیادتی نہ کرنا بے شک اللہ نے تمہارے اور میرے متعلق فرمایا ہے کہ یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں اور پرہیزگاروں کے لئے بہترین اجر ہے اور کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ نہیں ہے۔ موت نزدیک ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اور جنت الماویٰ کی جانب اور پورے پیالہ کی جانب اور رفیق اعلیٰ کی جانب لوٹ کر جانا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو غسل کون دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے اہل میں سے نزدیکی شخص۔ ہم نے عرض کیا آپ ﷺ کو کفن کون سا دیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے انہی کپڑوں سے یا یمنی چادروں میں سے یا مصر کے سفید کپڑے میں سے۔ ہم نے عرض کیا آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ کون پڑھائے گا؟ اور یہ کہہ کر ہم رو پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل تمہاری مغفرت فرمائے اور تم لوگ جب میرے غسل سے فارغ ہو چکو تو مجھے میری چارپائی پر میرے گھر میں میری قبر کے پاس رکھنا اور تھوڑی دیر کے لئے گھر سے باہر چلے جانا اس لئے کہ سب سے پہلی میری نمازِ جنازہ جبرائیل علیہ السلام پڑھیں گے، پھر میکائیل علیہ السلام، پھر اسرافیل علیہ السلام اور پھر ملک الموت مع اپنے لشکر کے اس کے بعد تمام ملائکہ اور اللہ ان سب پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور پھر تم جماعت در جماعت داخل ہونا اور مجھ پر درود و سلام پڑھنا اور کسی رونے والی سے مجھے کوئی تکلیف نہ دینا۔ ہم نے عرض کیا آپ ﷺ کو قبر مبارک میں کون اتارے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے گھر کے لوگ مع ملائکہ کے اور ملائکہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے اور تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔

روایات میں آتا ہے ۲۸ صفر المظفر کو حضور نبی کریم ﷺ جنت البقیع تشریف لے گئے اور جنت البقیع سے واپسی پر آپ ﷺ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ آپ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے اجازت لے کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں قیام کیا۔ طبیعت کی خرابی کے باوجود آپ ﷺ باقاعدگی سے نماز پڑھاتے رہے۔ جب طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی تو آپ ﷺ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ سے نماز کی امامت کے لئے کہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ان پر بہت جلد رقت طاری ہو جاتی ہے وہ جب قرأت کریں گے تو لوگ ان کی آواز سن نہ سکیں گے آپ ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیں وہ امامت کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں! امامت صرف ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہی کریں گے۔

ایک دن ظہر کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کی طبیعت قدرے سنبھلی تو آپ ﷺ نے غسل کیا اور حضرت سیدنا عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت نمازِ ظہر کی امامت فرمارہے تھے انہوں نے جب حضور نبی کریم ﷺ کے قدموں کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے مگر حضور نبی کریم ﷺ نے اشارہ سے انہیں نماز جاری رکھنے کا حکم دیا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''میرے بعد میری قبر کو یہود و نصاریٰ کی طرح سجدہ گاہ نہ بنا لینا اور میں تم کو انصار کے حق میں وصیت فرماتا ہوں کہ یہ لوگ میرے جسم کے پیراہن ہیں اور انہوں نے میرے متعلق اپنے حقوق کو پورا کیا ہے اور ان میں سے اچھا کام کرنے والوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا اور لغزش کرنے والوں سے درگزر سے کام لینا۔ تم ایک بندہ ایسا بھی ہے جس کے سامنے دنیا کو پیش کیا گیا مگر اس نے آخرت کو اختیار کیا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم ﷺ کی بات سنی تو

آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سمجھ گئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا اشارہ ان کی جانب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ، میری جان، میرا مال سب کچھ آپ ﷺ پر قربان ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! تسلی رکھو اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے دروازے کے علاوہ مسجد کی جانب کھلنے والے تمام دروازے بند کر دو اور کوئی ایسا نہیں سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے جسے میں اپنا دوست رکھتا ہوں۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال کے وقت اپنے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو مختلف وصیتیں فرمائیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا۔

"اے علی (رضی اللہ عنہ)! فلاں کے چند درہم میرے ذمہ واجب ہیں جو میں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے لئے ادھار لئے تھے تم انہیں ادا کر دینا۔

اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم آج کے بعد مجھ سے حوضِ کوثر پر ملو گے۔ میرے بعد تم پر بے شمار مصیبتیں نازل ہوں گی تم ان مصائب کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرنا اور جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا کو اختیار کرنا پسند کرتے ہیں تو تم آخرت کو اختیار کر لینا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا وصال کا وقت آن پہنچا ہے؟ آپ

ﷺ نے فرمایا وصال بہت قریب ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جو اللہ کے پاس ہے وہ آپ ﷺ کو مبارک ہو کاش ہمیں ہمارے انجام کی بھی کچھ خبر ہوتی؟ آپ ﷺ نے فرمایا سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ، فردوسِ اعلیٰ، شرابِ طہور سے بھرے ہوئے پیالے اور رفیق اعلیٰ کی جانب مبارک زندگی کی بشارت ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو غسل کون دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے اہل۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ ﷺ کو کفن کون سا دیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے انہی کپڑوں سے اور یمنی لباس اور مصری سفید چادر سے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ کون پڑھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہیں بہترین جزا دے جب تم مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو پھر مجھے میرے گھر میں میری قبر کے نزدیک چارپائی پر رکھ دینا اور پھر باہر نکل جانا۔ سب سے پہلے اللہ عزوجل درود و سلام پڑھے گا اور رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر فرشتے آئیں گے اور مجھ پر درود و سلام پڑھیں گے۔ اس کے بعد تم گروہ در گروہ اندر داخل ہونا اور مجھ پر درود و سلام پڑھنا۔ تم لوگ رو کر مجھے تکلیف نہ پہنچانا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو قبر میں کون اتارے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اہل۔

بخاری کی روایت ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی بیماری میں حاضر خدمت رہے اور تیمارداری میں مصروف رہے۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا حضور نبی کریم ﷺ کی طبیعت کیسی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب قدرے بہتر ہے۔ حضرت سیدنا

عباس رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو فرمایا۔

''علی (رضی اللہ عنہ)! میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ اقدس
پر موت کے آثار دیکھے ہیں اور میں اللہ عزوجل کی قسم کھا کر
کہتا ہوں کہ بنوعبدالمطلب کے چہرے کی کیفیت موت کے
وقت کیسی ہوتی ہے؟''

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طبیعت ناساز ہوئی تو آپ ﷺ نے دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مشورہ سے میرے حجرہ میں قیام کیا۔ میں آپ ﷺ کی تیمارداری میں مصروف رہی۔ ایک روز آپ ﷺ کا سر مبارک میرے کندھے پر تھا کہ آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سر کی جانب مائل ہوا۔ میں نے گمان کیا کہ شاید کسی حاجت کا ارادہ ہو؟ اتنی دیر میں آپ ﷺ کے دہن مبارک سے لعابِ مبارک کا ایک نطفہ نکلا اور میرے سینہ میں ہنسلی کی ہڈی کی گہرائی میں جا گرا جس سے میرے جسم کی رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے خیال کیا شاید آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔ میں نے آپ ﷺ کو چادر سے ڈھانپ دیا۔ اس دوران حضرت عمر فاروق اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم آ گئے۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور میں نے ان کو اندر بلا لیا اور پردہ کھینچ لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کی بے ہوشی کو دیکھا تو کہا کہ کتنی سخت بے ہوشی ہے؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور فتنہ پھیلانا چاہتے ہو بے شک آپ ﷺ کا وصال اس وقت تک نہ ہو گا جب تک اللہ عزوجل منافقین کو ختم نہیں کر دے گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تشریف لائے اور انہوں نے جب حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور حضور نبی کریم ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو لوگ اکٹھے ہو گئے اور رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ فرشتوں نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے آپ ﷺ کی موت کو جھٹلا دیا، بعض گونگے ہو گئے اور طویل مدت کے بعد بولنا شروع کیا۔ بعض لوگوں کی حالت خلط ملط ہو گئی اور بے معنی باتیں کرنے لگے، بعض حواس باختہ ہو گئے اور بعض غم سے نڈھال ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کی موت کا انکار کر دیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غم سے نڈھال ہو کر بیٹھنے والوں میں تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو گونگے ہو کر رہ گئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار میان سے نکال لی اور اعلان کر دیا کہ اگر کسی نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا اور آپ ﷺ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح چالیس دن کے لئے اپنی قوم سے پوشیدہ ہو گئے ہیں اور چالیس دن بعد آپ ﷺ ہم میں واپس آ جائیں گے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب وصال کی اطلاع ملی تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ بنی حارث بن خزرج کے ہاں تھے آپ رضی اللہ عنہ فوراً آئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور نبی کریم ﷺ کی جانب دیکھا، پھر جھک کر بوسہ دیا اور فرمایا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان
واں اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب موت کا مزہ نہیں چکھائے
گا۔ اللہ کی قسم! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا۔

''اے لوگو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو یادرکھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وصال فرما گئے ہیں اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کرتا تھا
تو یادرکھے کہ وہ زندہ اور کبھی نہیں مرے گا۔''

اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ
اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ
يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِى
اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝

''اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی کئی رسول ہو
چکے تو کیا اگر وہ وصال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے
پاؤں پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ
نقصان نہ کرے گا اور اللہ جلد ہی اجر دے گا شکر گزاروں کو۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی تو معلوم ہوتا تھا کہ ہم میں سے کوئی پہلے اس آیت کو جانتا نہ تھا۔

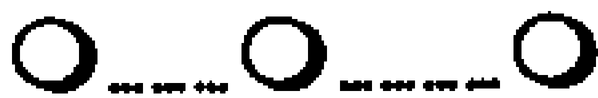
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم نے حضور نبی کریم ﷺ کے غسل کی تیاری کی تو تمام لوگوں سے دروازہ بند کر دیا۔ انصار نے آواز دی ہم آپ ﷺ کے ننھیال والے ہیں اور اسلام میں ہماری بھی جگہ ہے۔ قریش نے آواز دی ہم آپ ﷺ کے ددھیال والے ہیں اور ہمارا اور آپ ﷺ کا خاندان ایک ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باآوازِ بلند فرمایا۔

''اے گروہ مسلمان! ہر قوم اپنے جنازہ کی بہ نسبت اپنے غیر کے زیادہ مستحق ہے میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اس لئے کہ تم اگر داخل ہو گے تو جن کا حق ہے تم ان کو آپ ﷺ کے پاس سے ہٹاؤ گے۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے پاس کوئی نہیں داخل ہوگا ماسوائے اس کے جس کو بلایا جائے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غم:

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غمزدہ چہرے کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کس بات سے غمزدہ ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے وہ پیش آیا جو تمہیں نہیں پیش آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے کہا۔

''سنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے جس نے مجھ سے زیادہ حضور نبی کریم ﷺ پر رنج کیا ہو۔''



حیاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

فقہی واجتہادی فیصلے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے وہ فیصلے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں آپ رضی اللہ عنہ نے کیے اور وہ فیصلے تاریخ میں سنہری حروف میں درج ہیں ذیل میں انہیں اختصار کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے تا کہ قارئین آپ رضی اللہ عنہ کی علمی وفقہی مرتبہ سے آگاہ ہوں۔

عمیر (رضی اللہ عنہ) کے دعویٰ امانت کے متعلق فیصلہ:

کتب سیر میں منقول ہے جس رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور فرمایا کہ تم صبح ہوتے ہی لوگوں کی امانتیں ان کو لوٹا کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بستر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر لیٹ گئے اور صبح ہوتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو ان کی امانتیں واپس لوٹا دیں۔ اس دوران حنظلہ بن ابی سفیان کے بہکاوے پر عمیر بن وائل ثقفی (رضی اللہ عنہ) نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آکر دعویٰ کیا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی مثقال سونا بطورِ امانت رکھوایا تھا مجھے میرا سونا واپس کیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمیر (رضی اللہ عنہ) سے نشانی طلب کی تو

عمیر (رضی اللہ عنہ) نے نشانی بتا دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام امانتوں میں اس کی امانت تلاش کی مگر وہ نہ ملی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمیر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو۔ عمیر (رضی اللہ عنہ) اپنی ضد پر قائم رہے اور کہا میری گواہی قریش کے معززین دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمیر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ تم اپنے گواہوں کو خانہ کعبہ میں طلب کرو اور پھر آپ رضی اللہ عنہ خود بھی خانہ کعبہ پہنچ گئے اور عمیر (رضی اللہ عنہ) بھی اپنے گواہوں کے ہمراہ خانہ کعبہ پہنچ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ، عمیر (رضی اللہ عنہ) کو علیحدہ جگہ لے گئے اور ان سے پوچھا انہوں نے اپنی امانت کس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد کی تھی؟ انہوں نے کہا فلاں دن دوپہر کے وقت اور حضور نبی کریم ﷺ نے وہ امانت اپنے غلام کے سپرد کر دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پھر علیحدگی میں عمیر (رضی اللہ عنہ) کے گواہ ابوجہل کو طلب کیا اور اس سے اس امانت کے متعلق پوچھا۔ ابوجہل نے گواہی دینے سے انکار کر دیا اور کہا مجھ پر گواہی دینا لازم نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دوسرے گواہ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ عمیر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی امانت کس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد کی تھی؟ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے کہا عمیر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی امانت فلاں دن شام کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد کی تھی اور حضور نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمیر کے ایک اور گواہ حنظلہ کو بلایا اور اس سے پوچھا عمیر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی امانت کس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد کی تھی؟ حنظلہ نے کہا عمیر (رضی اللہ عنہ) نے عین دوپہر کے وقت اپنی یہ امانت حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد کی اور حضور نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے عمیر (رضی اللہ عنہ) ایک اور گواہ عقبہ کو بلایا اور اس سے امانت کے متعلق دریافت کیا؟ عقبہ نے کہا کہ عمیر (رضی اللہ عنہ) نے یہ امانت عصر کے وقت

حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد کی تھی اور اسے اپنے گھر بھیج دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمیر (رضی اللہ عنہ) کے گواہ عکرمہ کو بلایا اور اس سے امانت کے متعلق پوچھا۔ عکرمہ نے کہا عمیر (رضی اللہ عنہ) نے یہ امانت طلوعِ آفتاب کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد کی تھی اور حضور نبی کریم ﷺ نے اسے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے پاس بھیج دیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب تمام گواہوں کے بیانات لے لئے تو آپ رضی اللہ عنہ جان گئے کہ عمیر (رضی اللہ عنہ) کا دعویٰ جھوٹ پر مبنی ہے۔ عمیر (رضی اللہ عنہ) بھی اپنی اصلیت ظاہر ہونے پر پشیمان تھے اور ان کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمیر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ عمیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا میرا دعویٰ جھوٹا تھا اور میں خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر قسم کھاتا ہوں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی امانت نہیں رکھوائی تھی اور مجھے اس کام کے لئے حنظلہ بن ابی سفیان نے آمادہ کیا تھا اور مجھے لالچ دی تھی۔ عمیر (رضی اللہ عنہ) کی بات سن کر معززین قریش کے سر شرمندگی سے جھک گئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں اس واقعہ کے بعد عمیر (رضی اللہ عنہ) نے اسلام قبول کر لیا۔

یمن میں ایک عجیب وغریب مقدمہ کا فیصلہ:

منقول ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب حضور نبی کریم ﷺ نے یمن بھیجا تو یمن میں آپ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک عجیب وغریب مقدمہ پیش ہوا۔ ایک عورت نے ایک ماہ کے اندر تین مختلف مردوں کے ساتھ خلوت نشینی کی اور پھر وہ عورت حاملہ ہوگئی اور نو ماہ بعد اس عورت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اب ان تینوں اشخاص نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس لڑکے کے باپ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے

چونکہ آغوشِ نبوت ﷺ میں پرورش پائی تھی اور حضور نبی کریم ﷺ سے علم ظاہر اور علم باطن میں فیضیافتہ تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لڑکے کی دیت کے تین حصے کیے جائیں اور پھر قرعہ ڈالا جائے اور یہ قرعہ جس شخص کے نام نکلے گا وہی اس لڑکے کو اپنے ساتھ لے جائے گا جبکہ باقی دو لوگوں کی دیت کے تین حصوں میں سے دو حصے اسے ملیں گے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کو غلام کے مسئلہ پر قیاس کیا تھا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ جب یمن سے واپس لوٹے اور حضور نبی کریم ﷺ کو اس عجیب وغریب مسئلہ کے متعلق بتایا تو حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی تعریف کی۔

دیت کی رقم کا فیصلہ:

مسند احمد میں منقول ہے ایک مرتبہ چند لوگوں نے ایک شیر کو پھنسانے کے لئے کنواں کھودا اور شیر اس کنوئیں میں گر گیا۔ پھر ان لوگوں میں سے چند ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہوئے اسے کنوئیں میں دھکیلنے لگے اور ان کے اس مذاق کے دوران ایک شخص واقعی اس کنوئیں میں گر پڑا اور اس نے گرتے ہوئے ایک اور شخص کے دامن کو پکڑ لیا۔ دوسرے شخص نے بھی بدحواسی میں تیسرے شخص کا دامن پکڑ لیا اور تیسرے شخص نے چوتھے شخص کا دامن پکڑ لیا اور پھر چاروں شخص ہی اس کنوئیں میں گر پڑے۔ شیر نے ان چاروں شخص کو چیر پھاڑ ڈالا۔ ان چاروں لوگوں کے وارث آپس میں جھگڑا کرنے لگے اور ہر کوئی دوسرے کے مقتول کو موردِ الزام ٹھہراتا تھا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک نبی ﷺ کی موجودگی میں تمہارا یوں جھگڑنا اچھا نہیں ہے اور تم اپنا مقدمہ عدالت نبوی ﷺ میں پیش کر سکتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ ہمارے مابین

موجود ہیں آپ رضی اللہ عنہ ہی اس مقدمہ کا فیصلہ فرما دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ جن لوگوں نے کنواں کھودا تھا ان کے قبائل سے ان مقتولین کے خون بہا کی رقم یوں وصول کی جائے کہ ایک کو چوتھائی، ایک کو تہائی، ایک کو نصف اور ایک کو مکمل رقم خون بہا دی جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ پر وہ لوگ راضی نہ ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو سراہتے ہوئے اسے برقرار رکھا۔

علی (رضی اللہ عنہ) ظلم نہیں کر سکتا:

بحار الانوار میں منقول ہے یمن میں قیام کے دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش کیا گیا کہ ایک شخص کے گھوڑے نے بھاگتے ہوئے ایک شخص کو لات ماری اور وہ شخص مر گیا۔ اس شخص کے ورثاء نے گھوڑے کے مالک کو پکڑ لیا اور اس سے خون بہا کا مطالبہ کرنے لگے۔ پھر جب جھگڑا بڑھا تو وہ لوگ اپنے مقدمے کا فیصلہ کروانے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا گھوڑے کے مالک پر دیت کی رقم واجب نہیں ہے۔ مقتول کے ورثاء مطمئن نہ ہوئے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مقدمہ پیش کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"علی (رضی اللہ عنہ) ظلم نہیں کر سکتا اور میرا بھی وہی فیصلہ ہے جو علی (رضی اللہ عنہ) کا ہے۔"

مقتول کے ورثاء نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تو کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی ہیں اور ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہیں۔

نجران کے نصاریٰ کے متعلق فیصلہ:

۱۰ھ میں حضور نبی کریم ﷺ نے عرب کے مختلف قبائل اور ہمسایہ ممالک کے سربراہان کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے مختلف خطوط ارسال کئے۔ ایسا ہی ایک خط حضور نبی کریم ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کو بھی تحریر فرمایا جس کے جواب میں نصاریٰ کا ایک وفد حضور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ ان لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں اور ریشمی لباس زیب تن کر رکھے تھے۔ یہ لوگ جب اس حالت میں مسجد نبوی ﷺ میں حضور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے لئے داخل ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان سے منہ موڑ لیا اور ان کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ نصاریٰ کا یہ وفد مایوس ہو کر مسجد نبوی ﷺ سے نکلا تو ان کی ملاقات حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے ہوئی۔ وفد نے ان حضرات سے شکوہ کیا کہ آپ لوگ پہلے تو ہمیں دعوت دیتے ہیں اور جب ہم حاضر ہوتے ہیں تو ہم سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گزر وہاں سے ہوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پکارا اور دریافت کیا آپ رضی اللہ عنہ کی اس معاملے میں کیا رائے ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

> ''میری رائے تو یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی سونے کی انگوٹھیاں اور ریشمی لباس اتار کر سادہ لباس میں حضور نبی کریم ﷺ سے ملیں۔''

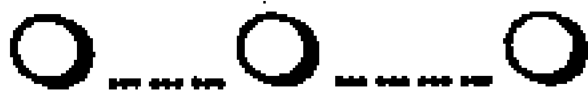
چنانچہ نصاریٰ کے اس وفد نے ریشمی لباس تبدیل کر کے سادہ لباس زیب تن کیا اور اپنی سونے کی انگوٹھیاں بھی اتار دیں اور حضور نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی جانب توجہ فرمائی اور ان کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

کھجوروں کی تقسیم میں عدل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا اور حضور نبی کریم ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنے دست اقدس سے مجھے کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے ان کھجوروں کو گنا تو وہ تہتر (۷۳) تھیں۔ پھر میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت سے رخصت ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کے سامنے بھی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے ان کھجوروں کو گنا تو وہ بھی تہتر (۷۳) تھیں۔ میں دوبارہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے میری بات سن کر تبسم فرمایا اور فرمایا۔

''کیا تم جانتے نہیں میرا ہاتھ اور علی (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔''



تیسرا باب:

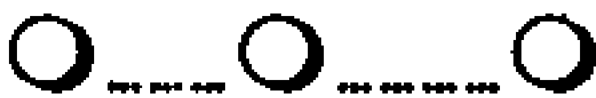
خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا فیصلہ،

دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں اجتہادی وفقہی فیصلے،

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال،

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال



فدائی ہوں تو کس کا ہوں کوئی دیکھے میری قسمت
قدم پر جس حسیں کی جان طلعت ناز کرتی ہے
خدا کے فضل سے اختر میں ان کا نام لیوا ہوں
میں ہوں قسمت پہ نازاں قسمت مجھ پر ناز کرتی ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

بیعت کا فیصلہ

حضور نبی کریم ﷺ کی تدفین ابھی عمل میں نہ آئی تھی کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا ایک اجتماع ہوا اور انصار کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے جانشین ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے۔ گفتگو کے دوران انصار نے مطالبہ کیا ایک امیر ہمارا ہوگا اور ایک تمہارا ہوگا۔ انصار کے اس مطالبہ کو قبول کرنے کا مطلب تھا اسلامی اخوت کو خود اپنے ہاتھوں ہی ختم کر دیا جائے اور اگر انصار کا مطالبہ مانتے ہوئے انہیں مسند خلافت پر فائز کر بھی دیا جاتا تو عرب کے دیگر قبائل بالخصوص قریش اس پر کبھی راضی نہ ہوتے اور وہ انصار کی خلافت کو تسلیم نہ کرتے۔ اس کے علاوہ انصار کے بھی دو گروہ تھے بنی اوس اور بنی خزرج اور ان میں بھی اس موقف پر باہم اتفاق نہ پایا جاتا تھا لہٰذا یہ امر محال تھا کہ انصار میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کیا جاتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے فرمایا یہ جائز نہیں مسلمانوں کے ایک وقت میں دو امیر ہوں اس طرح [illegible]

پیدا ہو جائے گا اور امت مسلمہ کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا۔ اس سے فتنہ و فساد شروع ہو جائے گا اور سنتیں ترک ہو جائیں گی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے تجویز دی امراء مہاجرین جماعت میں سے ہوں گے اور وزراء انصار سے ہوں گے۔ اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے ذیل کا تاریخی خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔

"ہم تمہارے فضائل و مناقب سے انکار نہیں کرتے مگر قریش اور عرب کے دوسرے تمام قبائل کبھی بھی تمہاری خلافت کو تسلیم نہ کریں گے اور ویسے بھی مہاجرین نے حضور نبی کریم ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا اور ان کا حضور نبی کریم ﷺ سے نسبی تعلق بھی ہے اور یہاں اس محفل میں عمر (رضی اللہ عنہ) بھی موجود ہے اور ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) بھی موجود ہیں تم ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو تاکہ امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ سنا تو آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا۔

"آپ رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی نہیں ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ہمارے سردار اور حضور نبی کریم ﷺ کے صحیح جانشین ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ آپ رضی اللہ عنہ کو عزیز رکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تمام مخلوق آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر ٹوٹ پڑی اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

کی بیعت کے بعد انصار نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کر لی۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس لوٹے اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل میں آئی۔

حضرت سالم بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے کسی شخص نے کہا کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک آپ میں سے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔''

بیعت میں تاخیر کی وجہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق روایات میں آتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت میں اس لئے تاخیر فرمائی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک وہ قرآن پاک جمع نہیں کر لیتے اس وقت تک نماز کے سوا کبھی اپنی چادر نہ اوڑھیں گے۔ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بھی ذکر کیا جو کلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا بھی برملا اقرار کیا کہ شروع میں ہم سمجھتے تھے کہ خلافت بنوہاشم کا حق ہے کیونکہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے اسے اپنا حق سمجھتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا کلام سنا تو ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اللہ عزوجل کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز واقارب کو اپنے عزیز واقارب سے بہتر جانتا ہوں۔''

اس کلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے درمیان غلط فہمی دور ہوگئی اور دونوں کے دل ایک دوسرے کے معاملے میں صاف ہو گئے۔

بیشتر مؤرخین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیعت میں تاخیر کی ایک وجہ باغِ فدک اور مسئلہ وراثت کو قرار دیا ہے۔

روایات میں آتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وراثت کا مطالبہ کیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں وراثت نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے البتہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے نفقہ لے سکتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی قسم! بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار مجھے اپنے رشتہ داروں سے زیادہ عزیز ہیں مگر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں کچھ بھی تبدیل نہیں کروں گا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں سے ایسے ہی پیش آؤں گا جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود پیش آیا کرتے تھے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیعت کی تاخیر کو کئی لوگوں نے غلط رنگ دینے کی کوشش کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی جانب سے غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بردباری اور تدبر کے ساتھ اس تمام معاملے کو خوش اسلوبی سے طے کیا۔

خلافت صدیق رضی اللہ عنہ پر کچھ اعتراض نہ تھا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو کچھ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اعتراض کیا آپ رضی اللہ عنہ منصب خلافت کے اہل نہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے لوگو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ میں نے خلافت سے تم سے اس لئے لی ہے کہ مجھے اس میں رغبت ہے یا مجھے تم پر کچھ فوقیت حاصل ہے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے خلافت کو خلافت کی طرف رغبت کرتے ہوئے یا تم پر یا کسی مسلمان پر ترجیح حاصل کرنے کے لئے نہیں لی اور نہ مجھے کبھی بھی رات اور دن میں اس کا لالچ پیدا ہوا اور نہ ہی میں نے چھپ کر اور نہ ہی اعلانیہ اللہ عزوجل سے اس کا سوال کیا اور بے شک میں نے ایک ایسی بڑی بات کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا جس کی مجھ میں طاقت نہیں ہاں اگر اللہ عزوجل نے میری مدد فرمائے۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ یہ کسی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو جائے اس شرط پر کہ وہ اس سے انصاف کرے پس میں یہ خلافت تم پر واپس کرتا ہوں اور آج سے میں بھی تمہاری طرح ایک عام شخص ہوں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ کے بعد اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ تین دن تک مسلسل اپنے گھر سے نکلتے اور یہ کہہ کر واپس چلے

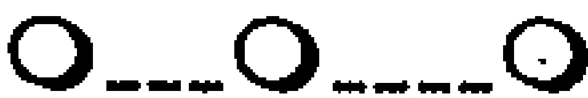
جاتے میں نے تمہاری بیعت کو واپس کیا۔ اس دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے۔

''بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ مقدم رکھا ہے ہم بھی آپ رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھتے ہیں پس کون ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کو اس منصب سے ہٹائے۔''

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما اپنے جد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب منبر پر کھڑے ہو تقریر کی اور خلافت کو واپس کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

''اللہ کی قسم! ہم اس بیعت کو ہرگز واپس نہ کریں گے اور ہم جانتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ہم میں سے ہر ایک پر مقدم رکھا ہے۔''

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ تم لوگوں پر اس خلافت کے بارے میں قریش کا ایک چھوٹا گھر غلبہ پا گیا اللہ کی قسم! میں سواروں اور پیادوں کا ایک لشکر جمع کر سکتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پہلے بھی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے ہو لیکن تمہاری دشمنی ہمیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکی۔ بلاشبہ ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس منصب کا اہل پایا ہے۔



دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں اجتہادی وفقہی فیصلے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں نہ آیا تھا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ وہ کسی بھی اہم مسئلہ پر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت ضرور کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں بھی ویسے ہی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات میں آپ رضی اللہ عنہ کی قدر کی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی اور فقہی فیصلے کتب سیر کا حصہ ہیں۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کے وہ اجتہادی اور فقہی فیصلے جو دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں کیے ان کا مختصراً بیان کیا جا رہا ہے تا کہ قارئین آپ رضی اللہ عنہ کے علمی وفقہی مقام سے آگاہ ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کے متعلق فیصلہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد کسی قسم کا کوئی وظیفہ یا تنخواہ نہ لیتے تھے بلکہ خلیفہ بننے سے قبل کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے اور خلیفہ بننے کے بعد بھی اپنی گزر بسر کے لئے اسی پیشے کو اختیار کئے رکھا اور ایک دن آپ رضی اللہ عنہ کپڑا کندھے پر اٹھائے مدینہ منورہ کے بازار میں جا رہے تھے کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بازار تجارت کے لئے جا رہا ہوں تا کہ اپنے اہل و عیال کے کھانے کا بندوبست کر سکوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے معاملات کے نگہبان ہیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہ اپنے لئے کچھ وظیفہ بیت المال سے مقرر فرما لیں تا کہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر لوگوں کے معاملات احسن انداز میں نبٹا سکیں چنانچہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت سے آپ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین سو درہم ماہوار مقرر کر دیا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جہاد پر جانے سے روکنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، طلیحہ اسدی کی سرکوبی کے لئے ذوالقصہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور کہا۔

"اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! آپ رضی اللہ عنہ کہاں جاتے ہیں اور میں آپ رضی اللہ عنہ سے وہ بات کہتا ہوں جو احد کے دن حضور نبی کریم ﷺ نے کہی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ ہمیں اپنی جان کی وجہ سے یوں مصیبت میں مبتلا نہ کریں اور مدینہ منورہ واپس لوٹ جائیں اور اللہ عزوجل کی قسم! اگر آپ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہمیں کوئی مصیبت پہنچی تو اسلام کا یہ نظام قائم نہ رہ سکے گا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

ایک اعرابی کے سوالوں کے جواب دینا:

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے چند دن بعد ایک اعرابی مسجد نبوی میں آیا۔ اس اعرابی نے اپنے چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا۔ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کے وصال پر افسوس کا اظہار کیا اور دریافت کیا حضور نبی کریم ﷺ کے وصی کون ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کیا یہ رسول اللہ ﷺ کے وصی ہیں۔ اس اعرابی نے آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کا جواب دیا اور اس اعرابی کو اس کے نام سے پکارا۔ اس اعرابی نے تعجب سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ میرا نام کیسے جانتے ہیں جبکہ یہ میری اور آپ رضی اللہ عنہ کی پہلی ملاقات ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے تمہارے متعلق بتایا تھا اور تمہارے حال سے بھی آگاہ کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا نام مضر ہے اور تم نے اپنے قبیلے کو حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر دی تھی اور کہا تھا تہامہ میں ایک شخص کھڑا ہوگا جس کے رخسار چاند سے زیادہ روشن اور جس کی گفتگو میں شہد سے زیادہ مٹھاس ہوگی۔ وہ خچر پر سوار ہوگا اور اپنے جوتوں اور کپڑوں کو خود پیوند لگائے گا۔ وہ زنا، سود، شراب خوری اور ناحق خون بہانے کو حرام قرار دے گا اور وہ آخری نبی ہوگا۔ وہ رمضان المبارک کے روزے رکھنے والا ہوگا اور بیت اللہ شریف کا حج کرے گا۔ وہ پانچ وقت کی نماز ادا کرے گا اور تم اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی تصدیق کرو۔ تمہاری قوم نے جب تمہاری باتیں سنیں تو تمہیں قید کر دیا اور اب جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو چکا تو تمہاری قوم سیلاب میں غرق ہوگئی اور یوں تمہیں اس قید خانے سے آزادی ملی۔ پھر تمہارے کانوں نے غیبی ندا سنی: اے مضر! مدینہ منورہ جاؤ وہاں حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے تم ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملو اور ان کے روضہ مبارک کی زیارت کرو۔ اس اعرابی نے جب اپنے حال آپ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا۔ پھر اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ میں کچھ سوالات کے جواب چاہتا ہوں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سوال پوچھا انشاء اللہ العزیز تمہیں ان کا جواب ملے گا۔

اس اعرابی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پہلا سوال کیا کہ وہ کون سا نر ہے جس کا باپ اور ماں نہیں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اس اعرابی نے دوسرا سوال کیا کہ وہ کون سی مادہ ہے جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ حضرت حوا علیہا السلام ہیں۔ اس اعرابی نے تیسرا سوال کیا وہ کون سا نر ہے جو بغیر نر کے پیدا ہوا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس اعرابی نے چوتھا سوال کیا کہ وہ کون سی قبر ہے جس نے قبر والے کو سیر کرائی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ قبر مچھلی ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں لے کر تین دن تک پھرتی رہی۔ اس اعرابی نے پانچواں سوال کیا کہ وہ کون سا جسم ہے جس نے ایک مرتبہ کھایا پھر کبھی نہیں کھایا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ جسم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے جو سانپ بن کر فرعون کے جادوگروں کے جادو کو نگل گیا۔ اس اعرابی نے چھٹا سوال کیا کہ وہ زمین کا کون سا ٹکڑا ہے جہاں صرف ایک مرتبہ سورج کی روشنی پڑی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دریائے نیل کا وہ حصہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے شق ہوا تھا۔ اس اعرابی نے ساتواں سوال کیا کہ ایسا کون سا جاندار ہے جو پتھر سے پیدا ہوا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے جو پتھر سے پیدا ہوئی۔ اس اعرابی نے آٹھواں سوال کیا

کہ وہ کون سی عورت ہے جس نے تین ساعت میں بچے کو جنم دیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ حضرت مریم علیہا السلام ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنا۔ اس اعرابی نے نواں سوال کیا کہ وہ کون سے دو دوست ہیں جو آپس میں کبھی ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہوتے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ جسم اور جان ہیں جو کبھی ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہوتے۔ اس اعرابی نے دسواں سوال کیا کہ وہ کون سے دو دشمن ہیں جو آپس میں کبھی ایک دوسرے کے دوست نہیں ہوتے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ موت اور زندگی ہیں جو کبھی ایک دوسرے کے دوست نہیں ہوتے۔ اس اعرابی نے گیارہواں سوال کیا کہ شے اور لا شے کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شے مومن ہے اور لا شے کافر ہے۔ اس اعرابی نے بارہواں سوال کیا رحم مادر میں سب سے پہلے کون سا اعضاء بنتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رحم مادر میں سب سے پہلے شہادت کی انگلی بنتی ہے۔ اس اعرابی نے تیرہواں اور آخری سوال کیا قبر میں سب سے آخر میں کون سی چیز فنا ہوتی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بندہ کے دماغ کی ہڈی۔ اس اعرابی نے جب آپ رضی اللہ عنہ کے جوابات سنے تو بے اختیار آپ رضی اللہ عنہ کا ماتھا چوم لیا۔

ایک شخص کے شراب پینے کا واقعہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں ایک شخص کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا اور اس شخص نے شراب پی تھی۔ جب اس سے پوچھا گیا کیا تو نے شراب پی ہے؟ تو اس شخص نے اقرار کر لیا اور کہا کہ میں نے اسلام قبول کیا اور میرا گھر ان لوگوں کے پاس ہے جو شراب نوشی کرتے ہیں اور میں نہیں جانتا تھا کہ اسلام میں شراب حرام ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی بات سنی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے اور پوچھا اس کا کیا فیصلہ کیا جائے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا یہ فیصلہ تو ابوالحسن رضی اللہ عنہ ہی کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے یہ مسئلہ بیان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص کو لے کر مہاجرین و انصار کے سامنے پھرایا جائے اور ان سے پوچھا جائے کہ کیا ان میں سے کسی نے اس شخص کے سامنے شراب کے حرام ہونے کا ذکر کیا ہے؟ چنانچہ اس شخص کو آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق مہاجرین و انصار کے سامنے پھرایا گیا اور کسی نے اقرار نہ کیا کہ اس نے شراب کے حرام ہونے کا ذکر اس شخص کے سامنے کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کے متعلق بتایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ حرمت خمر سے آگاہ نہ تھا۔

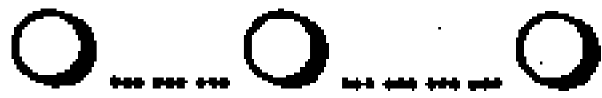
لواطت کے متعلق فیصلہ:

کنزالعمال میں منقول ہے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب لکھا کہ عرب کے مرتد قبیلوں میں مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے نکاح کر رہے ہیں اس معاملہ میں میری رہنمائی کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس مشاورت کا حصہ تھے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلاشبہ یہ بہت بڑا گناہ ہے اور جیسا کہ اس سے قبل ایک قوم اسی گناہ میں مبتلا ہوئی تھی تو اللہ عزوجل نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا تھا اور میں اس مسئلہ پر یہ کہوں گا ایسے افراد کو دہکتی ہوئی آگ میں جلایا جائے۔ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی تکریم کرتے ہوئے حکم دیا کہ ایسے فعل بد میں مبتلا افراد کو دہکتی ہوئی آگ میں جلایا جائے۔

خواب کی حقیقت مثل سایہ کے ہے:

منقول ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے اور ان میں سے ایک شخص کہتا تھا کہ یہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ میں نے خواب میں تیری ماں کے ساتھ جماع کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سنی تو خاموش ہوگئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ کو کوڑے مارے جائیں کیونکہ خواب کی حقیقت مثل سایہ کے ہے اور اس شخص کو بھی بطورِ تنبیہ کوڑے مارے جائیں تاکہ یہ آئندہ ایسا برا خواب بیان کر کے کسی دوسرے مسلمان کو اذیت نہ پہنچائے۔



حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے رنج والم میں اضافہ ہوتا چلا گیا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کی طبیعت روز بروز گرتی چلی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہا اکثر و بیشتر روزہ رکھنے لگیں اور کثرتِ عبادت میں مشغول رہنے لگیں۔ اس کے علاوہ گھر میں بچوں اور شوہر کی ذمہ داری بھی تھی جسے آپ رضی اللہ عنہا نہایت احسن طریقے سے نبھانے کی کوشش کرنے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب آپ رضی اللہ عنہا کی علالت کی اطلاع ملی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے تشریف لائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا مرض الوصال میں مبتلا ہوئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ انہیں سیّدہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کی اجازت دیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے جا کر کہا مسلمانوں کے خلیفہ تمہاری عیادت کے لئے آئے ہیں اگر تم کہو تو میں انہیں گھر کے اندر آنے کی اجازت دے دوں۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

نے اجازت دے دی اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ان کا حال احوال دریافت کیا اور فرمایا۔

''اللہ کی قسم! میں نے اپنے گھر، اپنے مال اور اپنے خاندان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔''

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا جو کہ اس سے قبل وراثت کے معاملہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض تھیں انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اپنی ناراضی فوراً ختم کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اچھی دوستوں میں شمار ہوتی ہیں۔ حضرت ام جعفر رضی اللہ عنہا سے منقول ہے فرماتی ہیں حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ایک روز حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگتا جس طرح آج کل عورتوں کا جنازہ لے کر جایا جاتا ہے ان کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا اور عورتوں کی جسامت بھی دکھائی دیتی ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے حبشہ کے لوگوں میں دیکھا ہے کہ جب عورتوں کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو اس پر تازہ کھجوروں کی شاخیں منگوا کر چارپائی پر کمان کی مانند باندھ کر کپڑا ڈال دیتے ہیں جس سے جنازہ کی پہچان ہو جاتی ہے کہ یہ عورت کا جنازہ ہے اور پردہ بھی برقرار رہتا ہے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب میرا وصال ہو جائے تو میرا جنازہ بھی اسی طرح اٹھانا اور تمہارے اور میرے شوہر حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا مجھے کوئی غسل نہ دے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کے روز جب گھر تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہا نے بیماری اور کمزوری کے باوجود آٹا گوندھا اور اپنے ہاتھ سے روٹیاں پکائیں۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور بچوں کے کپڑے دھوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے تمہیں کبھی دو کام اکٹھے نہیں کرتے دیکھا آج تم کام اکٹھے کر رہی ہو۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رات خواب میں اپنے والد بزرگوار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ بابا جان میرے منتظر تھے میں نے عرض کیا میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں نکل رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں بھی تمہارا انتظار کر رہا ہوں پس اس خواب کے بعد میں نے جان لیا میرا اس دنیا میں یہ آخری دن ہے اور میں اب اس دنیا سے پردہ فرمانے والی ہوں۔ میں نے یہ روٹیاں اس لئے پکائی ہیں کہ کل جب آپ رضی اللہ عنہ میرے غم میں مبتلا ہوں تو میرے بچے بھوکے نہ رہیں اور کپڑے اس لئے دھو دیئے ہیں کہ میرے بعد جانے کون کپڑے دھوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہا کی باتیں سنیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی اور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی جدائی آپ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک کاری زخم سے کم نہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا آپ (رضی اللہ عنہ) غم نہ کریں اور جیسے آپ (رضی اللہ عنہ) نے پہلے صبر کیا اب بھی صبر کیجئے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال سے قبل حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا کہ میرے بچوں کو کھانا

کھلا دیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے جب انہیں کھانے کے لئے جمع کیا تو انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اپنی والدہ کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہا نے بچوں کو ان کے نانا محبوبِ خدا حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر بھیج دیا۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ بچے پھر آ گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے ہمیں اپنی والدہ کا آخری دیدار کرنے دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اشارہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ انہیں آنے دیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول دیا اور بچے بھاگ کر ماں کے سینہ سے لگ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے انہیں پیار کیا اور انہیں دعائیں دیتے ہوئے ایک مرتبہ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر بھیج دیا۔

بچوں کے جانے کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو کہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھیں ان سے کہا والدہ! میرے غسل کے لئے پانی کا انتظام کر لیں تاکہ میں غسل کر سکوں۔ ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پانی کا انتظام کیا اور آپ رضی اللہ عنہا نے غسل کیا۔ غسل کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے صاف ستھرے کپڑے پہنے اور قبلہ رو ہو کر لیٹ گئیں۔ قبلہ رو لیٹنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام جسد اطہر کو حنوط کرنے کے لئے کافور بہشتی لائے تھے جس کے آپ ﷺ نے تین حصے کئے۔ ان میں سے دو حصے مجھے عنایت ہوئے اور وہ میرے اور ابوالحسن (رضی اللہ عنہ) کے لئے تھے۔ تم اس میں سے ایک حصہ لے آؤ اور دوسرا حصہ ابوالحسن (رضی اللہ عنہ) کے لئے

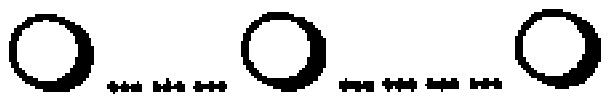
سنبھال کر رکھ دو۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے جانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گنہگاروں کے لئے دعا فرمائی اور اپنے بچوں کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے کلمہ پڑھا اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

صحیح روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا جبکہ غسل کا سامان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں دیتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ۳ رمضان المبارک ۱۱ ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ بوقت وصال آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک قریباً انتیس برس تھی۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں جب حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو اس کی اطلاع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تشریف لائے اور اس وقت نمازِ جنازہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ آپ رضی اللہ عنہ پڑھائیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی اور پھر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تدفین جنت البقیع میں کی گئی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال پر آپ رضی اللہ عنہا کے بچے جو کہ ابھی کم سن تھے وہ بے حد افسردہ تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کو یاد کر کے رویا کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی بچوں کو دلاسہ دیتے ہوئے رو پڑتے تھے۔ روایات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اشعار کا بھی ذکر ہے جو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کے وصال پر کہے۔ ان اشعار کا مفہوم ذیل ہے۔

''مجھ سے وہ پیارا جدا ہوا ہے جس کے بعد اب کوئی محبوب مجھے نظر نہیں آتا اور میرے دل میں اس کے سوا کسی کا حصہ نہیں ہے۔ میں دنیا کے بے شمار امراض دیکھتا ہوں اور مریض بلکہ موت بھی بیمار ہے۔ میرا اجتماع میں افراق ضروری ہے اور ہر وصل سوائے فراق کے کم ہے۔ سیّدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی جدائی حضور نبی کریم ﷺ کی جدائی کے بعد ظاہر کرتی ہے کہ کسی کا محبوب ہمیشہ کسی کے پاس نہیں رہتا۔''



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا:

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بہت زیادہ بیمار ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں اختیار دیتا ہوں تم اپنے لئے خلیفہ چن لو۔ لوگوں نے کہا ہمیں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کی رائے میں کوئی اعتراض نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قدرے خاموش رہنے کے بعد فرمایا۔

''میرے نزدیک عمر (رضی اللہ عنہ) بن خطاب سے بہتر کوئی نہیں۔''

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر عمر (رضی اللہ عنہ) کو جانتے ہیں۔''

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''جتنی میری معلومات ہیں عمر (رضی اللہ عنہ) کا باطن اس کے ظاہر

سے زیادہ بہتر ہے اور ہم میں اس وقت ان جیسا کوئی نہیں۔''

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیگر احباب سے مشورہ کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم تحریر کرو۔

''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے عمر (رضی اللہ عنہ) بن خطاب کو خلیفہ نامزد کیا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے لئے قائل کرنا:

ایک روایت میں ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت ناساز ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کھڑکی سے جھانک کر لوگوں سے فرمایا بلاشبہ میں نے تم سے ایک عہد کیا اور کیا تم اس عہد پر راضی ہو؟ لوگوں نے عرض کیا ہم راضی ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا جب تک منصب امارت کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد نہیں کیا جائے گا ہم راضی نہ ہوں گے اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال:

ابن سعد کی روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ لوگ عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ لوگوں نے عرض کیا۔

''اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کسی طبیب کو نہ بلوائیں؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''طبیب نے مجھے دیکھا ہے۔''

لوگوں نے پوچھا۔

''پھر طبیب نے آپ رضی اللہ عنہ سے کیا کہا؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''طبیب کہتا ہے میں ہر اس کام کو گزرنے والا ہوں جس کا میں ارادہ رکھتا ہوں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرض الموت کی ابتداء سات جمادی الثانی کو ہوئی۔ اس روز سوموار کا دن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نہائے تو آپ رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا جو پندرہ دن تک رہا۔ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر امامت فرماتے رہے۔ بالآخر ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئے۔

ابن سعد کی روایت ہے بوقت وصال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اتنی ہی تھی جتنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نے حسب وصیت دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس اکثر روزہ سے ہوتی تھیں اور جس دن آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دے کر روزہ رکھنے سے منع فرمایا تاکہ بوقت غسل کہیں نقاہت نہ ہو جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور قبر مبارک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھودی گئی۔ قبر مبارک میں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم نے اتارا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی لحد میں اترنا چاہا تو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔

''بس کافی ہیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غم:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کا سانحہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کسی بارِ گراں سے کم نہ تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غم ان کے چہروں سے دکھائی دیتا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

''ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایمان میں سب سے زیادہ مخلص اور یقین میں پختہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی جب کوئی ان پر ایمان نہ لایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی سرپرستی فرمانے والے تھے اور سیرت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ اللہ عزوجل آپ رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر دے۔ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں آپ رضی اللہ عنہ کو ''صدیق'' کے لقب سے یاد فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کا قلعہ تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی دلیل قوی تھی۔''

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پھر اپنے گھر سے باہر آ کر فرمایا۔

''آج خلافت نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔''

وصال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر خطاب کا فیصلہ:

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر پہنچے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جسم اقدس چارپائی پر رکھا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کے باہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! اللہ عزوجل کی آپ رضی اللہ عنہ پر بے پناہ رحمتیں نازل ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، مونس اور غمخوار تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان اور مشیر تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے میں سبقت لی اور آپ رضی اللہ عنہ کا یقین قوی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ مخلص مومن تھے اور خوف خدا رکھنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کے دین میں دوسروں کی نسبت سب سے زیادہ بے نیاز اور کسی بھی چیز کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر رفقاء کی نسبت زیادہ فضیلت والے، برکت والے اور سبقت لے جانے والے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ ہی سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مقام و مرتبہ میں سب سے افضل تھے اور اللہ عزوجل اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ

ﷺ کی جانب سے آپ رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔
آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی اس وقت تصدیق کی تھی جب سب انہیں جھٹلا رہے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں ''صدیق'' کے لقب سے یاد کیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس وقت غمخواری اور دلجوئی کی جب دوسرے لوگ بخل سے کام لے رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہر قسم کے حالات میں حضور نبی کریم ﷺ کا ساتھ دیا جبکہ دوسرے لوگ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے باوجود تکالیف اور مصائب کے حضور نبی کریم ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا اور آپ رضی اللہ عنہ ثانی اثنین اور یارِ غار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہجرت میں حضور نبی کریم ﷺ کے رفیق تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا حق بھی بھرپور ادا کیا اور ایسا کوئی نبی ﷺ کے خلیفہ کے کوئی بھی ادا نہ کرسکتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت پھرتی کا مظاہرہ کیا جب دوسرے سست ہو گئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اس وقت قوی تھے جب سب کمزور و عاجز تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنا شعار بنائے رکھا جب لوگ شش و پنج میں مبتلا تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بلاتفرقہ خلیفہ برحق تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی ذات

بلاشبہ منافقین کو غصہ، کفار کو رنج اور حاسدین کے لئے کراہیت اور باغیوں کے لئے غیظ وغضب کی علامت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ حق پر قائم رہے جبکہ دوسرے لوگ اس وقت بزدلی کا مظاہرہ کر رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا جب سب کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نورِ خداوندی کو آگے بڑھایا اور پھر لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے ہدایت کو پا لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آواز سب سے پست تھی مگر آپ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ سب سے بلند تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا کلام سنجیدہ تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی بات درست تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ خاموش طبع تھے مگر جب بھی بات کرتے تھے ٹھوس بات کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہادری کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا اور آپ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی معاملہ فہم نہیں تھا۔ اللہ عزوجل کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ دین کے سردار تھے جب لوگ دین سے غافل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ مومنوں کے لئے ایک رحمدل باپ کی مانند تھے اور مومنین کو اپنی اولاد کی مانند رکھتے تھے۔ لوگ جس بھاری بوجھ کے لئے خود کو عاجز جانتے تھے آپ رضی اللہ عنہ وہ بھاری بوجھ اٹھانے والے تھے۔ جس چیز کو لوگوں نے چھوڑ دیا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی نگرانی اور نگہداشت کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتے تھے۔ جب لوگ گھبرا رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے صبر کا دامن نہ چھوڑا اور آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو

تسلی دی اور اپنی ہدایت کی خاطر وہ آپ رضی اللہ عنہ کے راستہ پر لوٹ آئے اور وہ جس چیز کے متعلق سوچ بھی نہ سکتے تھے اسے انہوں نے پالیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات کفار کے لئے آگ کا شعلہ اور عذاب کا نزول تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات مومنین کے لئے رحمت کا نزول تھی اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات میں خود کو پرسکون محسوس کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نیک اوصاف کا مجموعہ تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی حجت قوی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بصیرت کمزور نہ تھی اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ بزدل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قلب میں کبھی خوف نے جگہ نہ لی اور آپ رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ کی مانند تھے جس کو تیز آندھیاں اور طوفان بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی رفاقت ان کے لئے مالی خدمت کے اعتبار سے احسان کرنے والی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق جسمانی اعتبار سے کمزور مگر اللہ عزوجل کے معاملہ میں قوی اور زور آور تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بارگاہِ خداوندی میں بے حد بلند ہے اور لوگوں کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور بلند مرتبہ کے حامل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نسبت کوئی طنز نہیں کر سکتا اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کمزور اور ضعیفوں کا حوصلہ بڑھانے والے تھے اور حقدار کو اس کا حق دلانے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ

کی نگاہ میں دور و نزدیک سب برابر تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے قرب کا حقدار وہ تھا جو متقی و پرہیزگار تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ حق و صداقت کی دلیل ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا قول قطعی اور معاملہ بردباری ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں جب معاملہ آسان ہو چکا اور دنیا ہموار ہو چکی ہے اور ایمان جڑ پکڑ چکا ہے اور اسلام اور مسلمان ثابت قدم ہو چکے ہیں اور امر خداوندی غلبہ پا چکا ہے اگرچہ کفار اس وجہ سے غبار آلود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اقدامات نے آپ رضی اللہ عنہ کے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ اس بات سے اعلیٰ وارفع ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ پر گریہ وزاری کی جائے اور آپ رضی اللہ عنہ کی موت کی مصیبت آسمانوں پر بھی دیکھی جا سکتی ہے اور ہم سب اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں اور بلاشبہ ہمیں اسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے اور ہم قضائے خداوندی پر راضی ہیں اور ہم نے اپنا معاملہ اسی کے سپرد کر دیا۔ اللہ عزوجل کی قسم! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہمارے لئے کسی بڑے سانحہ سے کم نہیں ہے اور آپ رضی اللہ عنہ دین کی عزت اور جائے پناہ تھے۔ اللہ عزوجل آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا دے اور ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کے اجر سے محروم نہ رکھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے راستہ سے گمراہ نہ کرے۔"

روایات میں آتا ہے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا خطاب ختم کیا

تو لوگ جو خاموشی سے اس خطبہ کو سن رہے تھے وہ بے تحاشہ رونے لگے اور کہنے لگے۔

''اے رسول اللہ ﷺ کے داماد! آپ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔''

حضرت وہب سوائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور دریافت کیا حضور نبی کریم ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل کون ہے؟ میں نے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور بلاشبہ حق عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر بولتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے اور اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ اس دوران ایک شخص میرے پیچھے آیا اور اس نے میرے کندھے پر اپنی کہنی ٹکائی اور فرمایا۔

''اللہ عزوجل ان پر رحم کرے اور میں اللہ عزوجل سے امید رکھتا تھا اللہ عزوجل انہیں ان کے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ رکھے گا یعنی حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر اس شخص نے فرمایا میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا ہے میں ہوں، ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور عمر رضی اللہ عنہ ہے اور میں نے یہ کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور میں چلا، ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی چلے اور عمر رضی اللہ عنہ بھی چلے اور پھر اس شخص نے

فرمایا مجھے قوی امید ہے کہ اللہ عزوجل انہیں ان کے ہمراہ رکھے گا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے مڑ کر دیکھا کہ وہ کون ہے جو میرے کندھے پر کہنی ٹکائے ایسی گفتگو کر رہا ہے تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بزبانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"میری امت میں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہم) سے زیادہ افضل، متقی، پرہیز گار اور عدل وانصاف والا کوئی شخص نہیں ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو اسلام جاتا رہتا۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا میں تمہیں حضور نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا بتایئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"حضور نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔"

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے بلایا حالانکہ اس وقت میں بالکل تندرست تھا اور وہاں موجود تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے سے ہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔''

مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں منقول ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسے امیر بنایا جائے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو۔ تم اسے دنیا میں امین اور زاہد اور آخرت کی جانب رغبت کرنے والا پاؤ گے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم اکٹھے حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا۔

''یہ دونوں اہل جنت کے بوڑھوں اور جوانوں کے سردار ہیں ماسوائے انبیاء علیہم السلام کے۔''

حضرت ام موسیٰ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ ابن سبا ان کو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم پر فوقیت دیتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ سے

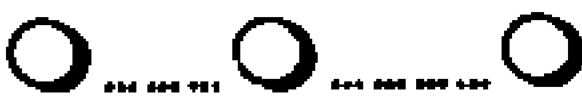
دریافت کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ اس کو قتل کیوں کرنا چاہتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اس کو قتل کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ ایک ایسی بات کہتا ہے جس سے امت میں فساد کا خطرہ ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم مجھ سے بہتر ہیں۔''

حضرت ام موسیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن سبا کو شہر بدر کر دیا۔

حضرت ابوزناد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا مہاجرین اور انصار کو کیا ہوا جو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ پر فوقیت دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

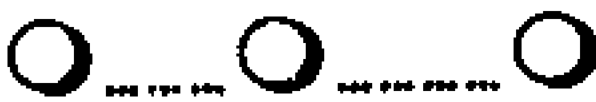
''اگر تو قریشی ہے تو اللہ سے معافی مانگ اور اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مجھ پر چار باتوں کی وجہ سے فوقیت حاصل تھی۔ اوّل وہ امام بننے میں مجھ پر سبقت لے گئے، دوم ہجرت کے وقت یارِ غار بنائے گئے، سوم اسلام کی اشاعت انہی کی وجہ سے ہوئی اور چہارم اللہ عزوجل نے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام انسانوں کی مذمت فرمائی ہے۔''



چوتھا باب:

خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا فیصلہ،
دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں اجتہادی وفقہی فیصلے،
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے چھ
نامزدگیاں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت



نقش لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر
یا علی رضی اللہ عنہ عرض کر اے فطرتِ وسواس قریں
مظہر فیض خدا، جان و دل ختم الرسل
قبلہ آلِ نبی ﷺ، کعبۂ ایجادِ یقیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا فیصلہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

''صاحب فراست تین شخص ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں کہ انہیں خلیفہ نامزد کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ جنہوں نے اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا انہیں ملازم رکھ لیجئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اہلیہ۔''

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

اما بعد! یہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی جانب سے وہ عہد ہے جو ایسے وقت میں دیا جب کہ اس کی دنیا کا زمانہ اختتام پذیر ہے اور وہ دنیا سے جا رہا ہے۔ اس کی آخرت کا دورِ اول شروع ہونے والا ہے اور دارِ آخرت میں قدم رکھ رہا ہے جہاں کافر بھی ایمان لے آئے گا اور گنہگار بھی متقی بن جائے گا اور جھوٹا شخص بھی سچ بولے گا۔ میں اپنے بعد عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ مقرر کرتا

ہوں۔ اگر انہوں نے انصاف سے کام لیا اور میرا گمان بھی
ان کے متعلق یہی ہے اور اگر انہوں نے ظلم کیا تو وہ جانیں۔
میں نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور غیب کا علم مجھے نہیں۔ اللہ
عزوجل کا فرمان ہے جن لوگوں نے ظلم ڈھائے ان کو بہت
جلد پتہ چل جائے گا کہ کس کروٹ پر وہ پلٹا کھائیں گے۔"

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے عمر (رضی اللہ عنہ)! بغض رکھنے والے سے تم نے بغض رکھا اور
محبت کرنے والے سے تم نے محبت کی اور یہ پرانے زمانے
سے چلتا آ رہا ہے کہ بھلائی سے عداوت اور شرارت سے محبت
کی جاتی ہے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے خلافت کی کچھ حاجت نہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"عمر (رضی اللہ عنہ)! منصب خلافت کو تمہاری ضرورت ہے تم نے
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور تم ان کی صحبتوں میں رہے
ہو اور تم نے دیکھا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے نفوس کو
اپنے نفس پر ترجیح دی اور یہاں تک کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی
کے دیئے ہوئے ان عطیات میں سے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہم لوگوں کو عطا فرمائے اور بچا ہوا اپنے اہل کو ہدیہ دیا کرتے

تھے اور تم نے مجھے دیکھا اور میرے ساتھ رہے۔ میں نے تو اسی ذاتِ گرامی کے نقش قدم کی پیروی کی جو مجھ سے پہلے تھے۔ اللہ عزوجل کی قسم! یہ باتیں میں سوتے میں نہیں کر رہا ہوں اور نہ ہی خواب دیکھ رہا ہوں اور میں کسی وہم کے طور پر یہ شہادت نہیں دے رہا اور بے شک میں ایک ایسے راستے پر ہوں جس میں کمی نہیں۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تمہیں معلوم ہونا چاہئے بے شک اللہ عزوجل کے لئے کچھ حقوق ہیں رات میں جن کو وہ دن میں نہیں قبول فرماتا اور کچھ حقوق ہیں دن میں جن کو وہ رات میں قبول نہیں فرمات اور بروزِ قیامت جس کسی کی بھی ترازوئے اعمال وزنی ہوگی اور ترازوئے اعمال کے لئے حق بھی یہی ہے کہ وہ وزنی اس وقت ہوگی جب اس میں حق کے سوا کچھ نہ ہوگا اور بروزِ قیامت جن لوگوں کے اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا وہ وہی ہوں گے جنہوں نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور میزانِ عمل کے لئے حق ہے کہ بجز باطل کے اور کسی چیز سے اس کا پلہ ہلکا نہ ہو۔

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! بے شک سب سے پہلی وہ چیز جس سے میں تمہیں ڈراتا ہوں وہ تمہارا نفس ہے اور میں تم کو لوگوں سے بھی پرہیزگاری کا حکم دیتا ہوں۔ لوگوں کی نظریں بہت بلند وبالا دیکھنے لگی ہیں اور ان کی خواہشات کا مشکیزہ پھونکوں سے بھر گیا ہے اور لوگوں کے لئے لغزش سے خیریت ہو جائے گی

تم لوگوں کو لغزشات میں پڑنے سے بچاؤ گے اس لئے لوگوں
کو ہمیشہ تمہاری جانب سے خوف رہے گا اور تم سے ڈرتے
رہیں گے جب تک کہ تم اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو گے اور
یہ میری وصیت ہے اور میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ کو منصب خلافت سنبھالا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک قریباً باون برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد منبر پر تشریف لائے اور ذیل کا خطبہ دیا۔

''اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں اگر مجھے حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی تمہارا
حاکم بننا پسند نہ کرتا۔

اے لوگو! اللہ عزوجل نے مجھے تمہارے لئے آزمائش بنایا ہے
اور تمہیں میرے لئے آزمائش بنایا ہے۔ جو نیک کام کرے گا
میں بھی اس کے ساتھ نیکی کروں گا اور جو برائی کا مرتکب ہو گا
میں اس کو عبرتناک سزا دوں گا۔''

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یوں دعا کی۔

''الٰہی! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے۔
الٰہی! میں کمزور ہوں مجھے طاقتور بنا دے۔
الٰہی! میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔''

لوگوں کے دلوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سختی کے متعلق شکوک پیدا ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

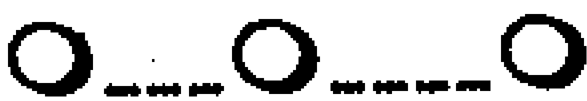
"تمہیں علم ہونا چاہیے میری سختی اب کم ہو چکی ہے البتہ میں مسلمانوں پر کسی ظلم اور ظالم کا وجود برداشت نہیں کروں گا۔ میں امن اور سلامتی اختیار کرنے والوں کے ساتھ نرم رہوں گا اور ظالموں کو حرفِ غلط کی مانند صفحہ ہستی سے مٹا کر دم لوں گا۔"

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب منصب خلافت پر فائز ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لائے اور ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

"اما بعد! میں جانتا ہوں تم مجھے سخت دیکھتے ہو اور میری سختی کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک عرصہ گزارا ہے اور میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر کریم تھے اور میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ایک تلوار کی مانند تھا جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میان میں رکھا اور مجھے جس امر سے منع کیا میں اس سے باز رہا اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے کوچ کر گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وصال فرمایا اس وقت مجھ سے راضی تھے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اور وہ رقیق القلب اور رحم کرنے والے تھے اور میں ان کا بھی خادم تھا اور میری سختی ان کی نرمی کے ساتھ مل جاتی تھی۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھے کسی بات سے رکنے کا حکم دیتے تو میں اس سے رک

جاتا تھا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس دنیا سے کوچ کر گئے اور جب ان کا وصال ہوا تو وہ مجھ سے راضی تھے اور انہوں نے مجھے خلیفہ مقرر کیا۔ اب جبکہ میں خلیفہ بن چکا ہوں تو تم مجھے جانتے ہو اور تمہیں میرا بخوبی تجربہ ہے اور تم حضور نبی کریم ﷺ کی سنت سے بھی بخوبی آگاہ ہو۔ میں کمزوروں کو ان کا حق دلوانے والا ہوں۔ اے اللہ کے بندو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور خود کو میری مدد پر آمادہ کرو اور اپنی جانوں کو میری سزا سے محفوظ رکھو اور مجھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے تنبیہ کرو اور اللہ عزوجل نے مجھے تمہارے جن امور کا نگہبان مقرر کیا ہے ان کے متعلق مجھے نصیحت کرنے سے کبھی خوفزدہ نہ ہونا۔''

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ایک روایت بیان ہوئی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت ناساز ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کھڑکی سے جھانک کر لوگوں سے فرمایا بلاشبہ میں نے تم سے ایک عہد کیا اور کیا تم اس عہد پر راضی ہو؟ لوگوں نے عرض کیا ہم راضی ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا جب تک منصب امارت کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد نہیں کیا جائے گا ہم راضی نہ ہوں گے اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر لوگوں نے بیعت کی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی بغیر کسی تردد کے بیعت میں سبقت کی۔



دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں اجتہادی و فقہی فیصلے

وجدان میں حیدر رضی اللہ عنہ کی محبت کے لگا یوں
حیدر رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا ہے مولا میرے آگے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جو مجلس شوریٰ قائم کی گئی جس میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل کیا گیا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ مجلس شوریٰ کا کام تھا کہ وہ روزمرہ کے معمولی اور اہم نوعیت کے تمام معاملات کو نبٹائے۔ جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو مجلس شوریٰ کے ارکان اکابر مہاجر و انصار کا اجلاس طلب کرتے جس میں سب کی رائے معلوم کرنے کے بعد فیصلہ کیا جاتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں بھی ویسے ہی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی قدر کی جاتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی اور فقہی فیصلے کتب سیر کا حصہ ہیں۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کے وہ اجتہادی اور فقہی فیصلے جو دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں کیے ان کا مختصراً

بیان کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کے لئے ذوق کا باعث بنیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وظیفہ میں اضافے کا فیصلہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے تجارت کیا کرتے تھے جس کے ذریعے وہ اپنے اہل وعیال کے گزر بسر کا انتظام کرتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر خلافت کا بوجھ آیا تو تجارت کو مزید جاری رکھنا ممکن نہ رہا چنانچہ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح بیت المال سے وظیفہ لینے کی تجویز پیش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے وہی وظیفہ مقرر کیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے مقرر تھا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہ وظیفہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے ناگزیر ہو گیا اور گزر بسر میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے وظیفہ میں اضافہ کی درخواست دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کی جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر آپ رضی اللہ عنہ کے وظیفہ میں اضافہ کی منظوری دے دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جہاد پر جانے سے روکنا:

لشکر اسلام کے ہاتھوں زبردست شکست نے ایرانیوں کا غرور خاک میں ملا دیا تھا۔ مسلمان عراق کے بیشتر علاقوں پر قابض ہو چکے تھے۔ اس دوران ایرانی تخت پر یزدگرد متمکن ہوا۔ یزدگرد کی حکمت عملی کی بناء پر ایرانیوں نے عراق کے ان مفتوحہ علاقوں میں جن پر اب اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی شرانگیزی شروع کر دی۔ یزدگرد کی اس منصوبہ بندی کی وجہ سے بے شمار مفتوحہ علاقے ایک مرتبہ ایرانی مملکت کے زیر تسلط چلے گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب ان واقعات کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر ایرانیوں کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا اور اس مرتبہ آپ

رضی اللہ عنہ نے بڑے پیمانے پر جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اس مرتبہ خود لشکر اسلام کی قیادت کریں گے اور ایرانیوں کو ایسا سبق سکھائیں گے کہ وہ آئندہ شرانگیزی سے توبہ کر لیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب لشکر کی تیاری کے بعد خود مدینہ منورہ سے جانے لگے تو اس موقع پر حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو جہاد پر جانے سے روک دیا اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ امیر المومنین ہیں لہٰذا یوں دارالخلافہ کو چھوڑ کر جانا آپ رضی اللہ عنہ کے لئے مناسب نہ ہوگا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کو چاہئے کہ ایرانیوں کی سرکوبی کے لئے کسی قابل اور اہل شخص کو سالار مقرر فرمائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ کو ترجیح دیتے ہوئے ان سے لشکر کے سالار کے متعلق مشورہ کیا کہ ان کی نگاہ میں کسے لشکر کا امیر مقرر کیا جائے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سالار مقرر کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لشکر اسلام کو لے کر حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں جو اس وقت عراق کے ایک سرحدی علاقے سیراف میں آٹھ ہزار کے لشکر کے ہمراہ موجود تھے۔

سن ہجری کے آغاز کا مشورہ دینا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں باقاعدہ ہجری سال کا آغاز کیا اور اس مقصد کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے نئے سال کا آغاز کیا اور سال کا آغاز محرم الحرام سے کیا گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مال تقسیم کرنے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ نے مال کی تقسیم کا آغاز حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم سے کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا پہلے مجھے مال عطا کریں میں اس کا زیادہ حق رکھتا ہوں اور میں امیر المومنین کا بیٹا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بیٹے کی بات سنی تو فرمایا تو پہلے ان کے باپ جیسا باپ لے کر آؤ اور ان کے جدامجد جیسا اپنا جدامجد لے کر آؤ اور پھر مجھ سے مال مانگو۔

راوی کہتے ہیں حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم نے گھر لوٹ کر تمام واقعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جاؤ اور امیر المومنین کو یہ خوشخبری سناؤ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر جبرائیل علیہ السلام نے دی تھی کہ عمر جنتیوں کے سورج ہیں۔

راوی کہتے ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان سنایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا تم اپنے والد بزرگوار سے کہو کہ وہ یہ تحریر لکھ دیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سے یہ بات سنی تو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! کیا آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہے کہ عمر جنتیوں کے سورج ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ مجھے

یہ تحریر دے دیں چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر لکھ دی۔

''یہ تحریر ہے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی جانب سے عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے اور انہوں نے اللہ عزوجل کا پیغام پہنچایا کہ عمر جنتیوں کے سورج ہیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر اپنے پاس محفوظ کر لی اور جب آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ تم فلاں تحریر لاؤ اور جب وہ تحریر لے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے میرے ساتھ میرے کفن میں رکھ دینا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق بوقت تدفین ایسا ہی کیا گیا۔

شرابی کی سزا اسی کوڑے کرنے کا فیصلہ:

روایات میں آتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا کہ اگر کوئی شخص شراب پئے تو اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کی سزا اسی کوڑے ہونی چاہیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو سراہتے ہوئے حکم جاری کیا کہ شرابی کی سزا اسی کوڑے ہوگی۔

قاضی یعلیٰ کے فیصلے کی توثیق کرنا:

منقول ہے ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قاضی یعلیٰ کے پاس آیا اور اس کے ہمراہ ایک اور شخص تھا۔ اس نے الزام لگایا کہ یہ شخص میرے بھائی کا قاتل ہے۔ قاضی یعلیٰ نے اسے مدعی کے حوالے کر دیا۔ مدعی نے اس شخص کو اپنی تلوار کے وار سے مارا اور اس گمان پر کہ اب یہ مر جائے گا اسے زخمی حالت میں اس کے وارثوں کے سپرد کر دیا۔ اس قاتل کے وارثوں نے اس کا علاج کیا اور وہ

تندرست ہو گیا۔ مدعی ایک مرتبہ پھر اس قاتل کو لے کر قاضی یعلیٰ کے پاس آیا اور کہا یہ میرے بھائی کا قاتل ہے۔ قاضی یعلیٰ نے کہا میں نے اسے تیرے حوالے کئے تھا۔ مدعی بولا میں نے اس پر تلوار کا وار کیا تھا اور یہ شدید زخمی ہو گیا تھا پھر میں نے اسے اس کے وارثوں کے حوالے کر دیا مگر یہ زندہ بچ گیا۔ قاضی یعلیٰ نے اس شخص کے زخموں کو ملاحظہ کیا اور اس قاتل کے بازو بیکار ہو چکے تھے۔ قاضی یعلیٰ نے ان زخموں کا شمار کیا اور مدعی سے کہا کہ تجھ پر شرعاً ان کی دیت اور تاوان واجب ہے اور اب تو یا تو تاوان کی رقم ادا کر اور اسے قتل کر دے یا پھر اسے چھوڑ دے کیونکہ تو نے اپنے پہلے حملہ میں یہ گمان کیا تھا کہ یہ مارا جا چکا ہے مگر یہ بچ گیا۔ مدعی کو قاضی یعلیٰ کے فیصلہ سے تسلی نہ ہوئی اور اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر قاضی یعلیٰ کی شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قاضی یعلیٰ کو بلایا اور ان سے مقدمہ کی تفصیلات دریافت کیں۔ اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قاضی یعلیٰ کے فیصلہ کی توثیق فرمائی اور فرمایا کہ قاضی یعلیٰ کا فیصلہ درست ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو سراہا اور قاضی یعلیٰ کے خلاف دائر اس درخواست کو خارج کر دیا۔

ایک عورت کے مقدمہ کا فیصلہ:

منقول ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا جس نے پیاس کی شدت کی وجہ سے ایک چرواہے سے پانی مانگا اور اس چرواہے نے اسے اس شرط پر پانی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ اس کے ساتھ ہم بستری کرے گی۔ اس عورت نے پیاس کی شدت کی وجہ سے وعدہ کر لیا اور باامر مجبوری اسے اپنے

ساتھ فعل بد کی اجازت دے دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرماتے تھے جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ پر مشورہ طلب کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ اس نے یہ فعل بد بامر مجبوری کیا لہٰذا اسے چھوڑ دیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو سراہتے ہوئے اس عورت کو جانے کا حکم دے دیا۔

ایک مجنون عورت پر حد جاری نہ کرنے کا فیصلہ:

منقول ہے ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو ایک عورت کو گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے اور وہ عورت خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم اس عورت کو یوں کیوں گھسیٹ رہے ہو؟ وہ بولے یہ عورت زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو ان لوگوں کے چنگل سے چھڑایا اور ان لوگوں کی سرزنش کی۔ وہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہ) ضرور آگاہ ہوں گے کہ انہوں نے کس وجہ سے ایسا کیا ہے؟ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور مسئلہ دریافت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا کہ تین لوگ ایسے ہیں جن سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی ان کے اعمال کا کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔ اوّل سونے والا جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے، دوم نابالغ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور سوم وہ جس کے حواس اس کا ساتھ نہ دیں اور وہ مجنون ہو۔ یہ عورت مجنون ہے اور اسے دیوانگی کا دورہ پڑتا ہے لہٰذا اس

پر حدود جاری نہیں ہو سکتی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو سراہتے ہوئے اس عورت کو رہا کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

میں عمر (رضی اللہ عنہ) کے فیصلے کو نہیں بدلوں گا:

منقول ہے کہ اہل نجران اور حضور نبی کریم ﷺ کے مابین ہونے والا معاہدہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا اور پھر جب دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں اہل نجران کی تعداد بڑھ گئی اور ان کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی یہ اندیشہ لاحق تھا کہ کہیں ان کی تعداد بڑھنے سے مملکت اسلامیہ کو کچھ نقصان نہ پہنچے۔ اس دوران اہل نجران کا ایک وفد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور معاہدہ میں تبدیلی کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی مرضی کے موافق معاہدہ میں کچھ ردوبدل کر دیا۔ پھر اہل نجران اس نئے معاہدہ پر خود ہی نادم ہوئے اور انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان نئی شرائط کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور انہیں کچھ جرمانہ بھی کر دیا۔ اہل نجران کا یہ وفد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ ہماری سفارش کریں اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے داہنے ہاتھ سے ہمارا معاہدہ تحریر کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ) راست گو اور معاملہ فہم ہیں میں ان کے فیصلے کو ہرگز نہیں بدلوں گا۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ مضبوط، قوی اور امین ہیں:

روایات میں آتا ہے ایک مرتبہ صدقہ کے کچھ اونٹ بیت المال میں آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا تاکہ ان کے کوائف تیار کیے جائیں۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ خود دھوپ میں

کھڑے ہو کر ان اونٹوں کے رنگ، عمر اور حلیہ لکھواتے رہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سایہ میں بیٹھے اونٹوں کے کوائف تحریر فرما رہے تھے جبکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سر پر کھڑے لکھوا رہے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بتاتے جاتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت دو کالی چادریں تھیں جن میں سے ایک کو آپ رضی اللہ عنہ نے بطورِ تہبند باندھا ہوا تھا جبکہ دوسری کو اوپر لپیٹ رکھا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اونٹوں کو گنتی کر کے ان کے رنگ اور ان کے دانت لکھوا رہے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں پڑھا جس کا ذکر قرآن مجید میں سورۂ القصص میں کیا گیا ہے ابا جان! انہیں ملازم رکھ لیجئے کیونکہ یہ وہ ہیں جو ان سب سے بہتر ہیں جنہیں آپ علیہ السلام ملازم رکھنا چاہیں اور یہ قوی اور امین ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"یہ مضبوط، قوی اور امین ہیں۔"

ایک عورت اور اس کے بیٹے کے مابین فیصلہ:

بحار الانوار میں منقول ہے کہ ایک غلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ماں کی شکایت کی کہ وہ مجھے بیٹا تسلیم کرنے سے انکاری ہے اور میرے باپ کی وراثت پر بھی قابض ہے جس کی وجہ سے میں انتہائی مفلسی کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اس عورت کو پیش کیا جائے چنانچہ

اس عورت کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا تو اس شخص کو اپنا بیٹا ماننے سے کیوں انکاری ہے؟ وہ عورت بولی یہ جھوٹ بولتا ہے اور میں باکرہ ہوں اور میں نے آج تک کسی مرد کو نہیں دیکھا یعنی کسی مرد کے ساتھ صحبت نہیں کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تیرے پاس اپنی بات کے گواہ موجود ہیں؟ وہ عورت بولی ہاں! میرے پاس گواہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا پھر تو اپنے گواہ پیش کر۔ وہ عورت گئی اور اپنے ہمسایہ کی عورتوں کو دس دس دینار بطورِ رشوت دیئے تاکہ وہ اس کے حق میں گواہی دیں اور انہیں لے کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب ان گواہوں سے اس عورت کے باکرہ ہونے کے متعلق پوچھا تو ان تمام عورتوں نے اس بات کی تصدیق کی۔ وہ غلام بولا یہ تمام عورتیں جھوٹ بولتی ہیں اور سعد بن مالک مزنی میرا باپ ہے اور میں قحط کے سال پیدا ہوا۔ میری پرورش بھیڑ کے دودھ سے ہوئی ہے اور پھر میں جوان ہوا تو میرا باپ سفر پر چلا گیا اور ایک عرصہ گزر گیا وہ واپس نہیں لوٹا۔ میں نے اپنے باپ کے دوستوں سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگے تیرا باپ مر گیا ہے۔ جب میری ماں کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے تمام جائیداد پر قابض ہونے کے لیے مجھے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور آج میں انتہائی مفلسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب فریقین کی باتیں سن چکے اور گواہوں کے بیانات بھی سن لئے تو فرمایا یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے آؤ ہم علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلتے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ دونوں فریقین اور گواہوں کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور تمام مسئلہ بیان کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دونوں فریقین اور گواہوں سے فرمایا کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جائیں اور میں بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

حاضر ہوتا ہوں۔

روایات میں آتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ پہنچ کر اپنے غلام قنبر سے فرمایا اس شخص کی ماں کو بلاؤ۔ جب وہ عورت آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے فرمایا تو کیوں اس بات کا انکار کرتی ہے کہ یہ تیرا بیٹا نہیں ہے؟ وہ عورت بولی میں باکرہ ہوں اور مجھے کسی مرد نے آج تک نہیں چھوا پھر میں کیسے اس شخص کی ماں ہوسکتی ہوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ایسی بات نہ کر اور تو جانتی ہے کہ میں کون ہوں؟ وہ عورت بولی اگر آپ رضی اللہ عنہ کو میری بات کا یقین نہیں تو پھر کسی طبیب خاتون کو بلائیں اور اس سے کہیں وہ میرا معائنہ کرے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک طبیب خاتون کو بلایا اور وہ اس عورت کو تنہائی میں لے گئی۔ تنہائی میں اس عورت نے اس طبیب خاتون کو سونے کا ایک کنگن دیا اور کہا کہ تم میرے حق میں گواہی دینا کہ میں باکرہ ہوں۔ وہ طبیب خاتون، آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گواہی دی کہ یہ عورت باکرہ ہے اور اسے کسی مرد نے آج تک نہیں چھوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جھوٹ بولتی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام قنبر سے فرمایا کہ تم اس کی تلاشی لو۔ جب اس طبیب خاتون کی تلاشی لی گئی تو اس سے سونے کا ایک کنگن برآمد ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو بلایا اور فرمایا تو مجھے جانتی ہے اور جبکہ تو اپنی بات سے انکاری ہے تو میں تیری اس شخص سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور تو اسے اپنا شوہر بنا لے۔ وہ عورت بولی مگر آپ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے میں شریعت محمدی ﷺ رکاوٹ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا شریعت محمدی ﷺ کیسے میرے فیصلہ میں رکاوٹ ہو گئی؟ وہ عورت بولی وہ میرا بیٹا ہے اور شریعت محمدی ﷺ میں ماں اور بیٹے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذہانت سے اس عورت نے اقرار کر لیا تھا

کہ وہ شخص اس کا بیٹا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے میری بات کا پہلے انکار کیوں کیا؟ وہ عورت بولی میں چاہتی تھی کہ میں تمام جائیداد کی اکلوتی وارث بنوں اسی لئے میں نے اسے بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو بارگاہِ الٰہی میں صدقِ دل سے تائب ہو۔

ایک امانت کا فیصلہ:

منقول ہے دو شخص ایک تھیلی میں سو دینار لے کر ایک عورت کے پاس گئے اور اس سے کہا تو ہماری یہ امانت اپنے پاس رکھ لے اور جب تک ہم دونوں اکٹھے تیرے پاس نہ آئیں تو یہ امانت کسی ایک کو واپس نہ کرنا۔ پھر کچھ عرصہ بعد دونوں میں سے ایک شخص اس عورت کے پاس آیا اور ان سو دیناروں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس عورت نے وہ سو دینار دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک تم دونوں میرے پاس اکٹھے ہو کر نہیں آؤ گے میں تمہیں یہ دینار ہرگز نہ دوں گی۔ اس شخص نے کہا میرے ساتھی کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس عورت نے پھر بھی اسے وہ دینار واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ شخص اس عورت کے قبیلہ کے اکابرین کے پاس گیا اور انہیں تمام واقعہ بیان کیا۔ ان اکابرین نے اس عورت سے کہا کہ تم وہ سو دینار اسے دے دو کہ اس کا ساتھی مر چکا ہے۔ اس عورت نے اپنے قبیلہ کے ان اکابرین کے فیصلہ پر اس شخص کو وہ سو دینار دے دیئے۔ پھر اس واقعہ کو ایک سال کا عرصہ بیت گیا اور ایک سال بعد وہ دوسرا شخص اس عورت کے پاس آیا اور اس سے بطورِ امانت رکھوائے گئے سو دینار کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس عورت نے کہا تیرا دوسرا ساتھی میرے پاس آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ میرے ساتھی کا انتقال ہو گیا اور میں نے اپنے قبیلہ کے اکابرین کے فیصلہ کے مطابق وہ سو دینار اسے دے دیئے

تھے۔ وہ شخص اپنے مطالبہ پر قائم رہا۔ پھر جب یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو اس معاملے کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے جایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا تو ہر حال میں اسے وہ سو دینار واپس کرنے کی پابند ہے۔ اس عورت نے کہا آپ رضی اللہ عنہ ہمیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس جانے دیں اور وہ ہمارے مابین فیصلہ کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور پھر وہ عورت اور شخص دونوں ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فریقین کی باتیں سنیں اور پھر اس شخص سے فرمایا تو اپنے ساتھی کو لے کر آ اور اپنی امانت واپس لے جا اور تم دونوں نے اس عورت سے کہا تھا کہ جب تک ہم دونوں نہ آئیں تو کسی ایک کو امانت واپس نہ کرنا اب جبکہ تیرے ساتھی نے مکر کیا تو بھی مکر کرتا ہے تو اپنے ساتھی کو لے کر اور اس عورت سے اپنی امانت واپس لے جا۔

روایات میں آتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سنا تو بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔

"اے اللہ! مجھے علی (رضی اللہ عنہ) کے بعد ہرگز زندہ نہ رکھنا۔"

ایک حاملہ عورت کے فعل بد میں مبتلا ہونے کے متعلق فیصلہ:

منقول ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حاملہ عورت کو لایا گیا جو زنا جیسے فعل بد میں مبتلا پائی گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کیا تو نے یہ فعل بد کیا ہے؟ اس عورت نے اقرار کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری فرما دی۔ جب اس عورت کو سنگسار کرنے کے لئے لوگ لے جا رہے تھے راستہ میں ان کی ملاقات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم اس عورت کو کہاں لے جاتے ہو؟ وہ بولے یہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور اس

نے اپنے جرم کا اقرار بھی کر لیا ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کرتے ہوئے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو چھوڑنے کا حکم دیا اور خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اس عورت کے متعلق دریافت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے اقرارِ جرم کیا چنانچہ اسی بناء پر اس پر حد جاری کی گئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ عورت حاملہ ہے اور قصور اس عورت کا ہے نہ کہ اس بچے کا لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ اس معاملہ پر غور فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اس عورت کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔

دورانِ عدت نکاح کا فیصلہ:

ریاض النضرہ میں حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے دورانِ عدت نکاح کر لیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے حق مہر واپس لے کر بیت المال میں جمع کروا دیا اور میاں بیوی دونوں کو الگ کر دیا اور فرمایا کہ دورانِ عدت عورت پر نکاح حرام ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کی خبر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تو دونوں اس مسئلہ سے نابلد تھے تو پھر عورت حق مہر کی حقدار ہے کیونکہ اس نے خود کو مرد پر حلال کیا اور ان دونوں کو فی الوقت جدا کر دیا جائے اور جب اس عورت کی عدت ختم ہو جائے تو یہ دونوں نکاح کر لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو فرمایا۔

''جس چیز کے متعلق کسی کو علم نہ ہو تو وہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے رجوع کرے اور میں بھی سنت رسول اللہ ﷺ سے رجوع کرتا ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) کا قول عین سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔"

آپ رضی اللہ عنہ پر روزہ کی قضا واجب ہے:

کنز العمال میں حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ مجھے ایک مسئلہ بتاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ کیا مسئلہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری ایک کنیز ہے جو انتہائی خوبرو ہے اور میں اس کے ناز و انداز سے اس کی جانب راغب ہوا حالانکہ میں روزہ سے تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی تذبذب میں مبتلا تھے کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق کیا کہیں۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس کنیز سے صحبت کی جو آپ رضی اللہ عنہ پر حلال تھی چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا روزہ فاسد ہوا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ پر اس روزہ کی قضا واجب ہے اور اگر یہ ماہِ رمضان کا روزہ ہوتا تو پھر آپ رضی اللہ عنہ پر اس کا کفارہ بھی لازم ہوتا۔

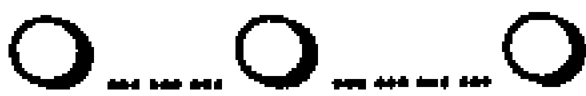
ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے شخص کا چوری کرنا:

کنز العمال میں عبدالرحمٰن بن عابد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی اور چوری کی وجہ سے پہلے بھی اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جا چکے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کے پاؤں کا کچھ حصہ کاٹ دیا جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر موجود تھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ عزوجل کا فرمان

ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کریں ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں مگر اس شخص کے ہاتھ اور پاؤں پہلے ہی کٹے ہوئے ہیں لہٰذا اس پر شرعی سزا کو کم کرتے ہوئے اسے زندان میں ڈلوا دیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اس شخص کو زندان میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔

بیٹی کی شادی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کرنے کا فیصلہ:

کنزالعمال میں حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی صاحبزادی حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم میری شادی ان سے کرو گے تو اللہ عزوجل کی قسم! کوئی انسان ایسا نہ ہوگا جو ان کا اکرام مجھ سے بڑھ کر کرنے والا ہوگا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر اپنی صاحبزادی حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور پھر مہاجرین نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس شادی کی مبارکباد دی اور اس شادی کی وجہ دریافت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگرچہ میری بیٹی کی شادی حضور نبی کریم ﷺ سے ہوئی اور میرا رشتہ حضور نبی کریم ﷺ سے استوار ہوا مگر میں نے چاہا میں حضور نبی کریم ﷺ کی نواسی سے شادی کر کے خاندانِ رسالت مآب ﷺ سے اپنا رشتہ مزید پختہ کر لوں۔



حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے چھ نامزدگیاں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب فیروز ابولولو نے والد بزرگوار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر خنجر سے وار کیے اور آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو گمان گزرا شاید میرا قتل کسی مسلمان نے کیا ہے جسے وہ نہیں جانتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان کو اپنے قریب بٹھانے کے بعد ان سے پوچھا میری خواہش ہے میں جان لوں کیا مجھے قتل کرنے والا مسلمان ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو باہر نکلے تاکہ جان سکیں کیا قاتل کا تعلق مسلمانوں کی جماعت سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے باہر نکل کر دیکھا تو سب رو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے واپس آ کر بتایا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا مسلمان نہیں بلکہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام فیروز ابولولو ہے۔ والد بزرگوار نے جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بات سنی تو اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا ان کو قتل کرنے والا مسلمان نہیں ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں نے لوگوں سے فرمایا تھا تم اپنے پاس عجمی کافر غلاموں کو

نہ لاؤ لیکن تم لوگوں نے میرا کہا نہیں مانا۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے بعد والد بزرگوار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔

''تم جاؤ اور میرے بھائیوں کو بلا لاؤ۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا کون سے بھائی؟ والد بزرگوار نے فرمایا۔

''عثمان غنی، علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام، سعد بن وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان حضرات کو بلانے چلے گئے اور والد بزرگوار میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ جب تمام حضرات اکٹھے ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''میں آپ چھ حضرات کو لوگوں کا سردار اور ان کی قیادت کرنے والا پاتا ہوں اور یہ خلافت تم حضرات میں چھوڑتا ہوں اور جب تک تم میں استقامت رہے گی لوگوں کو بھی خلافت پر استقامت حاصل رہے گی اور جب تم میں اختلاف ہوگا تو پھر لوگوں میں بھی اختلاف پیدا ہو جائے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پھر والد بزرگوار نے فرمایا۔

''تم تین دن تک لوگوں سے مشورہ کرنا اور خود میں سے ایک شخص کو خلیفہ چن لینا۔ اس دوران حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔''

روایات میں آتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال کا وقت قریب آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے خلیفہ کی نامزدگی کا مطالبہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم جا کر حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ۔ جب یہ حضرات خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں خلافت کا امر تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت تم سب سے راضی تھے اس لئے میں یہ امر تمہارے سپرد کرتا ہوں اور تم خود میں سے ایک شخص کو خلیفہ مقرر کر لو۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

''اللہ عزوجل کی حمد و ثناء اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درود و سلام۔

اما بعد! میں اپنے بعد منتخب ہونے والے کو خلیفہ مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے حقوق کو پہچانے اور ان کی عزت اور بڑائی کا خیال رکھے اور انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین سے قبل اپنے گھروں میں ٹھکانا دیا۔ میں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ ان کے بھلوں کی باتیں مانیں

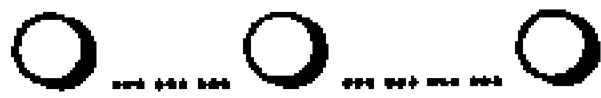
اور ان میں لغزش کرنے والوں سے درگزر کریں اور میں اس کو یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اہل شہر کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے اور یہ لوگ اسلام کے لئے حفاظتی دستہ اور مال کا ذخیرہ کرنے والے اور دشمنوں کے لئے باعث غیظ وغضب ہیں اور یہ کہ ان سے کچھ نہ لیا جائے مگر جوان کے پاس زائد ہو اور وہ بھی ان کی رضامندی سے اور میں اعراب کے بارے میں بھلائی کرنے کی بھی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ یہی لوگ عرب کی جڑ اور اسلام کا سرچشمہ ہیں۔ ان کے مال سے ان کے جانوروں کی زکوٰۃ لے کر انہیں کے فقراء پر تقسیم کر دے۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ میں منتخب ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں لوگوں کے لئے جیسا کہ ان سے معاہدہ ہے اس کو پورا کرے اور جو دشمن ان کے پیچھے ہیں ان کو بھیج کر ان سے جہاد کرے اور کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے۔"

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس آدمی کو جو اس خلافت کا والی ہوگا اسے معلوم ہونا چاہئے اس سے خلافت کو قریب اور جلد سب واپس لینے کا ارادہ کریں گے۔ میں لوگوں سے اپنے لئے خلافت باقی رکھنے میں لڑتا

رہوں گا اور اگر میں جان لیتا کہ لوگوں میں سے کوئی اس کام
کے لئے زیادہ قوی ہے تو میں اس کو آگے بڑھاتا تا کہ وہ
میری گردن مار دیتا، یہ بات مجھے زیادہ پسند بہ نسبت اس کے
کہ میں اس کا والی ہوتا۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم انصار کے پچاس افراد کو لے کر ان اصحابِ شوریٰ کے ہمراہ رہنا اور مجھے قوی امید ہے یہ عنقریب کسی گھر پر جمع ہوں گے اور تم اس گھر کے دروازے پر رکے رہنا یہاں تک کہ تین دن گزر جائیں اور یہ کسی نتیجے پر پہنچ جائیں اور اس دوران کسی کو کسی بھی صورت اس گھر کے اندر داخل نہ ہونے دینا۔



حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حالت شدید زخمی ہونے کی بناء پر آہستہ آہستہ مزید خراب ہونے لگی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں سپردِ خاک ہونے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان سے والد بزرگوار کی خواہش کا اظہار کیا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

''یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات کو خود پر ترجیح دیتی ہوں اور یہ جگہ ان کو عطا کرتی ہوں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب بتایا گیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جگہ مرحمت فرما دی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔

''میرے سر کے نیچے سے تکیہ ہٹا دو تا کہ میں اپنا سر زمین سے لگا سکوں اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کروں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

''بیٹا! جب میں مر جاؤں تو میری آنکھیں بند کر دینا اور میرے کفن میں میانہ روی اختیار کرنا اور اسراف نہ کرنا کیونکہ اگر میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مقبول ہوا تو مجھے دنیا سے بہتر کفن مل جائے گا اور اگر میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مقبول نہ ہوا تو یہ کفن بھی میرے پاس نہیں رہے گا اور مجھ سے چھین لیا جائے گا۔ میری قبر کو زیادہ لمبی اور چوڑی نہ کرنا کیونکہ اگر میں اللہ عزوجل کے نزدیک معتبر ہوا تو وہ میری قبر کو حد نگاہ وسیع کر دے گا ورنہ میری قبر جتنی مرضی چوڑی ہو وہ اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ٹوٹ جائیں۔''

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا دیکھو میرے اوپر بیت المال کا کتنا قرض ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ چھیاسی ہزار۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''تم میرا تمام مال فروخت کر کے رقم بیت المال میں جمع کرا دینا اور اگر یہ رقم ناکافی ہو تو پھر اپنے مال سے اس کو ادا کرنا اور اگر پھر بھی ناکافی ہو تو بنی عدی بن کعب سے لے لینا اور اگر پھر بھی قرضہ پورا نہ ہو تو قریش سے قرض کی ادائیگی کا سوال کرنا اور ان کے علاوہ کسی سے نہ کہنا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو زخمی ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال یکم محرم الحرام ۲۴ھ بروز ہفتہ ہوا۔ بوقت وصال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک قریباً تریسٹھ برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بیری کے پتوں میں ابلے ہوئے پانی سے تین مرتبہ غسل دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور مزار کے درمیان ریاض الجنۃ میں ادا کی گئی جبکہ حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو قبر مبارک میں اتارا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غم:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال پر فرمایا۔

”دنیا میں مجھے جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھا وہ شخص آج کفن میں لپٹا ہوا ہے۔“

روایات میں آتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال پر فرمایا۔

”میری خواہش ہے میں مرتے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے اعمال لے کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پیش ہوں۔ دنیا میں مجھے جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھا وہ شخص آج کفن میں لپٹا ہوا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے اور اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ اس دوران ایک شخص میرے پیچھے آیا اور اس نے میرے کندھے پر اپنی کہنی ٹکائی اور فرمایا۔

''اللہ عزوجل ان پر رحم کرے اور میں اللہ عزوجل سے امید رکھتا تھا اللہ عزوجل انہیں ان کے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ رکھے گا یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر اس شخص نے فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں ہوں، ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور عمر رضی اللہ عنہ ہے اور میں نے یہ کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور میں چلا، ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی چلے اور عمر رضی اللہ عنہ بھی چلے اور پھر اس شخص نے فرمایا مجھے قوی امید ہے کہ اللہ عزوجل انہیں ان کے ہمراہ رکھے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے مڑ کر دیکھا کہ وہ کون ہے جو میرے کندھے پر کہنی ٹکائے ایسی گفتگو کر رہا ہے تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

فضیلت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بزبانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

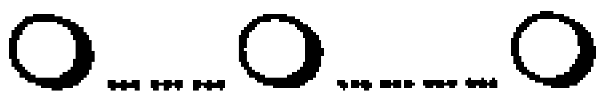
''میری امت میں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہم) سے زیادہ افضل، متقی،

پرہیز گار اور عدل و انصاف والا کوئی شخص نہیں ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی تم صالحین کا ذکر کرو تو عمر (رضی اللہ عنہ) کو ضرور یاد رکھا کرو۔

حضرت سوید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تنقیص کر رہی تھی۔ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا ان کے گوش گزار کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے میری بات سن کر فرمایا۔

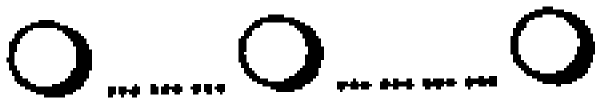
"اللہ عزوجل کی ان پر لعنت ہو۔ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے۔"



پانچواں باب:

خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا فیصلہ،
دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں اجتہادی و فقہی فیصلے،
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت



نقش لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر

یا علی رضی اللہ عنہ عرض کر اے فطرتِ وسواس قریں

مظہر فیض خدا جان و دل ختم الرسل

قبلہ آلِ نبی ﷺ ، کعبۂ ایجادِ یقیں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا فیصلہ

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے اس کام کو تین کے حوالے کر دو چنانچہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو فرمایا میں خود کو اس امر سے دستبردار کرتا ہوں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ایک طرف لے گئے اور کہا اگر آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے تو کیا آپ رضی اللہ عنہ انصاف سے کام لیں گے اور اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے تو ان کی اطاعت کریں گے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور ان کو ایک طرف لے گئے اور کہا اگر آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے تو کیا انصاف سے کام لیں گے اور اگر حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے تو کیا ان کی اطاعت کریں گے؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کر لی جس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے مشاورت کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتا ہوں کتاب اللہ پر، سنت رسول اللہ ﷺ پر اور سیرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم پر۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا جتنی میری قوت ہوئی۔ میں نے یہی بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دہرائی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس پر راضی ہوا۔

یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مشاورت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی میں پوچھا اگر میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کروں تو پھر کس کی بیعت کروں؟ انہوں نے فرمایا تم علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینا۔ پھر میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے علیحدگی میں پوچھا اگر میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کروں تو کس کی بیعت کروں؟ انہوں نے فرمایا تم عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینا۔ پھر میں نے یہی سوال حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے کیا کہ اگر میں ان کی بیعت نہ کروں تو پھر کس کی بیعت کروں؟ انہوں نے مجھ سے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ کی

یا پھر علی رضی اللہ عنہ کی۔ میں نے یہی سوال حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے کیا اور انہوں نے مجھ سے کہا عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار ہیں۔ پھر میں نے دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مشورہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام لیا چنانچہ یہی وجہ ہے میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت میں سبقت کی، پھر سب نے اتفاقِ رائے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔

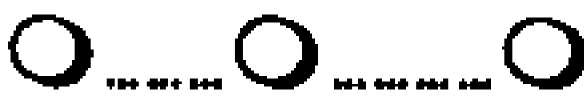
حضرت سلمہ بن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔

ابن سعد کی روایت میں ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر سب سے پہلے بیعت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کی اور پھر ان کے بعد دیگر لوگوں نے بیعت کی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد پہلی نماز جس میں لوگوں کی امامت فرمائی وہ نمازِ عصر تھی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد آپ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کے بعد لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''لوگو! سفر ابتداء میں انتہائی کٹھن اور دشوار ہوتا ہے اور آج کے دن کے بعد مزید دن بھی آئیں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو میں تمہیں اسی طریق پر خطبہ دوں گا اور میں فن خطابت سے آشنائی نہیں رکھتا مگر اللہ عزوجل کے فضل وکرم کا امیدوار ہوں کہ وہ مجھے علم وحلم کی نعمت عطا فرمائے گا۔

لوگو! تم دارالامان مدینہ منورہ میں حالت امن میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہو اور تمہاری عمر گزری جا رہی ہے اور ایک خاص رفتار کے ساتھ زندگی موت کی جانب بڑھ رہی ہے۔ انسان بھلائی کے کاموں میں سستی کا مظاہرہ کر رہا ہے حالانکہ وہ اپنے کل سے بے خبر ہے۔ دنیا کی زیب و زینت درحقیقت شیطان کا مکر ہے اور شیطان تمہارے پیچھے ہے اور تمہارے نیک اعمال کے سوا کچھ بھی تمہارے کام نہیں آئے گا۔ تم دنیا کی طلب سے خود کو مامون رکھو اور حرص و طمع کو باہر نکال پھینکو اور آخرت کے طلبگار بنو۔ تم اپنی زندگیاں رسول اللہ ﷺ کی سنت اور فرامین کے مطابق بسر کرو۔ اگر تم قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کرو گے تو یقیناً فلاح پاؤ گے۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے قرآن مجید میں فرمایا کہ لوگوں کو دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرمائیں جو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے بارش برسائی، پھر اس کے ذریعے اس زمین کو آباد کیا اور پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور اللہ عزوجل قادر المطلق ہے۔ مال و اولاد سب دنیاوی زندگی کا ہی ایک حصہ ہیں جبکہ باقی رہنے والے صرف اعمالِ صالحہ ہیں اور اعمالِ صالحہ ہی اللہ عزوجل کے نزدیک بلحاظ ثواب اور جزاء کے عمدہ اور بہتر ہیں۔“



دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں اجتہادی و فقہی فیصلے

ہاں اسی روز میری جان میں جان آئے گی
جبکہ نکلے گی میری جان علی رضی اللہ عنہ کے در پر

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جو مجلس شوریٰ قائم کی گئی جس میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل کیا گیا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں بھی ویسے ہی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی قدر کی جاتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے۔ دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی اور فقہی فیصلے کتب سیر کا حصہ ہیں۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کے وہ اجتہادی اور فقہی فیصلے جو دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں کیے ان کا مختصراً بیان کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین کے لئے ذوق کا باعث بنیں۔

ہرمزان کی دیت کا مقدمہ:

ہرمزان ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا اس نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد اسلام

قبول کر لیا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا۔ ہرمزان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مدینہ منورہ میں رہنے کی درخواست بھی کی اور اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبول فرما لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے فیروز ابولولو کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے سے پہلے ہرمزان کے پاس دیکھا گیا تھا اور جس خنجر سے اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا وہ خنجر بھی ہرمزان کے پاس موجود تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اس خنجر کو شناخت کیا اور بتایا انہوں نے یہ خنجر ہرمزان کے پاس دیکھا تھا نیز فیروز ابولولو بھی ہرمزان کے پاس موجود تھا اور ان کے ساتھ ایک عیسائی غلام جفینہ بھی تھا۔

روایات میں آتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مشتعل ہو کر ہرمزان کو قتل کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خنجر مارتے دیکھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پکڑ لیا جبکہ ہرمزان زخموں کی تاب نہ لا سکا اور مر گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا جو اس وقت عارضی طور پر مسند خلافت پر متمکن تھے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ نئے منتخب ہونے والے خلیفہ پر چھوڑ دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر بیٹھے اور تمام لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کر چکے تو آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پیش کیا گیا کہ انہوں نے نومسلم ہرمزان کو قتل کر دیا ہے۔

حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ہرمزان کے قتل کا اعتراف کیا۔ حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ کے ممبر ہونے کی حیثیت سے مشورہ دیا کہ حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو قصاص کے بدلے میں قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے ابھی کل ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ہے اور آج ان کے بیٹے کا خون بہایا جائے یہ مناسب نہیں ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورہ کی تائید مجلس شوریٰ کے دیگر تمام ارکان نے بھی کی جس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں یہ نہیں کرسکتا کہ جس شخص کا باپ شہید کیا گیا ہو آج اس کو بھی قتل کروا دوں۔''

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے مال میں سے ہرمزان کی دیت کی رقم ادا کی اور دیت کی رقم باقاعدہ بیت المال میں جمع کروا دی۔

ریشم پہننے کے متعلق فیصلہ:

حضرت سعید بن سفیان قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بھائی کا انتقال ہوا تو اس نے وصیت کی راہِ خدا میں سو دینار صدقہ دینا۔ میں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص تشریف فرما تھے میں نے قبا زیب تن کر رکھی تھی جس کا گریبان اور کالر ریشم کی کناری کا تھا۔ اس شخص نے میری قبا کو پھاڑنے کے لئے کھینچا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تم اسے چھوڑ دو چنانچہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے دنیا میں ریشم استعمال کر کے جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت سعید بن سفیان قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا میرا

بھائی مر گیا ہے اور اس نے وصیت کی تھی سو دینار راہِ خدا میں صدقہ کروں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم مجھ سے پہلے کسی سے اس کے متعلق دریافت کرتے اور وہ ایسا جواب نہ دیتا جو میں تمہیں دوں گا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا کہ تم نے اس جاہل سے ایسا سوال کیوں پوچھا؟ اللہ عزوجل نے ہمیں اسلام قبول کرنے کا حکم دیا اور ہم نے اسلام قبول کیا اور اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور پھر اللہ عزوجل نے ہمیں ہجرت کا حکم دیا تو ہم نے ہجرت کی اور ہم مہاجر ہوئے۔ پھر اللہ عزوجل نے ہمیں جہاد کا حکم دیا اور ہم مجاہد ہوئے اور تم اہل شام کے مجاہد ہو۔ تم یہ سو دینار اپنے گھر والوں پر خرچ کرو اور سو دینار کا گوشت خریدو اور تم اسے کھاؤ اور تمہارے گھر والے بھی اسے کھائیں۔ اللہ عزوجل ایسا کرنے پر تمہارے نامہ اعمال میں سات سو درہم کا ثواب لکھے گا اور ضرورت کے وقت گھر والوں پر خرچ کرنے سے صدقہ کا ثواب ملتا ہے جبکہ اسراف پر پکڑ ہو گی۔

حضرت سعید بن سفیان قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس لوٹا تو میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ شخص کون تھا جس نے میری قبا کھینچی تھی؟ لوگوں نے بتایا وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت سعید بن سفیان قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر گیا اور عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ میں ایسا کیا دیکھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ عنقریب میری امت عورتوں کی شرمگاہوں کو اور ریشم کو حلال جانے گی اور یہ پہلا ریشم ہے جو میں نے کسی مسلمان پر دیکھا۔''

حضرت سعید بن سفیان قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو واپس آ کر اپنی قبا فروخت کر دی۔

حالت احرام میں شکار کے متعلق فیصلہ:

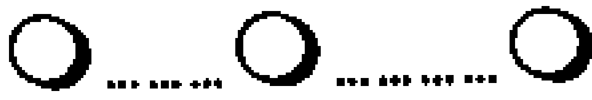
مسند احمد میں منقول ہے ایک مرتبہ حج کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی شخص نے شکار کا گوشت پیش کیا۔ پھر حالت احرام میں شکار کو کھانے یا نہ کھانے کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نزدیک حالت احرام میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے جبکہ کسی دوسرے کا شکار کھانے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ پھر جب اس مسئلہ کے متعلق کوئی حتمی رائے قائم نہ کی جا سکی تو یہ مسئلہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جایا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گورخر شکار کر کے لایا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم حالت احرام میں ہیں اور وہ جنہوں نے احرام نہیں باندھا تم انہیں یہ گوشت کھلا دو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کی گواہی بارہ افراد نے دی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حالت احرام میں شترمرغ کے انڈے پیش کیے گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی کھانے سے اجتناب برتا۔ اس واقعہ کی گواہی بھی کئی لوگوں نے دی اور یوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی حالت احرام میں شکار کے گوشت سے اجتناب برتا۔

اب تو میراث کی حقدار ہے:

منقول ہے حبان بن منقذ کی دو بیویاں تھیں۔ ان کی ایک بیوی ہاشمی جبکہ

دوسری بیوی انصاری تھی۔ حبان کا انتقال ہوا اور انہوں نے انتقال سے قبل انصاری بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد انصاری بیوی بھی ان کی وراثت کی دعویدار ہوئی اور کہا کہ جب مجھے میرے شوہر نے طلاق دی تو ان کی موت تک میری عدت پوری نہ ہوئی تھی لہٰذا وراثت میں میرا بھی حصہ ہے۔ پھر یہ مقدمہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس مقدمہ کا فیصلہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کریں گے چنانچہ یہ مقدمہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس انصاری عورت سے کہا تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑی ہو کر قسم کھا کہ تو نے طلاق کے بعد سے حبان کی موت تک تین مرتبہ ماہواری نہیں دیکھی۔ اس عورت نے قسم کھا لی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تو حبان کی میراث میں حصہ دار ہے۔



حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! اللہ عزوجل تجھے عنقریب ایک خلعت عطا فرمائے گا پھر لوگ تجھ سے مطالبہ کریں گے تو اس خلعت کو اتار دے مگر تم ان کی خواہش پر اس خلعت کو نہ اتارنا۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر جب اعتراضات کیے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے معترضین کو ان اعتراضات کے شافعی جواب دیئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت زید بن ثابت، حضرت ابواسید ساعدی، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم نے اتفاقِ رائے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ موجودہ صورتحال کے متعلق فیصلہ کیا جاسکے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہا۔

''امیر المومنین! مجھے جس بات کا علم ہے اس بات کا علم آپ رضی اللہ عنہ کو بھی ہے اور جیسے میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی آپ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت

پائی اور جیسے میں حضور نبی کریم ﷺ کا داماد ہوں آپ رضی اللہ عنہ
بھی حضور نبی کریم ﷺ کے داماد ہیں اور یہ شرف شیخین رضی اللہ عنہم
کو بھی حاصل نہ ہوا۔''

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حالات کے متعلق مشورہ کیا اور تفصیلی گفتگو کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس موقع پر انتہائی سوچ سمجھ کر کوئی بھی قدم اٹھائیں۔

روایات میں آتا ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ آمد کے بعد اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم اور دیگر شامل تھے انہیں بلایا۔ اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کے تمام گورنر بھی موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مستقبل کے فتنہ کو بھانپتے ہوئے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا۔ اس موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

''اما بعد! آپ تمام حضرات کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ
سب کو حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی اور آپ
حضرات امت کے نگہبان ہیں۔ آپ حضرات نے اپنے بھائی
عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت پر اتفاق کیا اور اب جبکہ وہ ضعیف
ہو چکے ہیں تو ان پر اعتراض کیے جا رہے ہیں اور ان کے
خلاف سازشیں کی جا رہی ہیں۔ اگر آپ سب کی کوئی رائے
ہے تو اس سے ہمیں آگاہ کیجئے اور میں آپ حضرات کو شافعی
جواب دوں گا مگر یہ بات یاد رہے کہ اگر کسی کو یہ طمع ہو کہ وہ

خلیفہ بننا چاہتا ہے تو وہ جان لے کو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے سوا کچھ نہیں پائے گا۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخت بات سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ کر بٹھا دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیئے اور دلائل کے ساتھ ان کے اعتراضات کا رد کیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس اجلاس کے بعد اپنے تمام گورنروں کو واپس جانے کی ہدایت کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا۔

''امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ میرے ہمراہ چلیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں شرپسند آپ رضی اللہ عنہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات کے جواب میں فرمایا۔

''میں کسی بھی صورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں خواہ میری گردن ہی کیوں نہ کاٹ دی جائے۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جواب سننے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم سے درخواست کی کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کچھ مصیبت یا خطرہ لاحق ہو تو وہ ان کا ساتھ دیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا گیا تھا

جس کی وجہ سے حالات قدرے بہتر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ عبداللہ بن سبا اور اس کے شرپسند ساتھی کوفہ کے حالات بہتر دیکھ کر پریشان ہو گئے کیونکہ ان کا سارا کھیل ختم ہونے لگا تھا۔ عبداللہ بن سبا نے اپنے ناپاک عزائم کے حصول کے لئے اپنے پیروکاروں کو نئے سرے سے سرگرم ہونے کا حکم دیا اور خود بصرہ میں حکیم بن جبلہ عدی کے مکان پر پہنچ گیا۔

عبداللہ بن سبا نے بصرہ پہنچنے کے بعد اس نے ایک مرتبہ پھر لوگوں کو اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت کے پردے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے خلاف اکسانا شروع کر دیا۔ حکیم بن جبلہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو اپنے گھر سے نکال دیا۔ عبداللہ بن سبا اس دوران بصرہ میں ایک مرتبہ پھر فسادات شروع کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ وہ حکیم بن جبلہ کے نکالنے کے بعد بصرہ سے مصر پہنچ گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حمران بن عفان کو ایک عورت کے ساتھ اس کی عدت میں نکاح کرنے پر کوڑے لگوائے تھے اور اسے جلاوطن کر کے بصرہ بھیج دیا تھا۔ حمران بن عفان نے بصرہ جا کر آپ رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنروں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سبا نے بھی اب نہایت زور و شور سے اپنی مہم کو شروع کر دیا جس سے حالات مزید خراب ہونا شروع ہو گئے جس سے آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے گورنروں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

عبداللہ بن سبا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خط لکھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حالات کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے اس ملاقات سے قبل

شرپسندوں کا ایک گروہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے ان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شکایات کر چکا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختیارات کی بات کی اور کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گورنر مقرر نہیں کیا انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنر مقرر کیا تھا لیکن ان کے دور میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) خود سے کوئی فیصلے نہیں کرتا تھا جبکہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے۔''

عبداللہ بن سبا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے خلاف جو سازش کی تھی اب وہ سازش عملی جامہ اختیار کرتی جا رہی تھی۔ مسلمانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا اور مملکت اسلامیہ کی بڑھتی ہوئی قوت کو پارہ پارہ کرنے کا عبداللہ بن سبا کا گھناؤنہ منصوبہ کامیاب ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس دوران پھر حج کے لئے قافلے مکہ مکرمہ پہنچنے شروع ہو گئے۔ عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں کے گروہ بھی مکہ مکرمہ کی جانب عازمِ سفر ہوئے۔

مورخین لکھتے ہیں مصر سے ایک ہزار شرپسند مکہ مکرمہ کی جانب عازمِ سفر ہوئے اور ان کا بظاہر مقصد حج کرنا تھا مگر درحقیقت یہ اس ارادہ سے نکلے تھے کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معزول کروائیں گے یا پھر انہیں قتل کر دیں گے۔ جب یہ قافلہ کوفہ پہنچا تو کوفہ سے بھی ایک ہزار شرپسند اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ پھر یہ قافلہ کوفہ پہنچا اور کوفہ سے پانچ سو شرپسند اس قافلے میں شامل ہوئے اور یوں ان کی تعداد اڑھائی ہزار ہو گئی۔

یہ شرپسند چونکہ عبداللہ بن سبا کے پیروکار تھے لہٰذا یہ اپنے منصوبے کے

تحت کئی چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور پھر حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچنے کی بجائے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور مدینہ منورہ کے نواح میں قیام کیا۔ یہ شرپسند جس موقع کی تلاش میں تھے انہیں وہ موقع میسر آنے والا تھا کیونکہ حج کے لئے مدینہ منورہ میں مقیم کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم بھی مکہ مکرمہ کی جانب عازمِ سفر ہو چکے تھے اور کچھ روانہ ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ان کے لئے یہ ایک سنہری موقع تھا کہ وہ اس موقع پر اپنے گھناؤنے منصوبہ پر عمل پیرا ہو سکیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ شرپسندوں کا جو گروہ مصر سے چلا تھا اس نے امت مسلمہ میں انتشار پھیلانے کے لئے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے پر مجبور کریں گے جبکہ وہ شرپسند جو بصرہ سے آئے تھے ان کا منصوبہ تھا کہ وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ پر دباؤ ڈالیں گے کہ وہ منصب خلافت پر فائز ہوں جبکہ کوفہ سے چلنے والے شرپسند اس ارادہ سے آئے تھے کہ وہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں گے اور یوں ان شرپسندوں کا درپردہ منصوبہ تو ایک ہی تھا کہ وہ امت مسلمہ میں انتشار پیدا کریں گے مگر ساتھ ہی وہ ان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافات بھی پیدا کرنا چاہتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں مصر کے شرپسند اپنے مذموم ارادہ کی تکمیل کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور بصرہ کے شرپسند اپنے مذموم ارادہ کی تکمیل کے لئے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے ملے جبکہ کوفہ کے شرپسند اپنے مذموم ارادہ کی تکمیل کے لئے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان حضرات کے علاوہ ان شرپسندوں نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے بھی ملاقاتیں کیں تاکہ ان کا اعتماد حاصل کیے جا سکے مگر وہ اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔

روایات میں آتا ہے مصری شرپسندوں کا گروہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے مطالبہ کو ماننے سے انکار کر دیا تو انہوں نے اپنے منصوبہ کے دوسرے حصہ پر عمل کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر مصر کے گورنر حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو معزول نہ کیا گیا تو ہم مدینہ منورہ سے باہر نہیں جائیں گے۔

شرپسندوں کا یہ مطالبہ اسی گھناؤنے منصوبہ کی ایک کڑی تھا کہ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام نے افریقہ اور یورپ کے کئی علاقوں میں فتوحات کے جھنڈے گاڑے تھے اور عبداللہ بن سبا منافق کو دین اسلام کی یہ ترقی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی چنانچہ اسی وجہ سے اب ان شرپسندوں نے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی معزولی کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان شرپسندوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ اپنی بات پر بضد رہے اور مدینہ منورہ سے باہر جانے سے انکار کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شرپسندوں کے اس مطالبہ کے بعد اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں شرپسندوں کے ارادوں سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر ان کا مطالبہ اس وقت مان لیا جائے اور حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا جائے تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو پوچھا اگر میں حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو معزول کرتا ہوں تو پھر ان کی جگہ کسے مصر کا گورنر بناؤں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اس وقت مناسب یہی ہے کہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا دیا جائے تا کہ حالات

میں بہتری آ سکے۔

محمد بن ابی بکر جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اپنے والد بزرگوار کے وصال کے وقت کم سن تھے اور ان کی تربیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ ہوئی تھی مگر بعد میں یہ مختلف مہمات میں شریک ہوتے رہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قربت سے دور رہے تھے اور اہل مصر ان کی بے حد قدر کرتے تھے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو مانتے ہوئے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مصر کی گورنری سے معزول کر دیا اور محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ان کے نام فرمان جاری کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کی امارت کا پروانہ لیا اور اسی وقت ان شرپسندوں کے پاس جا کر انہیں یہ فرمان دے دیا جس پر وہ شرپسند مدینہ منورہ سے چلے گئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں مصری شرپسندوں کے مدینہ منورہ سے جانے کے بعد بصرہ اور کوفہ کے شرپسند بھی حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کے سمجھانے پر مدینہ منورہ سے چلے گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا چچازاد مروان بن الحکم جو حکم بن العاص کا بیٹا تھا اور مصر کا سابق گورنر تھا اور جسے معزول کر کے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سعد ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا انتہائی شاطر ذہن کا آدمی تھا اور وہ مصر کی گورنری سے معزول کیے جانے پر کبیدہ خاطر تھا اور اکثر اس موقع کی تلاش میں رہتا تھا کہ کسی طرح اسے آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی اقدام کرنے کا موقع ملے۔

مؤرخین لکھتے ہیں مروان بن الحکم کو جب پتہ چلا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا نیا گورنر مقرر کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تو اس نے چالاکی سے ایک نقلی خط تیار کیا جس میں حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے نام یہ پیغام لکھا۔

''محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں چھ بندے جیسے ہی تمہارے پاس پہنچے ان کا سر قلم کر دینا۔''

مروان بن الحکم نے اس خط پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جعلی مہر بھی لگا دی۔ مروان بن الحکم کا خط جو شخص لے کر مصر حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہا تھا اسے راستہ میں شرپسندوں نے پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔ اس نے کہا میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر مصر جا رہا ہوں۔ ان شرپسندوں نے جب اس شخص کی تلاشی لی تو مروان بن الحکم کا وہ خط برآمد ہو گیا جس سے یہ لوگ طیش میں آ گئے اور واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وہ خط دیتے ہوئے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہم سے دھوکہ کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

''مجھے تو یہ تم لوگوں کی کوئی چال لگتی ہے کیونکہ تمہارے ارادے ٹھیک نہیں ہیں۔''

شرپسندوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سننے کے بعد کہا بات جو بھی ہو ہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہٹا کر ہی دم لیں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا لہجہ دیکھتے ہوئے فرمایا۔

''تم صبر سے کام لو میں اس بارے میں تفتیش کرتا ہوں کہ یہ

خط کس نے لکھا ہے؟"

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں وہ خط دکھایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس خط سے لاعلمی کا اظہار کیا اور قسم کھا کر کہا۔

"میرا دامن اس سازش سے پاک ہے۔"

پھر جب خط کی تحریر پر غور کیا گیا تو وہ تحریر مروان بن الحکم کی تھی۔ مروان بن الحکم اس وقت اپنے گھر میں موجود تھا۔ شرپسندوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ مروان بن الحکم ان کے حوالے کر دیں مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شرپسندوں کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات ماننے سے یکسر انکار کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو شرپسندوں کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا تھا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے اس انکار کے بعد ان شرپسندوں نے مدینہ منورہ میں ڈیرے ڈال لئے اور وہ اب مدینہ منورہ کے بازاروں اور گلیوں میں سرعام پھرتے تھے اور اپنا مطالبہ دہراتے تھے کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت سے معزول کروائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس دوران صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ان شرپسندوں سے مذاکرات کی کوشش کی تا کہ صورتحال بہتر ہو اور امت مسلمہ انتشار کا شکار نہ ہو مگر ان شرپسندوں کا یہی مطالبہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ منصب خلافت سے دستبردار ہو جائیں وگرنہ ہم مدینہ منورہ سے کسی بھی صورت نہیں جائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان شرپسندوں کے اس مطالبہ پر کہا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

کئے گئے عہد پر قائم رہوں گا اور حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا تمہیں اللہ عزوجل ایک خلعت عطا کرے گا اور لوگ تم سے مطالبہ کریں گے کہ اس خلعت کو اتار دو مگر تم ان کی خواہش پر اس خلعت کو ہرگز نہ اتارنا چنانچہ میں منصب خلافت سے کسی بھی طرح دستبردار نہ ہوں گا۔

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جانب سے دوٹوک جواب ملنے کے بعد ان شرپسندوں نے کہا ہم یہاں جنگ کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سنی تو فرمایا اگر میں چاہوں تو مسلمانوں کو اکٹھا کر کے تم مٹھی بھر لوگوں کو ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دوں مگر میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر تلوار اٹھائے اور امت مسلمہ انتشار کا شکار ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر شرپسندوں نے ایک ہنگامہ کھڑا کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان نامساعد حالات میں اپنی مصالحتی کوششیں مزید تیز کر دیں مگر شرپسند اپنی بات پر ڈٹے رہے چنانچہ مصالحتی کوششیں کچھ کام نہ آسکیں اور شرپسندوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ شدید کر دیا۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یومِ دار جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ باغیوں نے شدید کر دیا تو میں نے دیکھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کا عمامہ سر پر باندھ رکھا تھا اور ہاتھ میں تلوار پکڑی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور شرپسندوں کو وہاں سے بھگا دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے

پاس پہنچے اور سلام کرنے کے بعد کہا۔

''امیر المومنین! بلاشبہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ امر اس وقت تک حاصل نہیں کیا جب تک کہ آپ ﷺ نے اپنے ہمراہیوں سمیت ان کا مقابلہ جو شکست کھانے والے تھے نہ کر لیا اور خدا کی قسم! اس قوم کے متعلق اس کے سوا اور کوئی گمان نہیں کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیں کہ ہم ان سے لڑیں۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم جانتے ہو جس آدمی نے اللہ عزوجل کے لئے حق کو دیکھا اور اس بات کا اقرار کیا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے بارے میں نہ تو کسی کا خون بہایا جائے اور نہ خود کا خون بہنے دیا جائے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ انہیں اجازت دی جائے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر وہی جواب دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے گھر سے نکلے اور یہ کہتے جاتے۔

''اے اللہ! تو جانتا ہے میں نے کوشش کر لی۔''

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے امامت کے لئے درخواست کی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے امامت کرانے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

''میں ایسی حالت میں تمہاری امامت کروں جبکہ تمہارا امام موجود ہو اور اسے قید کر دیا جائے۔''

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تنہا نماز ادا کی اور گھر چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ابھی گھر پہنچے ہی تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ گھر پہنچے اور آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ شدید ہو گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔

''شرپسند انہیں شہید کر دیں گے۔''

لوگوں نے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہادت کے بعد کس مقام پر دیکھتے ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں انہیں جنت کے باغات میں دیکھتا ہوں۔''

لوگوں نے پوچھا ان باغیوں کا کیا انجام ہوگا؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''انہیں ناحق شہید کرنے والے ذلت اور آگ کے گڑھوں میں پھینکے جائیں گے۔''

روایات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد شرپسند حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور انہیں قرآن مجید کی تلاوت کے دوران شہید کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد ان کا جسم مبارک تین دن تک بغیر کفن کے پڑا رہا۔ تین دن بعد کچھ جانثاروں نے اپنی جانوں کی پرواہ کیے بغیر رات کے اندھیرے میں گھر میں داخل ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کو غسل

دیا اور کفن پہنا کر جنت البقیع لے گئے اور رات کے اندھیرے میں قبر کھود کر آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا۔ جس وقت یہ جانثار جنت البقیع میں داخل ہوئے تو انہوں نے سواروں کی ایک جماعت کو دیکھا جسے دیکھ کر یہ گھبرا گئے اور جنازہ چھوڑ کر بھاگنے کا ارادہ کیا۔ ان سواروں کے سردار نے کہا کہ ہم سے ڈرو نہیں ہم تو ان کی تدفین میں شامل ہونے آئے ہیں۔ پھر وہ سوار آپ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ اور تدفین تک وہیں موجود رہے۔ جو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین میں شامل تھے وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ وہ سوار درحقیقت ملائکہ تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ناحق شہید کیا گیا اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد شرپسند پورے مدینہ منورہ میں دندناتے پھرتے تھے اور ان کے ہنگامے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین عمل میں نہ آسکی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جسم بغیر کفن وغسل کے گھر کے اندر ہی پڑا رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چوتھے دن حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ ان شرپسندوں سے مذاکرات کریں اور انہیں سمجھائیں کہ ہمیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدفین کرنے دیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے اور شرپسندوں کے پاس پہنچے تا کہ انہیں سمجھائیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے راستہ میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور اپنے فرزند حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا جن کے ہمراہ کچھ دیگر لوگ بھی تھے اور وہ سب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جنازہ لا رہے تھے۔ جنازہ کے ہمراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کچھ رشتہ دار بھی تھے۔ شرپسندوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جنازہ دیکھا تو جنازہ کو روکنے کی کوشش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے چند

نوجوانوں کو بلایا اور انہیں کہا کہ اگر شرپسندوں میں سے کوئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جنازہ روکنے کی کوشش کرے تو ان کے ساتھ سختی سے پیش آ جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو جنت البقیع سے ملحقہ باغ حش کواکب میں لایا گیا جواب جنت البقیع کا حصہ ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ و دیگر نے آپ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتارا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا غم:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد غم و غصے کی کیفیت پورے مدینہ منورہ پر طاری تھی لیکن اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے کر لوگوں کے غصے کو کم کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملتے ہی حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابرین سکتے میں آ گئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غم و غصے کی حالت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کی حفاظت پر مامور اپنے دونوں بیٹوں کا جھڑکتے ہوئے فرمایا۔

”میں نے تم دونوں کو ان کی حفاظت کے لئے مامور کیا اور تمہارے ہوتے ہوئے وہ شہید کر دیئے گئے۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت فرمایا۔

”خدا کی قسم! میں آپ رضی اللہ عنہ کی مدح کیسے بیان کروں؟ مجھے

ایسی کوئی بات معلوم نہیں جسے آپ رضی اللہ عنہ نہ جانتے ہوں۔ میں ایسی کسی بات کے بارے میں نہیں جانتا جس سے آپ رضی اللہ عنہ بے خبر ہوں۔ میں آپ رضی اللہ عنہ سے کسی بات میں سبقت نہیں رکھتا۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کوئی علم حاصل نہیں کیا جسے آپ رضی اللہ عنہ نہ جانتے ہو اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل نہ کیا ہو۔ جس طرح میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے سنا اور جس طرح میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور آپ رضی اللہ عنہ یقیناً ہم سے افضل ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہر مشکل وقت میں اپنی جان و مال سے دین اسلام کی خدمت کی۔''

فضیلت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بزبانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

روایات میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے کہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ) جہنمی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا انہوں نے نئی بات ایجاد کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تیری کوئی بیٹی ہو تو کیا تو اس کی شادی بغیر مشورہ کیے ہوئے کرے گا؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ جو انہوں نے اپنی دو بیٹیوں کے بارے میں کیا میری بات سے بہتر ہے اور تو مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات بھی بتا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا ارادہ فرماتے تھے تو اللہ جل سے رجوع کرتے تھے یا نہیں؟ اس شخص نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

رجوع کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو خیر کی رائے دی یا نہیں؟ اس نے کہا بے شک اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم ﷺ کو خیر کی رائے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''تو پھر تو مجھے بتا کیا اللہ عزوجل کی رائے حضور نبی کریم ﷺ کی دونوں بیٹیوں کی شادی کے معاملے میں درست نہ تھی اور اگر تو نے دوبارہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی تو میں تیری گردن اڑا دوں گا۔''

بدہ ساقی شرابِ سوزِ الفت
بحق کیف چشمانِ محمد ﷺ
صفت چوں نیست غیر ذاستا یدل
خدا خود ہست قرآن محمد ﷺ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اشاعت قرآن کے عظیم کارنامے کے بارے میں فرمایا۔

''اے لوگو! تم عثمان (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں خیر کے سوا اور کچھ مت کہا کرو، خدا کی قسم! انہوں نے جو کچھ کیا وہ ہم سب کے مشورہ اور اتفاقِ رائے سے کیا اور قرآن مجید میں رائج زائد لغات کو منسوخ کر کے اسے اصل قریشی لغت میں جمع فرمایا کیونکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس اختلافِ قرأت کی صورت میں ایک دوسرے کو کہنے لگا کہ میری قرأت تجھ سے بہتر ہے اور میں جو پڑھتا ہوں وہ صحیح ہے اور یہ فتنہ عنقریب تھا جسے

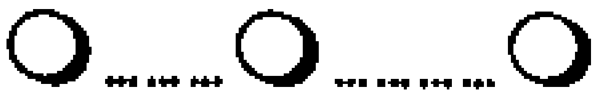
آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی فہم و فراست سے ختم کیا اور لوگوں کو قرآن مجید کو ایک قرأت پر جمع کیا تاکہ کسی میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

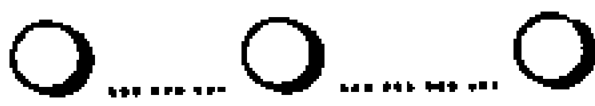
"جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھا وہ دین اسلام سے خارج ہو گیا۔"



چھٹا باب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا
منصب خلافت پر فائز ہونا

منصب خلافت پر فائز ہونا، خلیفہ بننے کے بعد خطبہ ارشاد فرمانا،
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ، جنگ جمل،
جنگ صفین، فتنہ خوارج کو کچلنا، دورِ خلافت کے اہم واقعات



دیکھ اے قاری قرآن علی رضی اللہ عنہ کے در پر
آیتیں چڑھتی ہیں پروان علی رضی اللہ عنہ کے در پر
اصل جنت کی زیارت کے لئے جاتے ہیں
کہہ کہ یہ آتے ہیں رضوان علی رضی اللہ عنہ کے در پر

منصب خلافت پر فائز ہونا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شرپسند پورے مدینہ منورہ میں دندناتے پھر رہے تھے۔ اس دوران انصار و مہاجرین کا ایک گروہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کا مشورہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے سے یکسر انکار کر دیا۔ اس دوران حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو خلیفہ بننے کی بھی پیش کش کی گئی لیکن ان حضرات نے بھی خلیفہ بننے سے انکار کر دیا۔ جب ان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی منصب خلافت پر بیٹھنے کو تیار نہ ہوا تو شرپسند پریشان ہو گئے۔ معاملات اب ان کے ہاتھ سے نکلتے جا رہے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے وہ جو سنگین غلطی کر چکے تھے اس کا خمیازہ اب ساری قوم بھگتنے والی تھی۔ ان شرپسندوں میں اکثریت مصریوں کی تھی انہوں نے اہل مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا۔

"تم دو دن کے اندر اپنے خلیفہ نامزد کر لو کیونکہ تمہارا حکم امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نافذ العمل ہے ہم اس خلیفہ کی بیعت کر کے واپس چلے جائیں ورنہ ہم تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل کر دیں گے۔"

اہل مدینہ نے جب باغیوں کا یہ اعلان سنا تو وہ ایک مرتبہ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خلافت کے لئے قائل کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت قبول کر لیا۔

طبری میں ابوبشیر عابدی سے منقول ہے فرماتے ہیں جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا میں مدینہ منورہ میں موجود تھا مہاجرین و انصار جمع ہوئے جن میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم بھی تھے اور ان سب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اپنا ہاتھ لائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خلافت کی حاجت نہیں ہے تم جسے بھی خلیفہ بناؤ گے میں اس کی اطاعت کروں گا۔ مہاجرین و انصار کی جماعت نے کہا ہم آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر مہاجرین و انصار کی جماعت متواتر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آتی رہی اور آپ رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت قبول کرنے پر آمادہ کرتی رہی مگر آپ رضی اللہ عنہ ہر مرتبہ انہیں انکار کر دیتے۔ جب معاملہ طول اختیار کرتا چلا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم مجھے اس منصب کو قبول کرنے پر آمادہ کرتے ہو اور میں اس منصب کو اس وقت قبول کروں گا جب تم میری بات مانو گے؟ مہاجرین و انصار کی جماعت نے کہا آپ رضی اللہ عنہ جو کہیں گے ہم اسے مانیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سنی تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لے گئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہارے اصرار پر اس منصب کو قبول کرتا ہوں مگر میری شرط یہ ہے کہ بیت المال کی چابیاں اگرچہ میرے پاس ہوں گی مگر میں تمہاری رضا کے بغیر اس سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔ مہاجرین و انصار کی جماعت

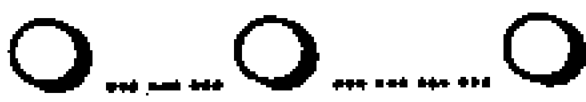
نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات مان لی۔آپ رضی اللہ عنہ نے آسمان کی جانب نگاہیں بلند کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! تو گواہ رہنا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا قطعی شوق نہیں تھا۔ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ دورانِ خلافت بصرہ میں تشریف لائے تو حضرت ابن الکواء اور حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے اس میں کہاں تک سچائی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا۔

''یہ بات قطعی غلط ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس قسم کا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس قسم کا کوئی وعدہ کرتے تو میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ چڑھنے دیتا خواہ اس معاملہ میں میرا کوئی اور ساتھ نہ ہوتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت مرض وصال فرمایا اور اپنے مرض کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا جس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تصدیق ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلاشبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین جانشین تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحیح

جانشین اور سنت نبوی ﷺ پر سختی سے عمل درآمد کرنے والے تھے اور انہوں نے خلیفہ بننے کے بعد منصب خلافت کا بھرپور حق ادا کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جب وقت شہادت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سمیت چھ افراد کو خلافت کے لئے نامزد کیا کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی ایسے شخص کو خلیفہ نامزد کریں جس کے بارے میں انہیں جوابدہ ہونا پڑے اور انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) جو کہ خلافت کے بہترین امیدوار ہو سکتے تھے انہیں منصب خلافت سے باہر کر دیا۔ پھر ہم چھ ارکان کی مجلس منعقد ہوئی جس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کر لی اور پھر میں نے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کی اور میرے جو حقوق تھے وہ میں نے ادا کرنے کے لئے بھرپور کوشش کی۔ ان کی قیادت میں جنگیں لڑیں۔ ان کے عطیات کو قبول کیا اور مجرموں کو شرعی سزائیں دیں۔"

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا ہاتھ آگے بڑھائیں میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتا ہوں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں آپ رضی اللہ عنہ اس منصب کے اہل ہیں اور پھر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔



خلیفہ بننے کے بعد خطبہ ارشاد فرمانا

منصب خلافت قبول کرنے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے گئے اور منبر رسول اللہ ﷺ پر کھڑے ہو کر ذیل کا خطبہ دیا۔

''اما بعد! اے لوگو! مجھ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے سوائے اس کے کہ تم نے مجھے خلافت کے لئے اہل قرار دیا ہے۔

لوگو! کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ ہر وہ شخص جو خالی دعوے کرتا ہے وہ اپنے نفس کا نقصان کرتا ہے۔ ہر شخص ایک ذمہ داری سے گزرتا ہے۔ جنت اور دوزخ اس کی نظروں کے سامنے ہے۔ انسان تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کوشش کر کے دین اسلام پر قائم ہے۔ دوسرا وہ جو بھلائی کا طلبگار ہے اور اللہ عزوجل کی رحمت سے امید لگائے بیٹھا ہے اور تیسرا وہ شخص ہے جو نیک اعمال میں کوتاہی کرتا ہے اور ایسا شخص دوزخی ہے۔

یاد رکھو! پانچ کے سوا کوئی چھٹا نہیں۔ جس شخص نے گمراہی میں قدم رکھا وہ ہلاک ہوا اور جو صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا وہ برباد ہو گیا۔ سیدھا راستہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے اور اس کے دائیں

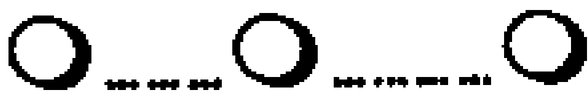
بائیں تمام راستے گمراہی کے ہیں۔

اللہ عزوجل نے اس قوم کو دو چیزوں کے ذریعہ سے تہذیب سکھائی۔ اوّل تلوار اور دوم کوڑا۔ خلیفہ پر فرض ہے کہ وہ ان دونوں چیزوں کا استعمال کرے اور دین کے معاملے میں کسی قسم کی رعایت سے کام نہ لے۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ماضی کو درگزر فرمائے اور ہمیں مستقبل میں سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

راستے صرف وہی ہیں ایک حق کا اور دوسرا باطل کا۔ اگر تم نے حق کو راہنمائی کا موقع فراہم کیا تو خیر ہے اور جو چیز جا چکی ہے وہ لوٹ کر نہیں آنے والی۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس خطاب کے بعد اہل مدینہ بیعت کے لئے آگے بڑھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کرنا شروع کر دیا۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرتے وقت یہ شرط رکھی کہ آپ رضی اللہ عنہ سنت و شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلے کریں گے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص طلب کریں گے۔



حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خطبہ خلافت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تشریف لے آئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کیا اور کہا۔

''ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت اسی شرط پر کی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں گے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''مجھے بذاتِ خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر دکھ ہے اور میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو گرفتار کروں۔''

روایات میں آتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی پہچان کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اور ان سے قاتلوں کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کی گواہ تھیں انہوں نے بتایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی غرض سے محمد بن ابی بکر اور دو شخص گھر کے اندر داخل ہوئے۔ محمد بن ابی بکر کے

ساتھ جو دو شخص تھے انہیں میں نہیں پہچانتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو طلب کیا تو انہوں نے قسم کھا کر اس بات کا اقرار کیا کہ وہ ضرور قتل کی نیت سے داخل ہوئے تھے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شرم دلانے پر واپس چلے آئے تھے اور ان کے ساتھ جو دو شخص تھے وہ باغیوں میں سے تھے اور وہ انہیں نہیں جانتے چنانچہ ان تمام بیانات کی روشنی میں قاتلوں کی شناخت کرنا بہت مشکل ہو گیا جس کی وجہ سے یہ معاملہ الجھ کر رہ گیا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بلند پایہ صحابی تھے اور ۵ ھ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ غزوات میں شرکت فرمائی اور دادِ شجاعت پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ اور بصرہ کے گورنر بھی رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کی اور انہیں مشورہ دیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جانب سے مقرر کردہ گورنروں کو برقرار رکھا جائے خاص طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر برقرار رکھا جائے یہاں تک کہ وہ بیعت کر لیں۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر نامزد کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس مشورہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری پر مجھے اعتراض ہے جبکہ باقی دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گورنری کے بارے میں وہ غور کریں گے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ دور اندیش تھے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے رویہ سے اس بات کا اندازہ کر لیا کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معطل کر دیں چنانچہ انہوں نے اپنی قسمت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے وابستہ کر لی۔

اگلے دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گورنروں کو معزول کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو انہیں جھڑکتے ہوئے کہا۔

''کل تم نصیحت کرتے تھے آج دھوکہ دیتے ہو''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مشورہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی تھے اور صاحب علم وحکمت تھے انہوں نے جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ٹوکا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا تمہارا مشورہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔

''مناسب تو یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ چلے جاتے لیکن اب ایسا نہیں ہو سکتا مگر اب بہتر یہی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنروں بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھیں تاکہ حکومت مضبوط ہو سکے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو بنی امیہ لوگوں کو دھوکہ میں مبتلا کر دیں گے کہ ہم قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص طلب کرنے کا حق رکھتے ہیں جس طرح اہل مدینہ کا دعویٰ ہے اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت ختم ہو جائے گی اور آپ رضی اللہ عنہ ان کو روک نہ سکیں گے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب میں فرمایا۔

''اگر ایسے حالات ہوئے تو ہم امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو تلوار کے سوا کچھ نہ دیں گے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔

''آپ رضی اللہ عنہ شجاع ضرور ہیں لیکن لڑائی میں صائب الرائے نہیں اور کیا آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا کہ الحرب خدعۃ۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''تم سچ کہتے ہو۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔

''واللہ! اگر آپ رضی اللہ عنہ میرے مشورے پر عمل کریں تو میں آپ رضی اللہ عنہ کو ایسے راستے پر چلاؤں گا جس میں آپ رضی اللہ عنہ کا ذرا برابر بھی نقصان نہ ہوگا۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''مجھ میں تمہاری طرح اور امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی طرح کی خصلتیں نہیں ہیں؟''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مشورہ دیا۔

''آپ رضی اللہ عنہ ینبوع چلے جائیں اور اپنے اوپر دروازہ بند کر لیں اس طرح اہل عرب پریشان ہو جائیں گے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو خلافت کا اہل نہیں پائیں گے لیکن اگر آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ اٹھیں گے تو یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے

خون کا الزام آپ رضی اللہ عنہ پر عائد کریں گے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''تم وہ کرو جو میں تمہیں کہتا ہوں، میں تمہیں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی جگہ شام کا گورنر مقرر کرتا ہوں، تم سامانِ سفر تیار کرو اور شام روانہ ہو جاؤ۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔

''یہ مناسب نہیں ہے۔ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ)، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار ہیں وہ مجھے ملک شام پہنچتے ہی قتل کروا دیں گے اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ خط و کتابت کریں اور ان سے بیعت لیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقررہ گورنروں کی معزولی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنروں کو معزول کرتے ہوئے نئے گورنر تعینات کئے۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یمن کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا گیا۔

حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ جب اپنی گورنری کا پروانہ لے کر ملک شام

روانہ ہوئے تو راستے میں ان کی ملاقات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چند سواروں سے ہوئی جن کے پوچھنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھے ملک شام کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ ان سواروں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دھمکی دی اگر تمہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے گورنر مقرر کیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لئے بہتر یہی ہے کہ واپس چلے جائیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ واپس مدینہ منورہ آ گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گوش گزار تمام حالات بیان کر دیئے۔

حضرت عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ جب کوفہ روانہ ہوئے تو راستے میں ان کی ملاقات حضرت طلیحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ کیونکہ اہل کوفہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو گورنر ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ حضرت عمارہ بن شہاب رضی اللہ عنہ بھی اس واقعہ کے بعد واپس لوٹ گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب یہ حالات دیکھے تو آپ رضی اللہ عنہ کو حالات کی سنگینی کا اندازہ ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو جان لیا کہ حالات آسانی سے قابو میں نہیں آنے والے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط حضرت معبد اسلمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خط کا فوراً جواب دیتے

ہوئے لکھا کہ اہل کوفہ نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور انہوں نے یہ بیعت اپنی مرضی اور خوشی سے کی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب بھیجا تھا اس کے جواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص قاصد کے ہاتھ ایک لفافہ بھیجا۔ اس قاصد نے وہ لفافہ جب آپ رضی اللہ عنہ کو دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کھول کر دیکھا تو وہ خالی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاصد بہت ہوشیار تھا اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے امان طلب کر لی۔ قاصد نے کہا کہ ملک شام میں کوئی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت نہ کرے گا کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خون آلود قمیص جامع مسجد دمشق کے منبر پر رکھی ہے اور ان لوگوں نے عہد کیا ہے کہ جب تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصاص نہیں لیں گے ان کی تلواریں نیام میں واپس نہیں جائیں گی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قاصد کی بات سننے کے بعد فرمایا۔

''وہ لوگ مجھ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص مانگتے ہیں واللہ! میں ان کے خون سے بری الذمہ ہوں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جواب کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاصد واپس شام روانہ ہو گیا۔

اس دوران حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ انہیں مدینہ منورہ سے جانے دیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا جس کے بعد یہ دونوں حضرات مکہ مکرمہ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لے گئے۔ اس دوران ان دونوں حضرات کی جانب سے قصاص

کا مطالبہ برابر جاری تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی ملک شام سے واپسی کے بعد شام پر فوج کشی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اہل مکہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے مخالفت کی جس پر آپ رضی اللہ عنہ نے ملک شام پر حملہ کا فیصلہ فی الوقت منسوخ کر دیا اور مکہ مکرمہ روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا تا کہ ان سے مشورہ کر سکیں لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم وہی کریں گے جو اہل مدینہ کریں گے۔ اس کے بعد یہ افواہ مشہور ہو گئی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ملک شام روانہ ہو گئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ملک شام جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کروا دی۔ حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں وہ حاضر ہوئیں اور انہوں نے اس غلط فہمی کو ختم کیا اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ عمرہ کی غرض سے تشریف لے گئے ہیں۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ردِ عمل:

شام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف محاذ کھڑا ہو چکا تھا۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ میں موجود تھیں انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مکہ مکرمہ سے واپسی پر سرف کے مقام پر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس خبر کو سنتے ہی فرمایا۔

”مفسدین نے وہ خون بہایا جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا۔

مفسدین نے اس مقدس شہر کی حرمت کو داغدار کیا جو حضور نبی

کریم ﷺ کی آماجگاہ تھا۔ انہوں نے اس مہینے میں خونریزی
کی جس میں خون بہانا منع تھا اور انہوں نے وہ مال لوٹا جس کا
لینا ان کے لئے کسی طور جائز نہ تھا۔''

مؤرخین لکھتے ہیں اس خبر کے بعد ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ واپس لوٹ گئیں۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ واپس پہنچیں تو لوگ آپ رضی اللہ عنہا کی سواری کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کے اس مجمع عام سے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

''عثمان (رضی اللہ عنہ) ناحق شہید کر دیئے گئے اور میں عثمان (رضی اللہ عنہ)
کے خون کا بدلہ لوں گی اس لئے تم لوگ بھی اپنے خلیفہ کا خون
رائیگاں نہ جانے دو اور قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی
حرمت قائم رکھو۔ اللہ کی قسم! عثمان (رضی اللہ عنہ) کی انگلی باغیوں
کے تمام عالم سے بہتر ہے۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عبداللہ بن عامر حضرمی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ انہوں نے ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ان جوشیلی باتوں کو سنا تو انہوں نے کہا۔

''حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کے خون کا بدلہ سب سے پہلے
میں لینے والا ہوں۔''

روایات میں آتا ہے اس دوران حضرت سعید بن العاص اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہم بھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت زبیر بن العوام

رضی اللہ عنہم جب مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے بھی مدینہ منورہ کے حالات بیان کئے۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کو بھی اپنے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے والوں کی ایک زبردست جمعیت مکہ مکرمہ میں تیار ہو گئی۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات سے مشورہ کیا تو کچھ نے ملک شام جانے کا مشورہ دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان باغیوں کو روکنے کے لئے کافی ہیں ہمیں بصرہ کی جانب جانا چاہئے کیونکہ بصرہ کے لوگ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے حامی ہیں اور وہاں میرے مراسم بھی گہرے ہیں۔ جب بصرہ پر ہماری گرفت مضبوط ہو گئی تو پھر اہل بصرہ بھی ہمارے ساتھ مل کر قصاص کا مطالبہ کریں گے اور اس طرح ہم بہتر طور پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور تمام حاضرین نے اس مشورہ کو پسند کیا اور اس بات کا اعلان کر دیا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہا اور حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم بصرہ روانہ ہو رہے ہیں اور جو لوگ کسی بھی طرح اسلام کے ہمدرد ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کے حق میں ہیں وہ ہمارے ساتھ بصرہ روانہ ہوں۔ جس شخص کے پاس سواری نہ ہو گی اسے سواری فراہم کی جائے گی۔

مکہ مکرمہ سے بصرہ کی جانب سفر شروع ہوا تو ام المومنین حضرت سیّدہ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی تعداد قریباً ڈیڑھ ہزار تھی۔ بصرہ پر اس وقت حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ گورنر تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ واپس چلے جائیں لیکن تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی ان کوششوں کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک گروہ آپ رضی اللہ عنہا کے مؤقف کو درست تسلیم کرتا تھا جبکہ دوسرا گروہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے مؤقف کو درست تسلیم کرنے لگا۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کو مقابلہ کر کے راہِ فرار پر مجبور کرنا چاہا لیکن اس میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو شکست ہوئی اور وہ قیدی بنا لئے گئے۔ اس لڑائی کے بعد بصرہ پر ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جوابی ردِ عمل:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب بصرہ پر ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قبضہ کی خبر ملی تو انہوں نے محمد بن ابوبکر اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہم کو ایک خط دے کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور ان سے جنگ کی صورت میں بھرپور تعاون کا وعدہ لینا چاہا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا پیغام ملنے کے بعد تعاون کرنے سے انکار کر دیا اور کہا جنگ کے لئے نکلنا دنیا کی راہ ہے اور بیٹھے رہنا آخرت کی راہ ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا مؤقف کوفہ والوں کا مؤقف تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر جنگ ضروری ہے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے

قاتلین سے کیونکہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ناحق شہید کیا۔ محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہم واپس مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مؤقف سے آگاہ کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت مالک بن اشتر رضی اللہ عنہم کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا لیکن یہ حضرات بھی اپنی بہترین صلاحیتوں کے باوجود حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کے مؤقف سے نہ ہٹا سکے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ایک ہی مؤقف تھا کہ جب تک یہ فتنہ ختم نہیں ہو جاتا میں خاموش رہوں گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس وفد کی ناکامی کے بعد اپنے صاحبزادے حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو کوفہ بھیجا۔ جب یہ دونوں حضرات کوفہ پہنچے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں لوگوں کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

> ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فتنہ کی پیشین گوئی کی تھی وہ آ چکا ہے اپنے ہتھیار ضائع کر دو اور گوشہ نشینی اختیار کر لو کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس موقع پر سونے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اس وقت مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سلام کرنے کے بعد ان سے گفتگو شروع کی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مخاطب

کرتے ہوئے کہا۔

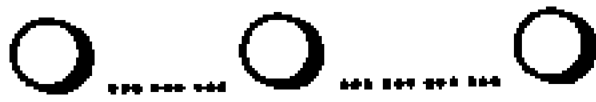
''تم نے عثمان (رضی اللہ عنہ) کی کوئی مدد نہیں کی اور فاجروں کے ساتھ شامل ہو گئے۔''

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر غصہ آ گیا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے مابین مداخلت کرتے ہوئے فرمایا۔

''لوگوں نے اس بارے میں ہم سے مشورہ نہیں کیا اور سوائے اصلاح کے ہمارا کوئی مقصد نہیں اور امیر المومنین اصلاحِ امت کے کاموں میں کسی سے خوف نہیں کھاتے۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو کہا۔

''میرے ماں باپ آپ رضی اللہ عنہ پر قربان ہوں آپ رضی اللہ عنہ نے درست فرمایا مگر تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور بھائی کا خون و مال حرام ہے۔''



جنگ جمل

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اگرچہ بصرہ پر قابض ہو چکی تھیں لیکن اہل بصرہ تین واضح گروپوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ان میں ایک گروپ غیر جانبدار تھا۔ دوسرا گروہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حامی تھا جبکہ تیسرا گروپ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔ وہ گروپ جو غیر جانبدار تھا اس نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے ہی دو گروہوں کے درمیان لڑائی کا خطرہ بڑھ رہا ہے تو اس نے مصالحت کروانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی دورِ اسلام کے اس نازک موقع کو سمجھ رہے تھے اس لئے انہوں نے بھی حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو بصرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تا کہ بات چیت سے معاملہ طے کیا جا سکے۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ بصرہ پہنچے اور ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا مؤقف سنا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

''ہم لوگوں کے اختلاف اور ان کی اصلاح کے لئے خروج کا مطالبہ کرتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) سے قصاص لیا جائے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ قرآن مجید کی تعلیمات کے خلاف ہو گا۔''

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم کا موقف جاننے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا کہ ہمارا بھی وہی موقف ہے جو ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کا جواب سننے کے بعد کہا کہ آپ تمام حضرات درست فرماتے ہیں اور ہم بھی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لیا جائے لیکن آپ حضرات کا یہ طریقہ درست نہیں اور آپ نے بصرہ کے چھ سو افراد کو قتل کر ڈالا جبکہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل نہیں تھے اور ایسی کاروائیاں امت میں اختلاف ختم کرنے کی بجائے اختلاف بڑھائیں گی۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی بات سننے کے بعد فرمایا کہ تمہارا کیا مشورہ ہے؟ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہا ہمارے لئے باعث خیر و برکت ہیں آپ رضی اللہ عنہا ہمیں اس خیر سے محروم نہ کریں اور مصالحت سے کام لیں تاکہ فتنہ دم توڑ جائے اور ہم بھی قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص وصول کر سکیں۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس مشورہ کو پسند کیا اور حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

"میں تمہاری بات ماننے کے لئے تیار ہوں تم علی (رضی اللہ عنہ) کو بھی اس پر آمادہ کرو۔"

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب سنا تو آپ رضی اللہ عنہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''مجھے یقین ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس پر کچھ اعتراض نہ ہوگا۔''

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی مصالحتی کوشش کامیاب ہوئیں تو عبداللہ بن سبا نے جب دیکھا کہ ان دونوں لشکروں کے مابین صلح ہو رہی ہے تو اس نے سوچا کہ اگر انہوں نے صلح کر لی تو پھر یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی تلاش شروع کر دیں اور پھر ہمیں کوئی نہیں بچا سکے گا چنانچہ اس نے منصوبہ تیار کیا کہ اس صلح کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ عبداللہ بن سبا نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ رات کی تاریکی میں ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر شب خون ماریں۔ عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں نے رات کی تاریکی میں ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر حملہ کر دیا جس سے ام المومنین سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر نے سمجھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے چنانچہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

منافقین کی کوششیں کامیاب ہو چکی تھیں اور مسلمانوں کے دونوں گروہ آپس میں لڑنا شروع ہو گئے تھے۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لشکر کو روکنے کی کوششیں شروع کر دیں تاکہ معاملہ صلح وصفائی سے نبٹ جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی فوج کو جنگ سے روکنے کی کوشش کی لیکن اس دوران جنگ کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب تمام معاملہ دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے میدانِ جنگ میں موجود حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''اے طلحہ (رضی اللہ عنہ)! تم نے میری مخالفت میں یہ سب کیا تم اللہ

عزوجل کو کیا جواب دو گے؟ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں؟ کیا تم پر میرا اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں ہے؟''

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا۔

''کیا آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش نہیں کی؟''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اللہ بہتر جانتا ہے اور اس کی لعنت قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) پر ہے۔''

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے انکار کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے زبیر (رضی اللہ عنہ)! تمہیں وہ دن یاد ہے جب حضور نبی کریم ﷺ نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم مجھے (علی رضی اللہ عنہ) کو دوست رکھتے ہو تو تم نے کہا تھا ہاں! یارسول اللہ ﷺ اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا تم ایک دن مجھ سے ناحق لڑو گے۔''

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''ابوالحسن (رضی اللہ عنہ)! آپ رضی اللہ عنہ اگر مجھے یہ بات مدینہ منورہ میں یاد دلاتے دیتے تو میں ہرگز آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے نہ نکلتا۔''

اس تمام گفتگو کے بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اس جنگ سے علیحدہ

ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی حکم دیا لیکن انہوں نے جنگ سے علیحدہ ہونے سے انکار کر دیا۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ سے علیحدہ ہو کر تنہا بصرہ روانہ ہو گئے۔ راستے میں احنف بن قیس کے لشکر کا ایک بدبخت عمرو بن الجرموز، آپ رضی اللہ عنہ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ تو میرے ساتھ کیوں آتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے آپ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نماز کی ادائیگی کے بعد تیرے سوال کا جواب دوں گا۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور اس بدبخت نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب خادم نے عمرو بن الجرموز کے آنے کی خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بدبخت کو جہنم کی بشارت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دو۔ عمرو بن الجرموز جب آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی تلوار دیکھ کر فرمایا او بدبخت! یہ وہ تلوار تھی جو عرصہ دراز تک حضور نبی کریم ﷺ کی حفاظت فرماتی رہی۔ عمرو بن الجرموز نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا کلام سنا تو آپ رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور اپنے پیٹ میں وہی تلوار مار کر خودکشی کر لی۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی جنگ سے علیحدگی کے بعد حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سوچ میں پڑ گئے کہ انہیں بھی میدانِ جنگ چھوڑ دینا چاہیے۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ اسی سوچ میں تھے کہ مروان بن الحکم نے آپ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا جس سے آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اسی حالت میں بصرہ لے جایا گیا جہاں

آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے وصال فرما گئے۔

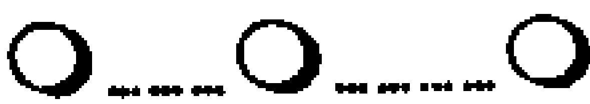
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہار پکڑے ان کی حفاظت کر رہے تھے آپ رضی اللہ عنہا نے انہیں حکم دیا کہ وہ قرآن مجید پکڑ کر اس بات کا اعلان کریں کہ ہمیں قرآن مجید کا فیصلہ منظور ہے تم بھی قرآن مجید کا فیصلہ منظور کر لو۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر اعلان کرنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سبا نے جب دیکھا حالات ایک مرتبہ پھر قابو میں آنے والے ہیں تو اس نے اپنے ساتھیوں کو تیروں کی بارش کرنے کا حکم دے دیا جس پر آپ رضی اللہ عنہا کے بے شمار جانثار شہید ہو گئے۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کرنے والے باری باری شہید ہوتے جا رہے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا جنگ میں کمی کی بجائے شدت آتی جا رہی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اگر کسی طرح جنگ نہ روکی گئی تو بہت سے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو جائیں گے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں جس سے ناقہ نیچے گر پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو حکم دیا تم اپنی ہمشیرہ اور ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کرو تاکہ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچے چنانچہ محمد بن ابی بکر نے ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اٹھایا اور عماری کے مقام پر لے گئے جہاں قریب کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے بیٹھتے ہی جنگ کا زور کم ہونا شروع ہو گیا اور کچھ دیر بعد جنگ ختم ہو گئی۔

جنگ کے ختم ہوتے ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت سیّدہ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حال دریافت کیا۔ پھر دونوں فریقین کے مابین صلح کا معاہدہ طے پایا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ کی چالیس عورتوں اور محمد بن ابی بکر کے ہمراہ بصرہ روانہ کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پہلی منزل تک چھوڑنے خود آئے اور دوسری منزل تک حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے چھوڑا۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بصرہ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئیں جہاں حج کی ادائیگی کے بعد ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دوبارہ مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔

جنگ جمل میں شہید ہونے والوں کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات موجود ہیں۔ مستند روایات کے مطابق اس جنگ میں دس ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شہید ہوئے۔ جنگ جمل تاریخ اسلام کا ایک نہایت ہی افسوسناک پہلو ہے جس میں بے شمار مسلمان ناحق مارے گئے۔



جنگ صفین

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جمل سے بصرہ روانہ ہوئے جہاں لوگ جوق درجوق آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کے لئے حاضر ہونے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا اور خود کوفہ تشریف لے گئے۔

کوفہ کو دارالخلافہ بنانے کا فیصلہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کے بعد اسے دارالخلافہ مقرر کیا اور اس بات کا اعلان کیا کہ تمام امورِ خلافت اب مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ سے انجام دیئے جائیں گے۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ نے انتظامی امور میں بھی مختلف تبدیلیاں فرمائیں۔ مدائن پر یزید بن قیس کو گورنر مقرر کیا گیا، خراسان پر خلید بن کاس کو گورنر مقرر کیا گیا، موصل اور شام سے متصل دیگر علاقوں پر اشتر نخعی کو گورنر مقرر کیا گیا اور اصفہان پر محمد بن سلیم کو گورنر مقرر کیا گیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو ملک مصر کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے اپ[illegible]ت اور بہترین حکمت عملی سے اہل مصر کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیں چنانچہ کچھ ہی عرصہ میں سوائے خربتہ کے تمام مصری قبائل نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ خربتہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو اس بات کی یقین دہانی

کروائی کہ وہ امورِ خلافت میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں گے لیکن ابھی اس وقت انہیں بیعت کے لئے نہ کہا جائے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی دوراندیشی کی بدولت ان پر زیادہ دباؤ ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تشویش:

جنگ جمل کے اختتام پذیر ہونے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ ملک شام پر چڑھائی نہ کر دیں۔ اس دوران اہل مصر نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کر لی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا شدید خطرہ لاحق ہو گیا کہ اب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ اور مصر دونوں جانب سے شام پر حملہ کر دیں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا اور ان سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں اس لئے وہ ان کی مدد کریں۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں لکھا۔

> ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی بھی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ملوث نہیں ہیں اور جب سب لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر رہے ہیں تو وہ اور اہل شام بھی ان کے دست حق پر بیعت کریں تاکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تحقیقات کر سکیں۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا جواب ملا تو انہوں نے ایک دھمکی آمیز خط حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا جس میں

انہیں دھمکی دی اگر انہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا تو وہ مصر پر چڑھائی کر دیں گے۔
حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے جواباً تحریر کیا۔

''میں تمہاری دھمکیوں سے خوفزدہ نہیں اور اگر اللہ عزوجل نے
چاہا تو جلد تمہیں خود اپنی جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تو تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ اگر وہ مصر پر حملہ کرتے تھے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ سے شام پر حملہ آور ہو جاتے تھے اس لئے ایسی صورت میں ملک شام پر ان کا قبضہ برقرار نہ رہتا چنانچہ انہوں نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ پر اپنا دباؤ جاری رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً مزید کئی خطوط لکھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس خط و کتابت کی خبر اپنے مخبروں کے ذریعے ہو گئی۔ اس دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی اطاعت پر آمادگی ظاہر کر دی ہے۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس دوران حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ خربتہ والوں کو جلد از جلد بیعت پر قائل کریں اور اگر وہ بیعت نہ کریں تو ان سے سختی سے نبٹا جائے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی دور اندیشی کی بناء پر اس حکم پر فی الفور عمل درآمد کرنا مناسب نہ سمجھا اور آپ رضی اللہ عنہ کو جواباً تحریر فرمایا۔

''خربتہ والوں کی آبادی قریباً دس ہزار ہے اور یہ تجربہ کار جنگجو
ہیں اس لئے فی الحال ایسے وقت میں ان کے ساتھ سخت رویہ

رکھنا نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا جواب ملا تو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے بدظن کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ افواہیں بھی تیز ہوگئیں کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مل چکے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو چونکہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کا اندازہ تھا اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور انہیں مدینہ منورہ جانے کا حکم دیا۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن الحکم نے آپ رضی اللہ عنہ کو سخت ذہنی اذیتوں میں مبتلا کیا جس پر آپ رضی اللہ عنہ کوفہ چلے گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام ماجرا ان کے گوش گزار کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی تمام باتوں کو غور سے سنا اور آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا مشیر خاص مقرر کر دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی کوفہ جانے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص مقرر ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے ایک خط مروان بن الحکم کو لکھا جس میں اسے کہا گیا کہ مجھے یہ بات گوارہ تھی کہ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدد ایک لاکھ سپاہیوں سے کرتا نہ کہ یہ تو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو دوبارہ ان کی خدمت میں جانے دیتا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر کی جانب سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ بجا تھا مگر ان لوگوں نے بجائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدد

کرنے کے ان کے خلاف محاذ شروع کر دیا جس کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص کی وصولی کا معاملہ لٹک گیا اور مسلمانوں دو گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہو گئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا اقدام:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کے محاصرہ کے وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے وہ ان شرپسندوں کے شر کی وجہ سے مدینہ منورہ سے فلسطین چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزند محمد اور عبداللہ بھی تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آپ رضی اللہ عنہ کو فلسطین میں ہی ملی جہاں سے آپ رضی اللہ عنہ دمشق چلے گئے۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انکار کا پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟ عبداللہ نے جواب دیا ہمیں اس وقت گھر میں بیٹھا رہنا چاہیے یہاں تک کہ مسلمان کسی ایک پر متفق نہیں ہو جاتے۔ محمد نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کا شمار عرب کے سرداروں میں ہوتا ہے یہ مسئلہ تب تک حل نہیں ہو سکتا جب تک آپ رضی اللہ عنہ اس میں مداخلت نہ کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں کا جواب سننے کے بعد کہا کہ عبداللہ نے مجھے اس بات کا مشورہ دیا جس میں آخرت کی بھلائی ہے جبکہ محمد نے مجھے اس بات کا مشورہ دیا جس میں دنیا کی بہتری ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں اپنے تعاون کی یقین دہانی کروائی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جانب سے حمایت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مطالبہ

کو مزید تیز کر دیا اور لوگوں کی حمایت حاصل کرنے لگے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کو ہدایت کی کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خون آلود قمیص اور حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کی کٹی ہوئی انگلیاں لے کر ملک شام کے کونے کونے میں جائیں اور لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لیں گے۔

حالات و واقعات آہستہ آہستہ مزید ابتر ہونا شروع ہو گئے اور ایک بہت بڑی جنگ کا پیش خیمہ بننے لگے۔ اس دوران منافقین نے اپنی سازشیں جاری رکھیں اور دونوں گروہوں کے درمیان تنازعات پیدا کرنے شروع کر دیئے۔

حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مکتوب:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط لکھا تھا اور اپنی کٹی ہوئی انگلیوں کو اس خط سمیت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ملک شام روانہ کی تھیں۔ اس خط میں حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کریں۔

''نائلہ (رضی اللہ عنہا) بنت فرافصہ کی جانب سے معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے نام!

میں تم لوگوں کو اس خط کے ذریعے اس پروردگارِ عالم کی طرف بلاتی ہوں جس نے تم پر کئی احسانات کیے۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا گیا۔

کیا تم پر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے کچھ حقوق نہیں؟ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی

شہادت میری آنکھوں کے سامنے ہوئی اور اہل مصر کے شرپسند جو دین اسلام کے بدترین دشمن ہیں انہوں نے عثمان (رضی اللہ عنہ) کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان شرپسندوں کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے ناپاک ارادوں سے باز نہ آئے۔

میں اس خط کے ساتھ اپنی کٹی ہوئی انگلیاں اور عثمان (رضی اللہ عنہ) کا خون سے رنگین کرتہ تمہیں بھیج رہی ہوں اور ہم پر جو مصیبت ٹوٹی ہے اس کی فریاد اللہ عزوجل سے کرتی ہوں۔ اللہ عزوجل عثمان (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے اور ان کے قاتلوں پر اس کی لعنت ہو۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مکتوب تحریر کرنا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حالات کی نزاکت کا اندازہ کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب لکھا جسے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ لے کر ملک شام روانہ ہوئے۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت دربار سجائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مکتوب باآوازِ بلند خود پڑھا۔ مکتوب میں تحریر تھا۔

"اللہ عزوجل کی حمد و ثناء اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درود و سلام!

تم اور تمہارے تابع تمام مسلمانوں پر میری بیعت کرنا لازم ہے کیونکہ تمام مہاجرین و انصار نے اتفاقِ رائے سے مجھے

خلیفہ تسلیم کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو بھی انہی لوگوں نے بالاتفاق خلیفہ منتخب کیا تھا پس تم بھی مہاجرین اور انصار کی طرح میری بیعت کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ تم مجھ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص کا مطالبہ کرتے ہو تم میری بیعت کرو اور مجھ سے مل کر اس کا ضابطہ طے کرو تا کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ کرسکوں ورنہ تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ سراسر دھوکہ ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے جو مکتوب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے لکھا تھا اس کے جواب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خالی کاغذ بھجوا دیا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بیعت نہیں کرنا چاہتے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مکتوب کے جواب میں اپنے سابقہ مؤقف کو دہرایا اور حسب معمول اس بات پر قائم رہے کہ پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے حوالے کیا جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا مکتوب ابومسلم کے ہاتھ بھیجا جس میں تحریر تھا۔

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ علم وفضل میں ہم سب سے اعلیٰ وافضل ہیں۔"

آپ رضی اللہ عنہ کا ردِ عمل:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مکتوب کو پڑھا اور ابومسلم سے فرمایا۔

''اس کا جواب میں کل دوں گا۔''

اگلے دن جب ابومسلم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو دس ہزار مسلح افراد موجود تھے جنہوں نے با آوازِ بلند کہا۔

''ہم عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتل ہیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابومسلم سے فرمایا۔

''تم دیکھ رہے ہو عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں پر میرا کتنا اختیار ہے تم امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ اپنا مطالبہ چھوڑ دیں کیونکہ میں ہرگز عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قتل میں یا کسی قسم کی سازش میں ملوث نہیں ہوں۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی بصیرت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کسی بھی طور یہ قابل قبول نہ تھا اور وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے ملک شام کے گورنر تھے جہاں انہوں نے اپنے قدم اس قدر مضبوط کر لئے تھے کہ اہل شام ان کے ساتھ ہر مشکل سے مشکل وقت میں بھی چلنے کو تیار تھے۔ اس کے علاوہ بہت سے جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اختلاف رکھنے کی وجہ سے ملک شام آ گئے تھے ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم جیسے جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اس کے علاوہ وہ اموی گورنر جنہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے معزول کر دیا تھا وہ سب بھی ملک شام میں اکٹھے ہو گئے تھے اور

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سیاسی بصیرت کی وجہ سے ان تمام حضرات کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔

شام کی جانب پیش قدمی کا فیصلہ:

ہر قسم کی سفارتی کوششوں کی ناکامی کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے ایک لشکر لے کر آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں اپنا قائم مقام فرمایا اور خود اسی ہزار کا ایک لشکر لے کر کوفہ سے روانہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ستر اصحابِ بدر رضی اللہ عنہم اور سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ تھے جنہوں نے بیعت رضوان کا اعزاز حاصل کیا تھا شامل تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت زیاد بن نصر اور حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہم کی قیادت میں بارہ ہزار سپاہیوں کے ایک لشکر کو مقدمتہ الجیش کی جانب پیش قدمی کرنے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا

''اس وقت تک جنگ نہ کرنا جب تک کہ وہ پہل نہ کریں اور انہیں بار بار صلح کی دعوت دیتے رہنا اور ان کے زیادہ نزدیک نہ جانا جس سے وہ سمجھیں کہ تم جنگ کے ارادہ سے آئے ہو اور نہ اس قدر دور رہنا کہ وہ سمجھیں کہ تم بزدل ہو۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بقیہ لشکر لے کر نخیلہ کے راستے مدائن پہنچے اور مدائن میں حضرت مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کرنے کے بعد حضرت معقل بن قیس رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین ہزار سپاہیوں کے لشکر کو آگے روانہ کیا اور خود باقی لشکر کے ہمراہ دریائے فرات کو عبور کرنے کے بعد ملک شام کی سرحد میں داخل ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس دوران اپنے لشکر کے ہمراہ پہلے ہی دریائے فرات کے کنارے واقع ایک میدان صفین میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے دریائے فرات کے پانی پر بھی قبضہ کرلیا اور اپنی مورچہ بندی اس طریقے سے کی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب صفین پہنچیں تو انہیں پانی کے حصول میں دشواری ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب اپنے لشکر کے ہمراہ مقامِ صفین پر پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر پہلے ہی پانی پر قبضہ کر چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جیسے بھی ہو پانی پر قبضہ کیا جائے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے پانی کی جانب پیش قدمی کی جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعینات لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر پر تیروں کی بارش شروع کردی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پانی پر قبضہ کرلیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی پر قبضہ کرنے کے بعد شامی لشکر پر پابندی نہ لگائی بلکہ پانی کا استعمال دونوں کے لئے یکساں رکھنے کی ہدایت کی۔

سفارتی وفد بھیجنے کا فیصلہ:

پانی پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قبضہ اور شامی لشکر کو پانی کی سپلائی بند نہ کرنے کی ہدایت پر ایسا لگا جیسے جنگ نہ ہوگی اور دونوں فریقین میں صلح ہو جائے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بشیر بن عمرو بن محصن انصاری، حضرت زید بن قیس، حضرت عدی بن حاتم، حضرت زیاد بن حفصہ اور حضرت شیث بن ربعی رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک وفد کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ معاملہ صلح و صفائی سے حل ہو جائے۔

حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچایا کہ مسلمانوں کی تفریق سے باز آجائیں تاکہ

خونریزی نہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم اپنے امیر کو بھی اس کی نصیحت کرو۔ حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہارا اس بات سے کیا مطلب ہے؟ حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا۔

”وہ سابق الاسلام ہیں اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اور ہم سب میں خلافت کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔“

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا مطلب کیا ہے؟ حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا۔

”وہ تمہیں راہِ حق کی دعوت دیتے ہیں تم ان کی دعوت قبول کر لو تاکہ امت انتشار سے بچ جائے۔“

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم چاہتے ہو میں عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قصاص کا مطالبہ ترک کر دوں؟“

حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا۔

”معاویہ (رضی اللہ عنہ)! تم عثمان (رضی اللہ عنہ) کا قصاص چند کمینوں کے ذریعے مانگتے ہو ہمیں تمہارے مطلب کا علم ہے اس لئے تمہیں اللہ عزوجل کا خوف دلاتے ہیں تم اپنے ذہن سے ان خیالاتِ فاسدہ کو نکال دو اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لو۔“

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کہا۔

"تم یہاں سے چلے جاؤ تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار ہے جو فیصلہ کرے گی۔"

سفارتی وفد کی ناکامی:

اس سفارتی وفد کے ناکام ہونے پر ایک مرتبہ پھر اس بات کا خطرہ لاحق ہو گیا کہ جلد ہی مسلمانوں کے یہ دونوں گروہ آمنے سامنے ہوں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ہمت نہ ہاری اور جنگ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے ایک اور وفد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اس وفد کے سربراہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"معاویہ (رضی اللہ عنہ)! تم امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کر لو تمہاری بیعت کے بعد مسلمان پھر سے متحد ہو جائیں گے اور وہ تلوار جو کبھی باطل کے لئے اٹھتی تھی اب وہ مسلمانوں کے لئے اٹھ رہی ہے۔ اگر تم نے بیعت سے انکار کیا تو پھر تمہارے ساتھ بھی وہی پیش آ سکتا ہے جو جمل والوں کو پیش آیا۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کہا۔

"اے عدی (رضی اللہ عنہ)! تم صلح کے لئے آئے ہو یا لڑنا چاہتے

ہو؟ تم نہیں جانتے کہ میں حرب کا بیٹا ہوں اور مجھے لڑائی سے کوئی خوف نہیں۔ تم بھی عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں میں سے ہو اور عنقریب اللہ تمہیں بھی قتل کرائے گا۔"

اس تلخ ماحول کو دیکھتے ہوئے حضرت یزید بن قیس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے کہا۔

"ہم لوگ سفیر بن کر آئے ہیں اور ہمارا کام تمہیں نصیحت کرنا تھا۔"

اس کے بعد ان حضرات کے درمیان ایک مرتبہ پھر تلخ کلامی ہوگئی اور سفارتی کوششیں دم توڑ گئیں۔

جنگ صفین:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان سفارتی کوششیں قریباً تین ماہ تک جاری رہیں لیکن ان کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا بالآخر یکم صفر المظفر ۳۷ھ کو دونوں فریقین کے درمیان باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی۔ جنگ کے دوران آہستہ آہستہ شدت آتی گئی اور بے شمار مسلمان مارے گئے۔ اس دوران جنگ کا ساتواں روز آن پہنچا اس دن کو تاریخ میں لیلۃ الھریر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس ایک دن میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان مارے گئے۔ اس جنگ میں قریباً ستر ہزار مسلمان مارے گئے۔

روایات میں آتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پلہ جنگ میں بھاری تھا۔ اس دوران حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا جس سے شامی فوج ایک بہت بڑی شکست فاش سے بچ گئی اور جنگ ختم ہوگئی۔

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اندازہ کر لیا تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کو شکست دینا ان کے بس کی بات نہیں اس لئے انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا جس پر انہوں نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ نیزوں پر قرآن مجید اٹھائے میدانِ جنگ میں داخل ہوئے اور با آوازِ بلند اعلان کرنے لگے۔

''اے عربو! اپنے بچوں اور عورتوں کو رومیوں اور ایرانیوں کی یلغار سے بچانے کی تدبیر کرو اگر ہم ختم ہو گئے تو رومی اور ایرانی پھر سے عروج حاصل کر لیں گے۔ قرآن مجید ہم سب کے لئے قابل احترام ہے اس لئے اس کا حکم مان لو اور اس کا فیصلہ قبول کر لو۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس موقع پر اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''یہ شامیوں کی ایک جنگی چال ہے۔''

اشتر نخعی جو اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم پر لشکر کی قیادت کر رہا تھا اس نے شامیوں پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ عبداللہ بن سبا منافق اپنے سرکردہ ساتھیوں کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

''آپ رضی اللہ عنہ اشتر نخعی کو واپس بلا لیں اور جنگ بندی کا اعلان کریں نہیں تو ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو ہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر فتنہ کا دروازہ کھل چکا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اشتر

نخعی کو میدانِ جنگ سے واپس بلا لیا چنانچہ اشتر نخعی کے واپس آنے پر جنگ عملاً ختم ہوگئی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی فیضیافتہ ہستیاں دریائے فرات کے کنارے صفین کے مقام پر خون میں رنگین تھیں۔ روایات کے مطابق اس جنگ میں ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے جن میں مہاجرین اور انصار کی ایک کثیر تعداد بھی شامل تھی۔ جنگ صفین اسلامی تاریخ کا ایک ایسا المناک پہلو ہے جس میں وُہ مسلمان جو کبھی حق کے لئے لڑتے ہوئے شہید ہوتے تھے آپس میں لڑتے ہوئے مارے گئے۔ جنگ صفین سے مملکت اسلامیہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور خلافت دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔ مسلمانوں میں فرقہ بندیوں کا آغاز شروع ہوگیا اور اسلامی فتوحات جو بتدریج ساری دنیا میں پھیل رہی تھیں ختم ہوگئیں۔

امن معاہدہ تحریر کیا جانا:

اشتر نخعی کی واپسی کے بعد حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا۔

''امیر المومنین! لوگوں نے قرآن مجید کو حکم مان لیا ہے اور جنگ بند ہوچکی ہے لہٰذا اگر آپ رضی اللہ عنہ کی اجازت ہو تو میں امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر ان کا ارادہ معلوم کروں؟''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے کہا۔

''ہم اور تم اللہ عزوجل اور اس کے حبیب ﷺ کے حکم کی جانب رجوع کریں اور دونوں جانب سے کسی ایسے شخص کو

فریق منتخب کریں اور ان سے حلف لیں کہ وہ قرآن مجید کے
موافق فیصلہ کریں اور اس کے بعد جو بھی فیصلہ ہو اسے دونوں
فریق قبول کریں۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا۔
حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا اور اہل عراق کی جانب سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا۔
آپ رضی اللہ عنہ نے اس نام سے اختلاف کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام پیش کیا جس پر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''آپ رضی اللہ عنہ اپنے رشتہ دار کو نامزد کرتے ہیں جبکہ ہم ایسے
شخص کو نامزد کرنا چاہتے ہیں جس کا آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے برابری کا تعلق ہو۔''

اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کا نام لیا لیکن حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا۔

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت
یافتہ ہیں جبکہ اشتر نخعی کو ان کی صحبت نہیں ملی۔''

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نامزد کر دیا۔

اس دوران حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اقرار نامہ کی تحریر کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ کاتب نے تحریر کے آغاز میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسم مبارکہ کے ساتھ امیر المومنین کے الفاظ لکھے تو حضرت عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہم ابھی آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتے چنانچہ امیر المومنین کے لفظ کو مٹا دیا گیا اور ذیل کا معاہدہ تحریر ہوا۔

''یہ اقرار نامہ علی (رضی اللہ عنہ) بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کے مابین ہے۔علی (رضی اللہ عنہ) نے اہل عراق اور ان تمام لوگوں کی جانب سے ایک منصف مقرر کیا ہے جبکہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اہل شام کی جانب سے ایک منصف مقرر کیا۔ ہے۔ بے شک ہم لوگ اللہ عزوجل کے حکم اور اس کی کتاب کا فیصلہ مانتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل اور کتاب اللہ کے سوا کسی بات کو داخل نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم قرآن مجید کے حکم کو زندہ کریں اور اس بات پر عمل کریں جس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس کام سے منع کیا گیا اس سے باز رہیں اور دونوں حضرات یعنی ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم جو فیصلہ قرآن مجید میں پائیں اس کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اگر قرآن مجید میں نہ پائیں تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کریں گے۔''

اقرار نامہ کی تحریر کے بعد دونوں جانب سے فریقین نے اس پر دستخط کئے اور اس کے بعد دونوں منصفین کو چھ ماہ کی مہلت دی گئی کہ وہ اس مدت کے دوران دومتہ الجندل کے مقام پر دونوں فریقین کو طلب کر کے اپنا فیصلہ سنائیں گے اور اس دوران اہل عراق اور اہل شام کے چار چار سو لوگ بھی ان کے ہمراہ ہوں گے جو

تمام مسلمانوں کے قائم مقام تصور کیے جائیں گے۔

منصفین کا اجتماع:

امن معاہدہ کے مطابق دونوں جانب کے منصفین کا اجتماع دومتہ الجندل کے نزدیک اذرج کے مقام پر ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چار سو افراد روانہ کر دیئے اور ان پر حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ کو سردار مقرر کیا جبکہ امامت کی ذمہ داری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سپرد کی۔ اس اجتماع میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن الحرث رضی اللہ عنہم و دیگر اکابر جو اپنے زہد و تقویٰ کی بنیاد پر امت مسلمہ میں اتحاد کی نشانی تھے اور وہ اس تمام خونریزی اور جنگ سے علیحدہ رہے تھے بحیثیت مبصر شامل ہوئے۔ اس دوران حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی چار سو افراد کے ہمراہ اذرج پہنچ گئے اور پھر دونوں حضرات کے مابین باقاعدہ گفتگو کا آغاز ہوا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا۔

''تم جانتے ہو عثمان (رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا گیا اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان کے وارث ہیں۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''یہ سچ ہے۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چونکہ سیاسی امور کے ماہر تھے اس لئے انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا ہم خیال بناتے ہوئے کہا۔

پھر تمہیں کون سی چیز معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنانے سے روک

رہی ہے؟ معاویہ (رضی اللہ عنہ)، حضور نبی کریم ﷺ کے لئے خط و کتابت بھی کر چکے ہیں اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کی زوجہ ام المومنین حضرت سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو سیاست اور نظام چلانے کا وسیع تجربہ ہے اور اگر تم انہیں خلیفہ منتخب کر لو تو وہ تمہیں بھی حکومت میں شامل کر لیں گے۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بات سننے کے بعد کہا۔

"اے عمرو (رضی اللہ عنہ)! اللہ سے ڈرو۔ خلافت کی بنیاد تقویٰ پر ہے نہ کہ سیاست پر اور علی (رضی اللہ عنہ) بن ابی طالب اپنے تقویٰ کی بنیاد پر اس کے زیادہ حقدار ہیں اور جہاں تک کسی علاقے کی گورنری کا حصول ہے تو میں اللہ عزوجل کے کاموں میں رشوت لینا پسند نہیں کرتا۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"میں تمہاری اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"تو پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"تو پھر تمہیں میرے بیٹے عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''وہ واقعی نیک اور شریف تھا لیکن تمہاری وجہ سے وہ بھی فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''تو گویا تم یہ اس کے سپرد کرنا چاہتے ہو جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے درمیان یہ گفتگو تنہائی میں ہو رہی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''اے عمرو (رضی اللہ عنہ)! پہلے ہی بہت خون خرابہ ہو چکا ہے اب یہ قوم مزید آزمائش برداشت نہیں کر سکتی۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''پھر تم کیا کہتے ہو؟''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''پھر دونوں کو معزول کر کے لوگوں کو اس کا اختیار دیتے ہیں کہ وہ جسے چاہیں اپنا خلیفہ مقرر کر لیں۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''مجھے منظور ہے۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خط و کتابت جاری رکھی تھی تاکہ تمام معاملہ سے آگاہ رہیں۔ اس دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطوط براہِ راست

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام آتے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو کہ معاملہ فہم تھے انہوں نے اذرج پہنچنے پر حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے علیحدہ علیحدہ ملاقاتیں کی تھیں تاکہ انہیں اندازہ ہو سکے کہ ان حضرات کی رائے کیا ہے لیکن وہ ان کی گفتگو سے صرف یہی اندازہ کر پائے کہ معاملہ بے حد پیچیدہ ہے اور دونوں فریقین کے درمیان اتفاق مشکل ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا جب اس بات پر اجتماع ہو گیا کہ دونوں حضرات کو معزول کر دیا جائے تو دونوں حضرات مسجد میں تشریف لے گئے۔ دونوں جانب کے تمام افراد بھی مسجد میں تشریف لے آئے۔ مسجد میں پہنچ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا۔

''وہ فیصلے کا اعلان کریں۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر بھی چالاکی دکھاتے ہوئے کہا۔

''نہیں آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بے شمار ہیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہ فیصلے کا اعلان کریں۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

''وہ فیصلہ جس پر میں اور عمرو (رضی اللہ عنہ) دونوں متفق ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم دونوں کو معزول کرتے ہیں اور مجلس شوریٰ کو اس بات کا اختیار دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی رائے عامہ

سے نئے خلیفہ کا انتخاب کریں۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس اعلان کے بعد منبر سے نیچے اتر آئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فوراً منبر پر چڑھے اور اعلان کیا۔

"حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا ہے اور میں بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو معزول کرتا ہوں لیکن میں معاویہ بن سفیان (رضی اللہ عنہما) کو معزول نہیں کرتا اور انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہونے کی وجہ سے اس منصب پر برقرار رکھتا ہوں۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و دیگر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ملامت کیا کہ تم دھوکہ کھا گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ چونکہ شریف النفس تھے اس لئے انہیں بھی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اس تقریر پر بہت غصہ آیا۔ انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا۔

"تم نے ہمارے مابین متفقہ فیصلے کے خلاف اعلان کیا ہے۔"

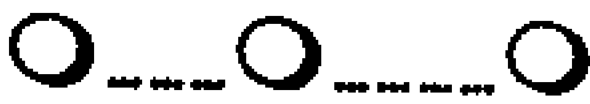
اس دوران حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور حالات خراب ہونا شروع ہو گئے چنانچہ اس معاملہ کے بعد اہل عراق کوفہ کی جانب چلے گئے جبکہ اہل شام نے دمشق کی راہ لی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اپنی باقی تمام زندگی مکہ مکرمہ میں گزار دی۔

خلافت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دمشق جا کر خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کوفہ جا کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جا کر تمام واقعہ بتایا جس پر آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت دعائے قنوت پڑھنا شروع کر دی۔

اس فیصلے کے بعد خلافت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل عرب و عراق کے خلیفہ منتخب ہوئے۔ ایران کے مفتوحہ علاقوں پر بھی آپ رضی اللہ عنہ کا کنٹرول رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ کوفہ تھا جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملک شام و فلسطین پر اپنی حکومت قائم کی جس میں بعدازاں مصر کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

خلافت کی واضح تقسیم کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کمزور کرنے کے لئے سیاسی چالیں کھیلنا شروع کر دیں۔ خلافت کی اس تقسیم کے بعد مملکت اسلامیہ بحران کا شکار ہوگئی۔ ایرانیوں نے بغاوت شروع کر دی اور رومیوں نے بھی سر اٹھانا شروع کر دیا۔ جب صورتحال خراب ہونا شروع ہوئی تو دونوں گروہوں کے درمیان اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ دونوں گروہ اپنی اپنی سرگرمیاں اپنے اپنے علاقوں تک محدود رکھیں گے۔



فتنہ خوارج کو کچلنا

مورخین لکھتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاہدہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل بنو تمیم کے ایک شخص غزویہ بن ادیہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس بات پر اعتراض کیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر کوفہ چلا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ جب کوفہ پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو سننے سے انکار کر دیا اور بحث پر اتر آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم میں سمجھدار کون ہے؟ انہوں نے عبداللہ بن الکواء کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن الکواء سے پوچھا تم نے میرے دست حق پر بیعت کی اب اس خروج کی وجہ کیا ہے؟ عبداللہ بن الکواء نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کے عمل کی وجہ سے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا ارادہ جنگ روکنے کا نہ تھا مگر تم نے اصرار کیا جس پر میں نے جنگ ختم کی اور پھر مجھے مجبوراً مصالحت کے لئے بھی راضی ہونا پڑا۔ اب دونوں جانب کے منصفین نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ وہ قرآن مجید اور سنت کے خلاف فیصلہ نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر ہماری تلوار اس کا فیصلہ کرے گی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر عبداللہ بن الکواء نے کہا امیر معاویہ

(رضی اللہ عنہ) اور اس کے ساتھیوں نے بغاوت کی اور قرآن کی رو سے وہ واجب القتل ہیں اس لئے ہم کسی منصف کے فیصلے کو نہیں مانتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ فیصلہ کسی منصف کا نہیں قرآن مجید کا ہوگا جس پر عبداللہ بن الکواء راضی ہو گیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی اس بات پر راضی کر لیا۔

منصفین کے فیصلے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پھر ملک شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو خارجیوں کے لیڈر حرقوص بن زہیر اور ذرعہ بن البرح نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے ہمارے مشورے کو ٹھکرا دیا اور اب خود وہی کام کرنا چاہتے ہیں جب تک آپ رضی اللہ عنہ اپنی غلطی تسلیم نہیں کریں گے ہم آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں قائل کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا مؤقف ماننے سے انکار کر دیا۔

روایات میں آتا ہے ایک دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ ایک خارجی نے نعرہ لگایا لاحکم الا للہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر! تم کلمہ حق سے باطل کا اظہار کرتے ہو۔ یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ پھر خطبہ دینے لگے۔ اس دوران ایک اور خارجی نے یہی نعرہ بلند کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو؟ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ان کو سمجھانے کے بعد واپس چلے گئے جبکہ یہ خارجی عبداللہ ابن وہب کے پاس جمع ہوئے اور اسے بغاوت پر آمادہ کیا جس کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ کوفہ سے فی الوقت نکل جائیں چنانچہ پانچ پانچ کی ٹولیاں بنا کر یہ تمام باغی نہروان کی جانب نکلنا شروع ہو گئے اور اپنی قوت جمع کرنا شروع کر دی۔

نہروان پہنچ کر کوفہ کے باغیوں نے خط لکھ کر بصرہ کے باغیوں کو بھی

نہروان بلا لیا اور جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور ساتھ ہی ساتھ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے تابعین پر کفر کے فتوے لگانا شروع کر دیئے اور اس دوران انہوں نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو ان کی اہلیہ اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ شہید کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب خوارج نے علیحدگی اختیار کی تو میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھیں میں خارجیوں کے پاس جاتا ہوں اور انہیں قائل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل نے چاہا تو وہ ایسا ہرگز نہ کر سکیں گے۔ پھر میں گھر آیا اور نفیس لباس زیب تن کیا اور ان خوارج کے پاس گیا۔ اس وقت وہ خارجی قیلولہ کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں ان لوگوں کے پاس گیا تھا جنہیں میں جانتا نہ تھا اور وہ بکثرت عبادت کرنے والے تھے اور ان کے ہاتھ کثرتِ عبادت کی وجہ سے اونٹ کے بدن کی مانند پھٹے ہوئے تھے اور ان کے چہرے بکثرت سجدہ کرنے کی وجہ سے نشان زدہ تھے۔ میں جب ان کے پاس گیا تو وہ مجھے دیکھتے ہی بولے اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما)! آپ رضی اللہ عنہ کا آنا مبارک ہو۔ میں نے کہا میں تمہارے ساتھ بات کروں اور تم جانتے ہو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم شرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وحی کے مقصد اور مفہوم سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ان میں سے چند لوگ بولے ہمیں آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ بات نہیں کرنی جبکہ کچھ بولے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بات سنتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے کہا تم حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والے ان کے چچیرے بھائی اور ان کے داماد پر الزام لگاتے ہو اور طعن و تشنیع کرتے ہو جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ ہیں۔ وہ بولے ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ان کی تین باتوں کی وجہ سے تنقید کرتے ہیں۔ میں نے کہا وہ تین باتیں کون سی ہیں؟ وہ بولے ان کی پہلی بات جس کی وجہ سے ہم ان پر تنقید کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انہوں نے حکم خداوندی کے معاملہ میں مردوں کو منصف بنایا جبکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ تمام حکم و فیصلہ کا اختیار اللہ کے پاس ہے۔ ان کی دوسری بات جس کی وجہ سے ہم ان پر یوں تنقید کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال تو کرتے ہیں مگر ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی نہیں بناتے اور نہ ہی ان کے اموال کو مالِ غنیمت تصور کرتے ہیں پس اگر وہ کافر ہیں تو پھر ان کی عورتیں، بچے اور مال ہمارے لئے حلال ہیں اور اگر وہ مسلمان ہیں تو پھر ان کے خلاف ہماری تلوار کا اٹھنا حرام ہے۔ ہماری ان پر تنقید کی تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے امیر المومنین کا لقب اپنے ساتھ ختم کر دیا تو کیا پھر وہ (معاذ اللہ) امیر الکافرین ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے خارجیوں کے تینوں اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ان سے کہا تمہارے پہلے اعتراض کے جواب میں اللہ عزوجل کا فرمان یہ ہے۔

”اے ایمان والو! جب تم حالت احرام میں ہو شکار کو قتل نہ کرو اور وہ شخص جو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس پر اس کا فدیہ واجب ہوگا اور اس (فدیہ) کا فیصلہ تم سے معتبر لوگ کریں

گے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

''اگر تمہیں میاں بیوی کے مابین جھگڑے کا اندیشہ ہو تو پھر ایک منصف مقرر کرو مرد کی جانب سے اور ایک منصف مقرر کرو عورت کی جانب سے ان کے گھر والوں میں سے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پھر میں نے ان سے کہا میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ مردوں کے مال و عزت کی حفاظت کے لئے اور ان کے باہمی امور کی اصلاح کے لئے کسی مرد کو منصف بنانا جائز ہوا یا پھر کسی ایسے خرگوش کو منصف بنایا جائے جو شکار کیا گیا ہو اور اس کی قیمت کسی بھی طرح چار درہم سے زیادہ نہ ہو؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میری بات سن کر وہ خارجی بولے آپ رضی اللہ عنہ درست کہتے ہیں اور مردوں کے معاملہ میں مردوں کو ہی منصف بنانا چاہئے تا کہ ان کے باہمی امور کی اصلاح ہو۔ میں نے کہا پس تم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر جو پہلا اعتراض کرتے تھے وہ خارج ہو گیا اور میں تمہارے پہلے اعتراض کے جواب سے بری الذمہ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پھر میں نے خارجیوں کے دوسرے اعتراض کے جواب میں ان سے فرمایا تم کہتے ہو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے قتال کرتے ہیں مگر ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی نہیں بناتے اور نہ ہی ان کے مال کو مالِ غنیمت سمجھتے ہیں تو پھر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم اپنی ماں کو قید کرو گے اور تم اپنی ماں سے اپنے جسمانی تعلقات کو

حلال جانو گے اور تم ہی کہتے ہو کہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں تو کیا وہ تمہاری ماں نہیں ہے؟ اور تم اللہ عزوجل کے فرمان سے آگاہ ہو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

''نبی کا حق مومنوں پر ان سے زیادہ ہے اور نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے ان سے کہا تم اگر ایسا کرو گے تو تم صریحاً گمراہ ہو۔ میری بات سن کر خارجی بولے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی درست فرمایا۔ میں نے کہا پس تم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر جو دوسرا اعتراض کرتے تھے وہ خارج ہو گیا اور میں تمہارے دوسرے اعتراض کے جواب سے بھی بری الذمہ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے خوارج کے تیسرے اعتراض کے جواب میں فرمایا تم اعتراض کرتے ہو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے نام کے ساتھ سے امیر المومنین کا لقب ختم کر دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کے اعتراض پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا لکھو یہ معاہدہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے طے کیا پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے فضل ہیں پھر جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت موقع کو دیکھتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ خود ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ختم کر دیئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اگر اپنے نام کے ساتھ امیر المومنین نہیں لکھا تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے کہا پس تم حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر جو تیسرا اعتراض کرتے تھے وہ بھی اب خارج ہو گیا اور میں تمہارے تیسرے اعتراض کے جواب سے بھی بری الذمہ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے خارجیوں کے ان تینوں اعتراضات کے جوابات دیئے تو ان میں سے بیس ہزار خارجیوں نے رجوع کر لیا اور تائب ہو گئے جبکہ چار ہزار خارجی ایسے تھے جو اپنے موقف پر قائم رہے جنہیں بعد میں قتل کر دیا گیا۔

روایات میں آتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب خارجیوں کی اس سرکشی کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا خطرہ محسوس کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو نہروان کی جانب پیش قدمی کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا لشکر نہروان پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اعلان کروایا کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے جو بھی خارجی ان کے ساتھ آن ملے گا اسے وہ اپنا بھائی سمجھیں گے چنانچہ خارجیوں کی ایک بڑی تعداد آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آن ملی۔ اب خارجیوں کی تعداد صرف چار ہزار رہ گئی تھے جو اپنے سردار عبداللہ بن وہب کے ساتھ موجود تھے۔ یہ تمام خارجی اپنے عقیدے کے مضبوط تھے اس لئے انہوں نے بلا کسی خوف وخطر کے آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے دلیری سے ان کا مقابلہ کیا اور ایک ایک کر کے تمام خارجی مارے گئے یہاں تک کہ صرف نو خارجی اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔

خارجیوں کے ساتھ اس جنگ کے نتائج حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں زیادہ مفید ثابت نہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہروان سے ہی ملک شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے بہت سے لوگ اس فیصلے کے خلاف

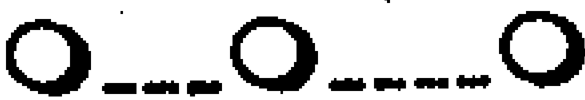
ہو گئے اور وہ واپس کوفہ چلے گئے جس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد صرف ایک ہزار رہ گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شام پر لشکر کشی کا آپ رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ خارجیوں کے ساتھ اس لڑائی میں آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے سات افراد نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق خارجیوں میں اس شخص کو تلاش کیا جس کی نشانی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کو بیان کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو ڈھونڈ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درست فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کی بے گوروکفن لاشوں کو میدانِ جنگ میں پڑا رہنے دیا اور اپنے لشکر کے ہمراہ واپس کوفہ روانہ ہو گئے۔

منقول ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک خارجی نے گستاخی اور بے ادبی کی تمام حدوں کو پھلانگتے ہوئے گالیاں دیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں اپنے ہاتھ بلند کئے اور دعا مانگی۔

''الٰہی! یہ تیرے نیک بندے کو گالیاں دے رہا ہے تو اسے
اس محفل کے ختم ہونے سے قبل اپنے غضب کا نشانہ بنا۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور وہ بدبخت اپنے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا کہ اس کا گھوڑا بدک گیا اور وہ پتھروں کے اوپر منہ کے بل گرا اور اس کا سر اسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا۔



دورِ خلافت کے اہم واقعات

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین خلافت کی تقسیم کے بعد مملکت اسلامیہ عملاً دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی اور اب دونوں حضرات کو اپنے اپنے علاقوں پر عملداری قائم کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کرنا تھے کیونکہ عوام الناس بھی دو گروہوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقبوضہ علاقوں پر عملداری قائم کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کئے مگر چونکہ آپ رضی اللہ عنہ سیاسی امور سے زیادہ آگاہی نہ رکھتے تھے اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی چالوں اور حربوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے مقبوضہ علاقوں پر آپ رضی اللہ عنہ کی گرفت کمزور کرنا شروع کر دی۔

مصر پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قبضہ:

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہوا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو مصر کی گورنری سے معزول کئے جانے کے بعد محمد بن ابی بکر مصر کے گورنر مقرر کئے گئے تھے۔ محمد بن ابی بکر نے اہل خربتہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے زبردستی آمادہ کرنا چاہا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا جس سے مصر کے حالات خراب ہونا شروع ہو گئے۔ اس دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد جب مصر کی صورتحال کی سنگینی کا

اندازہ کیا تو انہوں نے اہل خربتہ کو مدد کی یقین دہانی کرواتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ محمد بن ابی بکر نے حضرت کنانہ بن بشیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فوج کا ایک دستہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لئے بھیجا لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو شکست سے دوچار کیا اور حضرت کنانہ بن بشیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

حضرت کنانہ بن بشیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سننے کے بعد محمد بن ابی بکر ایک لشکر کے ہمراہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لئے نکلے لیکن شکست سے دوچار ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو ایک مردہ گھوڑے کی کھال میں بھر کر زندہ جلا دیا۔ محمد بن ابی بکر کی موت کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قبضہ مصر پر ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب مصر پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قبضہ کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے سخت سست کہا لیکن اہل کوفہ پر آپ رضی اللہ عنہ کی تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ نے مصر اور شام پر حملے کا خیال دل سے نکال دیا۔

اہل بصرہ کی بغاوت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر پر قبضہ کے بعد حضرت عبداللہ بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا تا کہ وہ وہاں جا کر لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن الحضرمی رضی اللہ عنہ جب بصرہ پہنچے تو اس وقت بصرہ کے

حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کوفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک خط دکھایا جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل بیان کیے گئے تھے اور لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص طلب کرنے پر اکسایا گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی ان کوششوں سے بنوتمیم اور دیگر اہل بصرہ اس بات پر آمادہ ہو گیا اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب ان کے ناپاک ارادوں کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے عین بن ضبیعہ کو بصرہ بھیجا جنہوں نے ایک زبردست مقابلہ کے بعد حضرت عبداللہ بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور بنوتمیم کے تمام سرکردہ لیڈروں کو مار دیا۔ حضرت عبداللہ بن الحضرمی رضی اللہ عنہ اور دیگر سرداروں کے قتل کے بعد اہل بصرہ نے دوبارہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا جس سے بصرہ میں پھر سے امن قائم ہو گیا۔

اہل ایران کی بغاوت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان سیاسی چالوں کی وجہ سے مسلمان آپس میں لڑنا شروع ہو گئے تھے۔ ایرانیوں نے جب دیکھا کہ مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں تو انہوں نے علم بغاوت بلند کر دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے نامزد گورنر حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو ایران سے نکال دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت زیاد بن حفصہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ ایرانی اس بات پر خوش تھے کہ مسلمان آپس

میں لڑ رہے ہیں اس لئے اب وہ دوبارہ ان کی جانب توجہ نہیں کریں گے۔ حضرت زیاد بن حفصہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اسی بے خبری کا خوب فائدہ اٹھایا اور اپنی طاقت کو بھرپور استعمال کرتے ہوئے انہیں پھر سے اطاعت تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ حضرت زیاد بن حفصہ رضی اللہ عنہ کی بہترین حکمت عملی سے ایک مرتبہ پھر ایران پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی حربے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کمزور کرنے کے لئے مختلف سیاسی چالیں کھیلنا شروع کر دیں اور عراق کے مختلف صوبوں میں علم بغاوت بلند کروانا شروع کر دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی تمام توجہ عراق اور ایران کی جانب مبذول ہو گئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یمن اور حجازِ مقدس پر قبضہ کر لیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کو زبردستی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کروائی گئی۔ جس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت عراق اور ایران تک محدود ہو گئی۔

یمن اور حجازِ مقدس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبضے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد کوفہ کو دارالخلافہ قرار دے دیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم ہو گئے تھے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی جانب صحیح طریقے سے توجہ نہ دی گئی جس کی وجہ آپ رضی اللہ عنہ کو مختلف فتنوں اور بغاوت کا مقابلہ تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو ان تمام بغاوتوں کو شروع کرنے والے تھے انہوں نے جب آپ رضی اللہ عنہ کی تمام توجہ ان باغیوں کے خلاف دیکھی تو انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی اور لوگوں کو زبردستی بیعت پر مجبور کیا جانے لگا۔

دوسری جانب اہل عراق تھے جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس

بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ کوفہ میں رہیں کیونکہ کوفہ کو اسلامی سلطنت میں یہ مقام حاصل تھا کہ یہاں بیٹھ کر تمام اسلامی صوبوں کی نگرانی کی جا سکتی تھی مگر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے وفا نہ کی اور آپ رضی اللہ عنہ کی رفاقت کا وہ حق ادا نہ کیا جس کا ان سے فطری طور پر تقاضہ کیا جا سکتا تھا یہاں تک کہ اہل عراق کی جانب سے آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر تنقیدی نظر اور انہیں مسترد کیا جانے لگا۔

خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر اجمالی جائزہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت خانہ جنگی، شورشوں اور بغاوتوں کی نذر رہا۔ اسلام دشمن قوتیں اور مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔ خلافت عملاً دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سیاسی امور کے ماہر نہ تھے جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیاسی امور کے ماہر تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی سیاسی چالوں کے ساتھ ساتھ اپنے رفقاء کا بھی اعتماد حاصل تھا جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں ماسوائے چند ایک کے وہ لوگ تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کو پہلے تو کسی کام پر آمادہ کرتے اور پھر خود اس کام سے منہ موڑ لیتے تھے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

> ''حیرانگی کی بات ہے میرے ساتھی میری نافرمانی کرتے ہیں جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔''

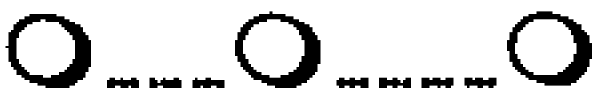
(ذہبی جلد دوم صفحہ ۱۶۹)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت قریباً پانچ برسوں پر محیط ہے مگر یہ دور مملکت اسلامیہ میں افراتفری کا دور تھا اور اس زمانہ میں فتوحات کا دروازہ بند ہو

چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چونکہ امن و امان کی صورتحال زیادہ بہتر نہ تھی اس لئے وہ عوامی اور فلاحی کام جو دیگر خلفاء کے زمانہ میں جاری تھے ان میں بجائے ترقی آنے کے زوال آتا چلا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اگرچہ عوامی فلاحی منصوبوں پر کام کرنا چاہتے تھے مگر ملکی صورتحال کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ اس جانب توجہ نہ دے سکے۔

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ اس بات کے خواہاں تھے کہ ملکی نظام دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ کی طرز پر چلائیں مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ جیسے مشیر کی خدمات حاصل تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے مشیر نااہل لوگ تھے۔

روایات میں آتا ہے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا اور کوفہ تشریف لائے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ قصر شاہی میں قیام کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور کہا میں قصر شاہی میں ہرگز قیام نہیں کروں گا۔



ساتواں باب:

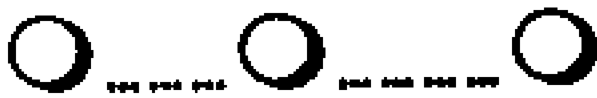
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

فضائل ومناقب، سیرتِ مبارکہ کے درخشاں پہلو،

دورِ خلافت میں کیے گئے اجتہادی وفقہی فیصلے،

خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلقات،

کشف وکرامات کا بیان



آج بھی ہے مطلع علم و ادب پر ضوفگن
حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کا خورشید افکار و علوم
جس کے ملجا ہیں علی رضی اللہ عنہ، مشکل کشا شیرِ خدا
اس پہ غالب آ نہیں سکتے حوادث کے ہجوم

فضائل ومناقب

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ رضی اللہ عنہ سے محبت بے مثال ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اللہ عزوجل نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے جن میں سے ایک علی رضی اللہ عنہ ہیں۔''

مہاجرین وانصار میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سابق الاسلام ہیں اور جو لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہیں اللہ عزوجل ان سے راضی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا اور اللہ عزوجل کی رضا اور جنت کی نعمتوں کے حقدار ٹھہرے۔

سورۂ نمل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

''جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی گھر والی سے فرمایا مجھے ایک آگ نظر آتی ہے۔''

اس آیت میں اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کو آپ علیہ السلام کا اہل بتایا ہے چنانچہ اللہ عزوجل نے سورۂ احزاب میں ارشاد فرمایا۔

''اے نبی (ﷺ) کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے وہ تم سے
ہر قسم کی ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں پاک صاف کر دے۔''

یعنی اللہ عزوجل نے ہر وہ کام جو کہ شریعت کے خلاف ہے، ہر وہ کام جو بارگاہِ خداوندی میں ناپسندیدہ ہے، اہل بیت حضور نبی کریم ﷺ کو ان سے پاک کرنے پر قادر ہے اور اس ضمن میں حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے۔

''میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں۔''

ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سورۂ احزاب کی آیت میرے گھر پر نازل ہوئی تھی اور جب یہ آیت نازل ہوئی میں اس وقت دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اہل بیت سے ہوں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''میری ازواج بھی اہل بیت ہیں۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب سورۂ الاحزاب کی یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ چالیس روز تک فجر کے وقت مسلسل اپنی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لے جاتے رہے اور فرماتے رہے۔

''اے میرے اہل بیت! تم پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکت
نازل ہو، نماز پڑھو تا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں اس آیت مبارکہ کے نزول کے چھ ماہ بعد تک حضور نبی کریم ﷺ اپنی بیٹی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر فجر کے وقت جاتے رہے اور با آوازِ بلند فرماتے۔

''اے میرے اہل بیت! نماز پڑھو، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ وہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک صاف کر دے۔''

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منقشی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ یہ چادر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں داخل کر لیا اور پھر فرمایا۔

''اللہ عزوجل چاہتا ہے میرے گھر والوں سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں صاف ستھرا کر دے۔''

طبرانی کی روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم۔''

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اللہ عزوجل کے حضور یوں گویا ہوئے۔

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو سب سے محبوب کون تھا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اپنی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اور پھر میں نے عرض کیا مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ان کے شوہر علی (رضی اللہ عنہ)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا۔

''میں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرا میرے اہل بیت۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ عزوجل سے محبت کرو کہ وہ تمہیں تمام نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور مجھ سے محبت اللہ عزوجل کی خاطر کرو جبکہ میرے اہل بیت سے محبت میرے سبب سے کرو۔''

تفسیر کبیر میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''جو میرے اہل بیت کی محبت میں فوت ہوا اس نے شہادت کی موت پائی اور جو شخص میرے اہل بیت سے بغض رکھ کر مرا وہ کافر ہو کر مرا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز تھے۔ انصارِ مدینہ نے جب دیکھا آپ ﷺ

کے مصارف بہت زیادہ ہیں لیکن آپ ﷺ کی آمدن کچھ نہیں تو انہوں نے اپنا مال واسباب جمع کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی تبلیغی کاوشوں اور نظر کرم سے ہمیں ہدایت نصیب ہوئی، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اخراجات زیادہ ہیں لیکن آمدنی کچھ نہیں ہے آپ ﷺ ہماری جانب سے یہ مال ہدیۃً قبول فرمالیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس وقت انصار یہ بات کر رہے تھے اس وقت حضور نبی کریم ﷺ پر سورۃ الشعراء کی آیت ذیل نازل ہوئی۔

''(یارسول اللہ ﷺ) فرما دیجئے کہ میں اس دعوتِ حق پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بجز اپنے قرابت داروں کی محبت کے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا مقصد آپ ﷺ سے مناظرہ کرنا تھا۔ ان عیسائیوں نے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''وہ اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں اور کنواری مریم علیہا السلام کی جانب القا کیے گئے۔''

عیسائی بولے وہ تو (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ کیسے؟ عیسائی بولے کیا آپ ﷺ نے کوئی بندہ ایسا دیکھا جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اگر یہ دلیل ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تم کیا رائے

رکھتے ہو وہ بغیر ماں باپ کے پیدا کیے گئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو ماں تھیں اور باپ نہ تھے۔"

ان عیسائیوں کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کی بات کا کوئی جواب نہ تھا مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی کی بناء پر جھگڑنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم مباہلہ کرلو جو سچا ہوا وہ بچ جائے گا اور جو غلط ہوا وہ برباد ہوگا اور حق و باطل ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس موقع پر اللہ عزوجل نے سورۂ آل عمران کی آیت ذیل نازل فرمائی۔

"پھر اے محبوب (ﷺ) جو تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔"

عیسائی وفد نے حضور نبی کریم ﷺ کی بات سنی تو کہا ہمیں تین دن کی مہلت دیں۔ آپ ﷺ نے انہیں تین دن کی مہلت دی اور پھر تین دن گزرنے کے بعد وہ عیسائی وفد عمدہ قبائے زیب تن کیے اپنے نامور پادریوں کے ہمراہ واپس لوٹا۔ آپ ﷺ بھی تشریف لائے اور آپ ﷺ کی گود میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تھے، بائیں ہاتھ سے آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا جبکہ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔ آپ ﷺ ان سب سے فرما رہے تھے جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

عیسائی وفد میں موجود بڑے پادری نے جب حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے اہل بیت کے ہمراہ دیکھا تو پکار اٹھا۔

''بلاشبہ میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں اگر یہ ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں دعا کریں اے اللہ! ان پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو وہ ان پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دے اور تم ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک کر دیئے جاؤ گے اور پھر روئے زمین پر کوئی بھی عیسائی باقی نہ رہے گا۔''

عیسائی وفد نے جب اپنے بڑے پادری کی بات سنی تو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا ہم آپ ﷺ سے مباہلہ نہیں کرتے، آپ ﷺ اپنے دین پر رہیں اور ہم اپنے دین پر رہیں گے۔ پھر ان عیسائیوں نے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر فرمایا۔

''قسم ہے اللہ عزوجل کی جس کا عذاب ان کے سروں پر تھا اور اگر یہ مباہلہ کرتے تو یہ بندر اور خنزیر بن جاتے اور ان کے گھر جل کر خاکستر ہو جاتے اور ان کے چرند و پرند سب نیست و نابود ہو جاتے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے۔

''جس نے نماز پڑھی اور اس نے مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا تو اس کی نماز قبول نہ ہو گی۔''

صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''مومن اور متقی شخص مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھتا ہے جبکہ منافق اور شقی القلب ہم سے بغض رکھتا ہے۔''

ایک اور موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''جو میرے اہل بیت کے ساتھ بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔

''روزِ حشر میں چار لوگوں کی سفارش کروں گا۔ اوّل وہ جو میرے اہل بیت سے محبت رکھے، دوم وہ جو ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو، سوم وہ جب میرے اہل بیت بحالت مجبوری اس کے پاس آئیں تو ان کے معاملات احسن طریقے سے نپٹائے اور چہارم وہ جو دل و زبان سے ان کی محبت کا اقرار کرنے والا ہو۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر جا رہے ہیں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''کیا تم اس بات پر راضی نہیں میں تمہیں اس طرح چھوڑے جا رہا ہوں جس طرح موسیٰ (علیہ السلام) نے ہارون (علیہ السلام) کو چھوڑا جبکہ فرق صرف یہ ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''منافق علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت نہیں رکھتا اور مومن علی (رضی اللہ عنہ) سے بغض نہیں رکھتا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا تو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے میرا نکاح اس شخص کے ساتھ کر دیا جس کے پاس نہ مال ہے نہ گھر؟ اس پر آپ ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

''اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا جو مسلمانوں میں علم وفضل کے لحاظ سے سب سے دانا اور افضل ہے۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے غدیر خم کے مقام پر اپنے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور پوچھا تمہارا ولی کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تین مرتبہ جواب میں کہا ہمارے ولی اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''جس کا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے اس کا ولی علی (رضی اللہ عنہ) بھی ہے۔''

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا تمہیں یاد ہے غدیر خم والے دن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں کیا فرمایا تھا مجمع میں سے تیس افراد نے با آوازِ بلند کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس کا مولیٰ میں ہوں علی (رضی اللہ عنہ) بھی اس کا مولیٰ ہے۔

طبرانی کی روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جس نے علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی
اور جس نے علی (رضی اللہ عنہ) سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی
اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس
نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نیز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا لیکن میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کیا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم میرے دنیا اور آخرت کے بھائی ہو۔''

ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علی (رضی اللہ عنہ) کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا چنانچہ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کی بجائے ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کریں اور ان کے فضائل و مناقب کو بیان کرنے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہ لیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین بہترین فضیلتیں ایسی عطا کی گئیں جن میں سے ایک بھی اگر مجھے مل جاتی تو وہ میرے نزدیک دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی۔''

لوگوں نے پوچھا وہ تین فضیلتیں کون سی ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''پہلی فضیلت یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کیا۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ انہیں وہاں حلال ہے مجھے حلال نہیں۔ تیسری فضیلت یہ کہ غزوۂ خیبر کے دن انہیں علم عطا فرمایا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شدید گرمی کے موسم میں ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سردیوں کا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ ہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اتنی شدید گرمی میں آپ رضی اللہ عنہ نے سردیوں کا لباس زیب تن فرما رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''خیبر کے موقع پر جب میری آنکھیں دکھتی تھیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن میری آنکھوں کو لگایا اور دعا فرمائی اے اللہ! علی (رضی اللہ عنہ) سے گرمی و سردی کو دور فرما دے چنانچہ اس دن کے بعد مجھے گرمی و سردی کی تکلیف نہ رہی۔''

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو حضور نبی کریم ﷺ، آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر میں لے کر دعا فرمائی جس سے آپ رضی اللہ عنہ تندرست ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! میں نے اللہ عزوجل سے جو مانگا اس نے مجھے عطا کیا میں نے اللہ عزوجل سے اپنے لئے وہ مانگا ہے جو میں نے تمہارے لئے مانگا ہے۔''

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''جو کوئی میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا اور جو کوئی اس سے دشمنی رکھے گا وہ جہنم واصل ہو گا اور میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی الفت سو جگہ نفع پہنچاتی ہے اور ان جگہوں میں سے چند ایک موت کے وقت، قبر میں حساب وکتاب کے وقت، میزان اور پل صراط کے وقت اور روزِ حشر حساب کے وقت شامل ہیں اور میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جس سے خوش ہو گی میں اس سے خوش ہوں گا اور اللہ بھی اس سے خوش ہو گا اور میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جس سے ناراض ہو گی اس سے میں بھی ناراض ہوں گا اور اس سے اللہ بھی ناراض ہو گا اور جو شخص ان کے شوہر علی (رضی اللہ عنہ) اور ان کی اولاد پر ظلم کرے تو اس کے لئے بربادی ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب گود میں تشریف فرما ہیں جبکہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔

"اے علی (رضی اللہ عنہ)! حسن (رضی اللہ عنہ) اور حسین (رضی اللہ عنہ) دونوں میزان کے پلڑے ہیں جبکہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس کا ترازو ہے اور ترازو دو پلڑوں پر ہی قائم رہتا ہے جبکہ تم روزِ حشر لوگوں کا اجر تقسیم کرو گے۔"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت جنت کے باغات میں ہوں گے کہ اتنے میں ایک نور بلند ہوگا۔ گمان یہی ہوگا کہ سورج طلوع ہوا ہے۔ پھر اہل بیت ایک دوسرے سے کہیں گے اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ جنت میں سورج نہیں ہے تو پھر اللہ عزوجل انہیں فرمائے گا کہ یہ نور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مسکراہٹ کا نور ہے جس سے جنت کے باغات چمک اٹھے ہیں۔

ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک طباق لے کر آئے جو جنت کے سیبوں سے لبریز تھا۔ انہوں نے وہ طباق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اُس شخص کو عنایت کیجئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا ہو۔ وہ طباق ایک نورانی خوان پوش سے ڈھکا ہوا تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست انور اس میں داخل کر کے ایک سیب نکالا دیکھتے کیا ہیں

کہ اس کی ایک جانب تو لکھا ہوا تھا۔

هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ لِاَبِي بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ

یعنی یہ خدا کا تحفہ ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اور اس کی دوسری جانب یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

مَنْ اَبْغَضَ الصِّدِّيْقِ فَهُوَ زِنْدِيْقٌ

یعنی صدیق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والا بے دین ہے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے دوسرا سیب اٹھایا اس کے ایک طرف تو یہ لکھا تھا۔

هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ مِّنَ الْوَهَّابِ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

یعنی یہ خدائے وہاب کا تحفہ ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے اور دوسری جانب یہ لکھا تھا۔

مَنْ اَبْغَضَ عُمَرَ فَهُوَفِي سَقَرٍ

یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے دشمن کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔ بعدزاں حضور نبی کریم ﷺ نے ایک اور سیب اٹھایا جس کے ایک جانب یہ لکھا تھا۔

هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ الْحَنَّانِ الْمَنَّانِ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

یعنی یہ خدائے منان وحنان کا تحفہ ہے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لئے اور اس کی دوسری طرف یہ لکھا تھا۔

مَنْ اَبْغَضَ عُثْمَانَ فَخَصْمُهُ الرَّحْمٰنُ

یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کا دشمن رحمٰن کا دشمن ہے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے طباق میں سے ایک اور سیب اٹھایا جس کے ایک جانب تو یہ لکھا تھا۔

هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ الْغَالِبِ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

یعنی یہ خدائے غالب کا تحفہ ہے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے

اور دوسری جانب یہ لکھا تھا۔

مَنْ اَبْغَضَ عَلِيًّا لَّمْ يَكُنْ لِلّٰهِ وَلِيًّا

یعنی علی رضی اللہ عنہ کا دشمن خدا کا دوست نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان عبارات کو پڑھ کر اللہ عزوجل کی بے حد حمد وثناء بیان کی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں جبکہ میں اور علی (رضی اللہ عنہ) ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

''ابوالحسن (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت سب لوگوں سے زیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے زیر سایہ تربیت پائی اور حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی سب سے پیاری بیٹی خاتونِ جنت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان جو روابط تھے وہ معنوی نہ تھے۔''

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

''اللہ عزوجل ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے جنہوں نے اپنی بیٹی

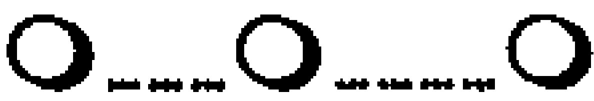
کو میرا رفیق بنایا اور مجھے دارِ ہجرت سے مدینہ منورہ لائے اور بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد فرمایا۔ اللہ عزوجل عمر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے جنہوں نے ہمیشہ حق بات کہی اور حق کا ساتھ دیا۔ اللہ عزوجل عثمان رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے جن کی حیاء سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل علی رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے جو ہمیشہ حق کے ساتھ رہے۔''

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''روزِ حشر میں یوں آؤں گا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دائیں جانب، عمر رضی اللہ عنہ میرے بائیں جانب جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے پیچھے اور علی رضی اللہ عنہ میرے آگے ہوں گے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر ایک اعرابی نے عرض کیا کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں اتنی طاقت ہوگی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''میرا علم علی (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ میں ہوگا اور تمام خلائق میرے اس علم کے سائے تلے ہوں گے۔''



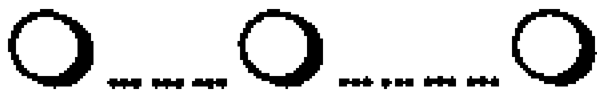
خلافت کی تائید احادیث سے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلاشبہ منصب خلافت کے حقدار تھے اور آپ رضی اللہ عنہ ان چھ لوگوں میں بھی شامل تھے جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بوقت شہادت منصب خلافت کے لئے نامزد کیا تھا اور پھر اتفاقِ رائے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد انصار و مہاجرین نے خلیفہ مقرر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق احادیث نبوی ﷺ بھی وارد ہوئی ہیں ذیل میں ان احادیث میں سے چند احادیث بطورِ نمونہ بیان کی جا رہی ہیں۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے خواب دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس ڈول کو کناروں سے پکڑ کر بمشکل پیا اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس ڈول کو کناروں سے پکڑا اور انہوں نے خوب سیر ہو کر پیا اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اس ڈول کو کناروں سے پکڑ کر پیا پھر جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو انہوں نے بھی اس ڈول کو کناروں سے پکڑ کر پیا اور ابھی وہ پی رہے تھے کہ وہ ڈول ہل گیا اور کچھ پانی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر گر گیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں غزوۂ حنین کے موقع پر جب حق و باطل میں گھمسان کی لڑائی جاری تھی اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں بتائیے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسے خلیفہ منتخب کریں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے قائم مقام ہوں گے ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ ہوں گے اور پھر علی رضی اللہ عنہ ہوں گے اور علی رضی اللہ عنہ حشر میں میرے مصاحب ہوں گے۔''



سیرتِ مبارکہ کے درخشاں پہلو

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا بچپن اور جوانی حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے گزرے۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت کا آئینہ تھے یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"علی (رضی اللہ عنہ) کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے حافظ تھے اور قرآن مجید کے معانی و مطالب پر آپ رضی اللہ عنہ کو عبور حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ علم فقہ کے ماہر تھے اور مشکل سے مشکل فیصلے بھی قرآن و سنت کی روشنی میں حل کر لیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

"میں علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پانچ سو چھیاسی احادیث بھی مروی ہیں۔

ساری زندگی رزقِ حلال کمایا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری زندگی رزقِ حلال کما کر کھایا۔ آپ رضی اللہ عنہ محنت مزدوری میں کچھ عار محسوس نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے اطراف میں تشریف لے گئے۔ ایک

بوڑھی عورت نے آپ رضی اللہ عنہ کو کھیت میں پانی لگانے کے عوض چند کھجوریں بطورِ مزدوری دینے کے لئے کہا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ شہنشاہِ فقر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بظاہر خالی لیکن باطنی طور پر زہد و تقویٰ، قناعت و صبر کے خزانوں سے بھرپور تھے۔

میں اس چیز کو گوارا نہیں کرتا:

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ دن میں صرف دو مرتبہ کھانا کھاتے تھے اور اس چیز سے کھانا کھاتے جو مدینہ منورہ سے آتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن شریک رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ فالودہ لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فالودہ کو دیکھ کر فرمایا۔

''تو بہت اچھا، خوشبودار اور بہترین ذائقہ والا ہے لیکن میں اس چیز کو گوارا نہیں کرتا کہ میرا نفس اس کا عادی بن جائے۔''

خلیفہ کے لئے کیا حلال ہے؟:

حضرت عبداللہ بن زرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بروزِ عید حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے حلیم پیش کی۔ ہم نے عرض کیا اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ عنہ کو صلاحیت کے ساتھ باقی رکھا ہے اگر آپ رضی اللہ عنہ ہم کو بطخ کھلاتے تو بہت اچھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اے ابن زرین (رضی اللہ عنہ)! میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ خلیفہ کے لئے اللہ کے مال سے بجز دو پیالوں کے

حلال نہیں۔ ایک پیالہ جو وہ خود کھائے اور اپنے اہل کو کھلائے
جبکہ دوسرا پیالہ وہ جسے لوگوں کے سامنے رکھے۔"

اگر چار درہم ہوتے تو میں ازار بند خرید لیتا:

حضرت مجمع بن سمعان تمیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر بازار چلے گئے اور فرمایا۔

"کون ہے جو مجھ سے اسے خرید لے کیونکہ اگر میرے پاس
چار درہم ہوتے تو میں ازار بند خرید لیتا۔"

ایک درہم کا نفع:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک موٹی چادر تھی اور آپ رضی اللہ عنہ اعلان فرمارہے تھے کون ہے جو اس چادر کو مجھ سے پانچ درہم میں خریدے اور مجھے ایک درہم کا نفع دے تاکہ میں اس کے ہاتھ اسے بیچوں۔

میں صرف دو کپڑے پہنتا ہوں:

حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے پاس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر ایک چادر تھی جبکہ ایک چادر کا آپ رضی اللہ عنہ نے تہبند باندھ رکھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"میں صرف دو کپڑے پہنتا ہوں تاکہ متکبر نہ بنوں اور یہ دو کپڑے
میری نماز کے لئے بہتر ہیں۔"

معمولی غذا:

ثقیف کے ایک آدمی سے مروی ہے فرماتے ہیں ان کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک دیہات کا عامل بنایا چونکہ دیہات میں نمازی ٹھہرا نہیں کرتے تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ جب ظہر کا وقت ہو تو میرے پاس چلے آنا چنانچہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی دربان موجود نہ تھا جو مجھے آپ رضی اللہ عنہ تک جانے سے روکتا۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت ایک پیالہ اور ایک کوزہ پانی کا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک چھوٹی تھیلی منگوائی۔ میں سمجھا کہ شاید جواہرات کی تھیلی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے امین سمجھا ہے اور یہ تھیلی میرے لئے منگوائی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس تھیلی کو کھولا تو اس میں ستو تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان ستوؤں کو نکالا اور پیالے میں الٹا اور اس میں پانی ڈال کر مجھے پلایا اور خود بھی پیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ عراق کا کھانا بہترین ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

> ”میں ہر اس کھانے کو جو میرے پیٹ میں جائے مکروہ سمجھتا ہوں سوائے رزقِ حلال کے اور میں اپنی تھیلی پر مہر لگاتا ہوں تاکہ یہ دوسری تھیلیوں میں نہ مل جائے اور میں دوسری تھیلی استعمال کرلوں۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خوراک نہایت سادہ تھی آپ رضی اللہ عنہ روٹی کے خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر نرم کر کے کھایا کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر نمک کے ساتھ روٹی کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے جو کی روٹیاں، دودھ کا پیالہ اور نمک لا کر رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دودھ کا پیالہ واپس

کرتے ہوئے فرمایا میرے لئے یہ جو کی روٹیاں اور نمک ہی کافی ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ آپ رضی اللہ عنہ محض چند کھجوریں کھا کر گزارا کر لیتے تھے۔

وہ یہ کھانا نہیں کھاتے:

منقول ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک بدو مالی اعانت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسے لذیذ کھانا پیش کیا۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور مسجد کے صحن میں کھانا کھانے لگے۔ بدو نے دیکھا کہ ایک شخص روٹی کے خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا رہا ہے۔ اس نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا میرا دل یہ گوارا نہیں کرتا میں لذیذ کھانا کھاؤں جبکہ وہ شخص روٹی کے خشک ٹکڑے کھائے میں اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس بدو سے فرمایا۔

"تم کھانا کھاؤ وہ یہ کھانا نہیں کھاتے وہ میرے والد بزرگوار امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔"

عالی شان محلوں سے شدید نفرت تھی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لباس بھی نہایت معمولی ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اوڑھنے کے لئے صرف ایک چادر تھی جس سے سر چھپاتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ مدینہ منورہ کے ایک معمولی مکان میں رہائش پذیر تھے۔ عالی شان محلوں سے آپ رضی اللہ عنہ کو شدید نفرت تھی یہی وجہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لے گئے تو دارالامارت میں قیام کرنے کی بجائے ایک میدان میں خیمہ لگا کر اس میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ

رضی اللہ عنہ کو نیند آتی تو بلا تکلف فرشِ خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

جماعت اہل حق کے اجتماع کا نام ہے:

روایات میں آتا ہے ایک مرتبہ ابن الکوائر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا سنت، بدعت، جماعت اور اختلاف کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کا کیا فرمان ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"سنت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ بدعت اس شے کا نام ہے جو سنت کو ترک کرنے والی ہے۔ جماعت اہل حق کے اجتماع کا نام ہے اور اختلاف اہل باطل کے اجتماع کا نام ہے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی ہو۔"

مال کی تقسیم میں مساوات کو ملحوظ رکھنا:

حضرت عبداللہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس دو عورتیں آئیں اور وہ دونوں عرب کی رہنے والی تھیں۔ ان میں ایک عورت دوسری عورت کی آزاد کردہ غلام تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ایک بوری غلہ اور چالیس چالیس درہم ان دونوں عورتوں کو دیئے۔ غلام عورت وہ مال لے کر چلی گئی جبکہ دوسری عورت نے آپ رضی اللہ عنہ سے شکوہ کرتے ہوئے کہا میں عرب کی رہنے والی ہوں جبکہ وہ میری آزاد کردہ غلام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"میں نے اللہ عزوجل کی کتاب میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی جس سے اولادِ اسماعیل علیہ السلام کو اولادِ اسحٰق علیہ السلام پر کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہو۔"

اس بات کا انہیں اختیار نہیں:

حضرت اصبغ بن نباتہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بازار گیا۔ ہم نے بازار والوں کو دیکھا تو وہ اپنی دکانوں سے تجاوز کئے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چند لوگوں نے عرض کیا بازار والے اپنی جگہوں سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اس بات کا انہیں اختیار نہیں، مسلمانوں کا بازار نمازیوں کی مسجد کی طرح ہے جو آدمی جس جگہ پہلے پہنچ گیا وہ اسی کے لئے ہے جب تک کہ اس جگہ کو چھوڑے نہیں۔"

روٹی کے سات ٹکڑے:

حضرت کلیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اصبہان سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس مال آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مال کو سات حصوں میں تقسیم کیا۔ اس مال میں ایک روٹی بھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کئے اور ہر حصہ میں اس ٹکڑے کو بھی شامل کر لیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حصہ پانے والے ساتوں اشخاص کو بلایا اور ان کے درمیان قرعہ اندازی کی کہ کسے پہلے حصہ دیا جائے۔

دنیا سے بے رغبتی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیشہ دنیا سے بے اعتنائی برتتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کبھی مال جمع نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر رات کی تنہائیوں میں دنیا کو یوں مخاطب ہوتے تھے۔

"اے دنیا! کیا تو میرے سامنے بن سنور کر آتی ہے اور مجھ پر

ڈورے ڈالتی ہے؟ میں تجھے ہمیشہ کے لئے خود سے جدا کر چکا ہوں اور تیری محفل حقیر ہے اور تیری ہلاکت آسان ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ خاتونِ جنت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا بطورِ جہیز جو سامان لائی تھیں اس میں ان کے وصال تک کسی بھی قسم کا اضافہ نہ ہو سکا۔

بھلائی کو پیش نظر رکھو:

حضرت مہاجر عامری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقرر کردہ گورنروں کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا۔

"اپنی رعایا پر اپنے پردہ کو لمبا نہ کرنا اور حالات سے باخبر رہنا۔ لوگوں کی اکثر ضروریات کا تعلق تم سے ہے اور اگر کوئی تم سے انصاف طلب کرے تو اس سے انصاف کرنے میں کوئی مشقت نہیں میں تمہیں جو نصیحتیں کرتا ہوں ان پر عمل پیرا رہو اور بھلائی کو پیش نظر رکھو تا کہ لوگ تم سے ناامید نہ ہو جائیں۔"

کھانا کھلانا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو ایک صاع کھانے کے لئے جمع کروں اس سے کہ میں بازار جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کروں۔

سال میں تین مرتبہ مال تقسیم کرتے تھے:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک سال میں تین مرتبہ

مال تقسیم کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ اصبہان سے کچھ مال آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صبح سویرے منادی کروادی کہ عطا لینے کے لئے جمع ہو جاؤ چنانچہ لوگ اکٹھے ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے وہ تمام مال تقسیم فرما دیا حتیٰ کہ رسی کو بھی آپ رضی اللہ عنہ نے تقسیم فرما دیا۔

حضرت عنترہ شیبانی رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جزیہ اور خراج میں ہر پیشہ ور کے پیشہ سے تیار شدہ چیز کو لے لیا کرتے تھے اور پھر اس کو لوگوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیت المال میں ایک رات کے لئے بھی مال نہ چھوڑتے تھے اور سارا مال تقسیم فرما دیتے تھے اور کہا کرتے تھے۔

''اے دنیا! تو مجھے دھوکہ نہ دے بلکہ میرے غیر کو دھوکہ دے۔''

تجھے تیری ماں گم کرے:

حضرت عنترہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس قنبر نے آ کر کہا امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ ایک ایسے آدمی ہیں کہ کچھ باقی نہیں چھوڑتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے اور میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کچھ چھپا رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ قنبر نے کہا چلئے اور دیکھیے کہ وہ کیا ہے؟ پھر قنبر، آپ رضی اللہ عنہ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا جہاں ایک بڑی لگن سونے اور چاندی کے برتنوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو قنبر سے فرمایا۔

''تجھے تیری ماں گم کرے تو نے ارادہ کیا تھا کہ میرے گھر میں آگ داخل ہو۔''

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا وزن کروایا اور اس کو تقسیم فرما دیا۔

عمر کو ضائع کرنے والا توبہ کی تمنا کرے گا:

حضرت مدائنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''ساری باتوں کو چھوڑ کر تم انتہاء کو پہنچ چکے ہو تمہارے اعمال تمہارے سامنے ایسی جگہ پیش کیے جائیں گے جہاں دنیا کے دھوکہ میں پڑا ہوا ہائے حسرت پکارے گا اور عمر کو ضائع کرنے والا توبہ کی تمنا اور کافر واپسی کی تمنا کرے گا۔''

مجھے تمہارے مالِ غنیمت سے ایک شیشی کے سوا کچھ نہیں ملا:

حضرت معاذ بن علاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا مجھے تمہارے اس مالِ غنیمت سے ایک شیشی کے سوا کچھ نہیں ملا جو مجھے ایک دہقان نے ہدیہ دی تھی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ بیت المال تشریف لے گئے اور اس میں جو کچھ تھا اسے تقسیم فرما دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کہنا شروع کر دیا۔

''وہ آدمی فلاح پا گیا جس کے پاس ایک ٹوکری ہو جس میں سے وہ ہر دن میں ایک مرتبہ کھائے۔''

بڑائی اور فضیلت:

حضرت ام موسیٰ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ عبداللہ بن سبا ان کو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم پر فوقیت دیتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی بڑائی اور فضیلت بیان

کرتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''یہ ضروری ہے کہ وہ شخص میرے ساتھ اس شہر میں نہ رہے جہاں میں رہوں۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ہم فتنوں میں مبتلا ہو گئے:

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا۔

''مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم پر فوقیت دیتے ہیں۔ اب اگر آج کے بعد کسی شخص نے ایسی بات کہی تو اس پر حد قائم کی جائے گی۔ بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ہم فتنوں میں مبتلا ہو گئے اور بے شک اللہ عزوجل بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔''

عبادت میں خشوع وخضوع:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شب بیدار اور عبادت گزار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو عبادت میں اس قدر خشوع وخضوع حاصل تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز کے کھڑے ہوتے تو اپنے اردگرد کی کچھ خبر نہ رہتی یہاں تک کہ جسم پر ہونے والی کسی واردات کی خبر نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کو تیر لگ گیا جو جسم میں اتنی گہرائی تک چلا گیا کہ اس کا نکالنا مشکل ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نماز کے لئے کھڑا ہوں تو

تم اس تیر کو نکال لینا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اس تیر کو نکال دیا گیا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اف تک نہ کی۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کو آگ لگ گئی۔ آگ اس قدر پھیل گئی کہ یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ جل نہ جائیں۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو برابر آوازیں دیتے رہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنے اردگرد کے ماحول سے بے خبر نماز کی ادائیگی میں مصروف رہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے نماز ختم کی تو آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ گھر کو آگ لگ گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذوقِ عبادت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت کیسی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

> ''یہ امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے اور یہ وہ امانت ہے جسے زمین و آسمان بھی اٹھانے سے قاصر تھے اور میں بھی اس وجہ سے کانپ اٹھتا ہوں کہ کہیں میں اس امانت کا حق صحیح طریقے سے نہ ادا کر پاؤں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ بھی اکثر و بیشتر روزے رکھا کرتے تھے۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بڑے روزہ دار اور عبادت گزار تھے اور گھوڑے کی پشت پر سوار ہوتے یہاں تک کہ قرآن مجید ختم

کر لیتے تھے۔

حکمت و دانائی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حکمت و دانائی کا ایک عالم قائل تھا اور اللہ عزوجل نے علم کے دس حصوں میں سے نو حصے آپ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کب اور کہاں نازل ہوئی اور اس آیت کے معانی و مطالب کیا ہیں؟

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ وضو کے بعد کتنے دنوں تک موزوں پر مسح کیا جا سکتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم یہ مسئلہ علی (رضی اللہ عنہ) سے پوچھو؟ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"مسافر پر تین دن اور تین رات اور مقیم پر ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔"

اچھی اور خراب زمین:

روایات میں آتا ہے ایک مرتبہ ایک یہودی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کی داڑھی مختصر تھی۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی گھنی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید جامع العلوم ہے اگر قرآن مجید جامع العلوم ہے تو کیا قرآن مجید میں آپ رضی اللہ عنہ کی گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا علم موجود ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیت ذیل کی تلاوت

فرمائی۔

”جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے خوب نکلتا ہے
اور جو خراب زمین ہے اس میں سے تھوڑا مشکل سے نکلتا ہے۔“

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”اے یہودی! وہ اچھی زمین میری ٹھوڑی ہے جبکہ خراب
زمین تیری ٹھوڑی ہے۔“

مہمان نوازی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں مہمان نوازی کے اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیٹھے رو رہے تھے کہ پاس سے گزرنے والے ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”سات روز سے میرے گھر میں کوئی مہمان نہیں آیا اور میں اس
لئے رو رہا ہوں کہ کہیں اللہ نے مجھے ذلیل تو نہیں کر دیا۔“

مسلمان کی عزت و توقیر کرنا:

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس دو آدمی آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے لئے گدا بچھایا۔ ایک شخص گدے پر بیٹھ گیا جبکہ دوسرا شخص زمین پر بیٹھ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زمین پر بیٹھے ہوئے شخص سے کہا تم بھی گدے پر بیٹھو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی خاطر تواضع کی۔

ستر ہزار فرشتے:

حضرت عبداللہ بن نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ،

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے آئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''جب کوئی کسی مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے آتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی عیادت کے لئے آتے ہیں اور عیادت کرنے والے کے لئے کثرت سے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اگر صبح کے وقت عیادت کی تو یہ فرشتے شام تک استغفار کرتے ہیں اور اگر شام کے وقت عیادت کی تو یہ فرشتے صبح تک اس کے لئے استغفار میں مشغول رہتے ہیں اور عیادت کرنے والے کے لئے جنت میں باغ ہوگا۔''

تواضع:

حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ کی دادی سے مروی ہے فرماتی ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور اسے اپنی چادر میں اٹھالیا۔ کسی نے ان سے عرض کیا کہ امیر المومنین! لائیے میں اسے اٹھا کر لے چلتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''نہیں! بال بچوں والے کو اپنا بوجھ خود اٹھانا چاہئے۔''

حضرت زازان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تنہا بازار تشریف لے جاتے تھے اور بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ بتاتے تھے، گمشدہ مال کا اعلان کرتے تھے، کمزور کی اعانت کرتے تھے، سبزی فروشوں اور تاجروں کے پاس سے گزرتے اور انہیں اللہ عزوجل سے ڈراتے تھے حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر تھے۔

ناپ تول پورا کرو:

حضرت جرموذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ گھر سے نکلتے اور ان کے اوپر دو سرخی مائل موٹی چادریں ہوتی اور ان کا تہبند نصف پنڈلی تک ہوتا اور چادر بھی زیادہ لمبی نہ ہوتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک درہ ہوتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ بازار میں جا کر لوگوں کو اللہ کے تقویٰ اور اچھی خرید و فروخت کا حکم دیتے اور فرماتے کہ ناپ تول پورا کرو اور گوشت میں پھونک لگا کر اسے نہ پھلاؤ۔

اللہ کا حق:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر والوں کی ایک جماعت جہاد میں بھیجی اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر تو میرے گھر والوں کو خیر خیریت سے واپس بھیج دے تو میں تیرا ایسا شکر ادا کروں جیسا کہ تیرے شکر کا حق ہے چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ کے گھر والے خیر خیریت سے واپس آ گئے۔ آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

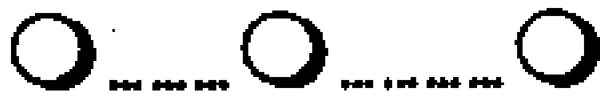
"تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں اللہ کی نعمتوں پر کامل ہونے پر۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے یوں نہیں فرمایا تھا کہ اگر اللہ پاک ہم لوگوں کو واپس لائے گا تو جیسا کہ اللہ کا حق ہے ویسا شکریہ ادا کروں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کیا میں نے ایسا شکر ادا نہیں کیا؟"

سورج واپس لوٹ آیا:

غزوۂ خیبر سے واپسی پر مقام صہبا پر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھا اور سو گئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز ادا نہیں فرمائی تھی اس لئے آپ رضی اللہ عنہ پریشان تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی آنکھ کھلی تو حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھ کر پریشانی کی وجہ دریافت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری عصر کی نماز فوت ہو گئی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ عزوجل کے حضور دعا کی اور سورج پلٹ آیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے نمازِ عصر ادا فرمائی۔



دورِ خلافت میں کیے گئے

اجتہادی و فقہی فیصلے

اللہ عزوجل نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو درست فیصلہ کرنے میں ملکہ عطا فرمایا تھا۔ کتاب الاستعیاب میں منقول ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا۔

''میرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں درست فیصلہ کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت علی (رضی اللہ عنہ) میں ہے۔''

کتاب الاستعیاب میں ہی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''میری امت میں سب سے زیادہ درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت علی (رضی اللہ عنہ) میں ہے۔''

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جعدہ رضی اللہ عنہ بن ہبیرہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ امیر المومنین! دو آدمی آتے ہیں جن میں سے ایک آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر محبوب ہے کہ اتنی محبوب اپنی جان نہیں اور دوسرے کا حال یہ ہے کہ اگر اسے آپ رضی اللہ عنہ کے ذبح کرنے پر

قدرت مل جائے تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کو ذبح کر دے اور آپ رضی اللہ عنہ فیصلہ اس محبت رکھنے والے کے خلاف دیتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اگر فیصلہ میری چیز ہوتی تو میں تیری منشاء کے مطابق فیصلہ کرتا لیکن یہ ایک ایسی شے ہے جو صرف اللہ کے لئے ہے۔''

ذمیوں کو حقوق دینے کا فیصلہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ذمیوں کے حقوق کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مقرر کردہ گورنر کے نام ایک خط تحریر فرماتے ہوئے لکھا۔

''تمہارے علاقے کے زمینداروں نے تمہاری سختی، سنگدلی، تحقیر اور بے پروائی کی شکایت کی ہے۔ بیشک یہ لوگ مشرک ہیں مگر ان کے ساتھ ناروا سلوک نہ رکھنا اور ان کے لئے نرمی کا لباس پہننا اور ایسا سلوک کرنا جس سے یہ تمہارے نزدیک آجائیں نہ کہ دور ہو جائیں۔''

منقول ہے ایک مرتبہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مسلمان کو قصاص کے بدلے قتل کرنے کا حکم دیا۔ مقتول کے عزیز و اقارب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا ہم نے اسے معاف کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہیں وہ ایسا کسی دباؤ کے تحت تو نہیں کر رہے؟ انہوں نے کہا نہیں ہم اپنی مرضی سے یہ خون معاف کرتے ہیں۔

حدود کا فیصلہ خود ہی کر لیا کرو:

حضرت ابومطر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور لوگوں نے کہا اس نے اونٹ چرایا

ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے کہا میرا خیال ہے کہ تو نے نہیں چرایا؟ اس نے کہا میں نے چرایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاید تجھے اس اونٹ کے بارے میں شبہ ہو گیا ہو؟ اس نے کہا نہیں بلکہ میں نے ہی اونٹ چرایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ آگ جلاؤ اور کاٹنے والے کو بلاؤ تا کہ وہ اس کا ہاتھ کاٹے یہاں تک کہ میں آ جاؤں۔ آپ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور اس سے پوچھا کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا نہیں پس آپ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس کے کہنے پر اسے پکڑا اور اس کے کہنے پر ہی اسے چھوڑ دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کیوں روتے ہوں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں کیوں نہ روؤں کہ تم لوگوں کے درمیان میری امت کا ہاتھ کاٹا جا رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے معاف کیوں نہ کر دیا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بدترین حاکم وہ ہے جو حدود کو معاف کرے تم آپس میں ہی حدود کے کام کی معافی کر لیا کرو اور معاملہ مجھ تک نہ لایا کرو۔

روٹیوں کا فیصلہ:

روایات میں آتا ہے کہ دو مسافر اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ صبح کے وقت دونوں ایک جگہ پر کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک مسافر کے پاس پانچ روٹیاں تھیں جبکہ دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اس دوران ایک شخص کا گزر اس جگہ سے ہوا۔ اس شخص نے ان دونوں کو سلام کیا۔ ان دونوں حضرات

نے اسے کھانے کی دعوت دی چنانچہ وہ شخص ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ کھانا کھانے کے بعد اس شخص نے ان دونوں کو آٹھ درہم دیئے اور کہا یہ آٹھ درہم میں تمہیں دیتا ہوں کہ تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ اس شخص کے جانے کے بعد ان دونوں مسافروں کے درمیان رقم کی تقسیم پر جھگڑا شروع ہو گیا۔ جس شخص کی پانچ روٹیاں تھیں وہ کہتا تھا کہ میرے پاس پانچ روٹیاں تھیں اس لئے پانچ درہم میرے ہیں جبکہ دوسرا شخص کہتا تھا کہ نہیں رقم دونوں میں برابر تقسیم ہونی چاہئے۔ جب یہ معاملہ حد سے زیادہ بڑھ گیا تو دونوں شخص اپنا مقدمہ لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی بات غور سے سنی اور فرمایا جس شخص کی پانچ روٹیاں تھیں اسے پانچ درہم ملنے چاہئیں۔ دوسرے شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر اعتراض کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ منصفانہ فیصلہ ہے اور اگر میں فیصلہ کروں تو تمہیں ایک درہم ملے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو سن کر حاضرین محفل بھی حیران ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

> ''تم دونوں کی روٹیوں کے کل چوبیس ٹکڑے ہوئے اور ہر شخص کے حصے میں آٹھ آٹھ ٹکڑے آئے۔ اب تمہاری تین روٹیوں کے کل نو ٹکڑے ہوئے جن میں سے آٹھ تم نے کھا لئے اور ایک بچ گیا جبکہ دوسرے شخص کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے بنے جس میں سے اس نے آٹھ کھائے اور سات بچ گئے لہٰذا تمہارے ایک ٹکڑے کے بدلے تمہیں ایک درہم اور اس کے سات ٹکڑوں کے بدلے اسے سات درہم ملیں گے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر تین روٹیوں والے شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ قبول کر لیا۔

خواب پر حد قائم کرنا:

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا فلاں شخص کہتا ہے کہ میں نے خواب میں تیری ماں کے ساتھ زنا کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بلایا اور حکم دیا کہ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کر دو اور اس کو سو کوڑے مارو۔

لوگوں کا حق پورا ادا کرو:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی کو دیکھا جو کھجور فروش کی دوکان پر کھڑی رو رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی سے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا میں نے اس دوکاندار سے ایک درہم کے عوض یہ کھجوریں لیں لیکن میرے آقا نے ان کھجوروں کو واپس کر دیا اب یہ دوکاندار ان کھجوروں کو واپس لینے پر راضی نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کی سفارش اس دوکاندار سے کی تو دوکاندار جو آپ رضی اللہ عنہ کو جانتا نہ تھا اس نے انکار کر دیا۔ اس دوران چند لوگ اس دوکان پر اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو پہچانتے ہوئے اس دوکاندار سے کہا یہ امیر المومنین ہیں۔ دوکاندار یہ بات سن کر گھبرا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''لوگوں کا حق پورا پورا ادا کرو۔''

دوکاندار نے اس عورت سے کھجوریں لے کر ایک درہم واپس کر دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا۔

''امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اگر تم لوگوں کا حق پورا پورا ادا کرو گے تو میں تم سے راضی رہوں گا۔''

قاضی شریح کے فیصلے کو قبول کرنا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زرہ بازار میں گر پڑی جو ایک غیر مسلم کے ہاتھ لگی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس غیر مسلم سے اپنی زرہ کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ خود امیر المومنین تھے۔ قاضی شریح نے آپ رضی اللہ عنہ سے زرہ کا ثبوت مانگا تو آپ رضی اللہ عنہ ثبوت پیش نہ کر سکے۔ قاضی شریح نے مقدمے کا فیصلہ اس غیر مسلم کے حق میں کر دیا۔ اس غیر مسلم نے جب فیصلہ سنا تو مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا یہ انبیاء علیہم السلام کے انصاف جیسا انصاف ہے ایک امیر المومنین مجھے اپنی ہی بنائی ہوئی عدالت میں اپنے ہی قاضی کے سامنے پیش کرتا ہے اور قاضی اس امیر المومنین کے خلاف فیصلہ سنا دیتا ہے۔

گاؤں کو آگ لگانے کا فیصلہ:

کنز العمال میں ربیعہ بن ذکار سے مروی ہے کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک گاؤں کی جانب نگاہ دوڑائی اور پوچھا یہ کیسا گاؤں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا یہ زرارہ گاؤں ہے اور یہاں کپڑا بنتا ہے اور شراب فروخت کی جاتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس گاؤں پہنچے اور آگ منگوا کر حکم دیا کہ اس گاؤں کو جلا دیا جائے۔ جب اس گاؤں کو آگ لگا دی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''خبیث شے کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو کھا جاتا ہے۔''

اس مال میں اس کا بھی حصہ ہے:

کنز العمال میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھلی جگہ مال تقسیم فرما رہے تھے اور اس موقع پر ایک شخص نے ہتھیاروں میں سے کوئی ہتھیار اپنے کپڑے میں چھپا لیا۔ اس شخص کو کسی دوسرے شخص نے دیکھ لیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کر دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیا اور فرمایا اس مال میں اس کا بھی حصہ ہے۔

یہ تیری جرأت کی سزا ہے:

بحار الانوار میں منقول ہے ایک شخص نے رمضان المبارک کے مہینے میں شراب پی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اسے پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے اسی کوڑے مارے جائیں اور قید کر دیا جائے۔ اس شخص کو اسی کوڑے مارے گئے اور قید کر دیا گیا۔ اگلے دن آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بلایا اور بیس کوڑے مزید لگوائے۔ وہ شخص کہنے لگا شراب پینے کی سزا تو اسی کوڑے ہیں پھر مجھے بیس کوڑے مزید کیوں مارے گئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''یہ تیری اس جرأت کی سزا ہے جو تو نے رمضان المبارک کی حرمت پامال کی۔''

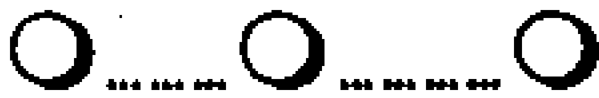
یہ مجنون نہیں بلکہ نازک ہے:

حضرت شاہ ولی الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''ازالۃ الخفاء میں بیان کرتے ہیں ایک شخص اپنی بیوی کو لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا

اورعرض کیا ہمارے مابین فیصلہ کریں اور اس عورت نے بوقت نکاح اپنا عیب مجھ سے پوشیدہ رکھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس میں کیا عیب ہے؟ وہ شخص بولا! یہ مجنون ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا تیرا شوہر تیرے متعلق کیا کہتا ہے؟ وہ بولی مجھے جنون نہیں بلکہ مجامعت کے وقت مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا۔

''تو اسے لے جا اور یہ مجنون نہیں بلکہ نازک ہے تو اس کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرو''۔

عدل و انصاف کا اعلیٰ معیار، حیدرِ کرار
علومِ ظاہری و باطنی کے منبع، حیدرِ کرار



خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلقات

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے بہت اچھے مراسم تھے اور جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا آپ رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے اپنا مشیر بنا رکھا تھا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ ان کی مجلس مشاورت کا حصہ تھے۔ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہر اہم امور میں آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

روایات میں آتا ہے ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری وقرابت کا لحاظ مجھے اپنی
قرابت داری سے زیادہ محبوب اور مقدم ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کلام سنا تو فرمایا۔

''بے شک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت وشرافت ہم
سب سے زیادہ ہے۔''

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے کچھ عرصہ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نمازِ عصر پڑھ کر باہر نکلا تو

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک سے ہوا جو اس وقت چند لڑکوں کے ہمراہ کھیل رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھا لیا اور پیار کرتے ہوئے فرمایا۔

''اللہ عزوجل کی قسم! تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو اور اپنے باپ علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہو۔''

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کلام سنا تو مسکرا دیئے۔

روایات میں موجود ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں ان کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا اور پھر ان کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اولاد بھی ہوئی۔

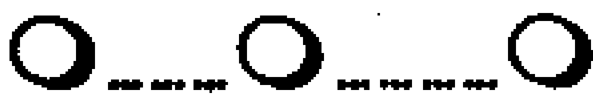
حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لے گئے اور فرمایا۔

''کیا تو اس قبر والے کو جانتا ہے؟ پس تو علی (رضی اللہ عنہ) کا ذکر بجز بھلائی کے کبھی نہ کر اگر تو نے علی (رضی اللہ عنہ) کا ذکر برائی کے ساتھ کیا تو نے انہیں تکلیف پہنچائی۔''

کنز العمال میں حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کی صاحبزادی حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ

میں اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم میری شادی ان سے کرو گے تو اللہ عزوجل کی قسم! کوئی انسان ایسا نہ ہوگا جو ان کا اکرام مجھ سے بڑھ کر کرنے والا ہوگا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر اپنی صاحبزادی حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور پھر مہاجرین نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس شادی کی مبارکباد دی اور اس شادی کی وجہ دریافت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگرچہ میری بیٹی کی شادی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی اور میرا رشتہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استوار ہوا مگر میں نے چاہا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی سے شادی کر کے خاندانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا رشتہ مزید پختہ کرلوں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سالار حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ نے جب خراسان فتح کیا تو بادشاہ یزدجرد کی دو بیٹیاں قیدی بنائی گئیں۔ انہوں نے وہ دونوں لڑکیاں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ روانہ کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں لڑکیوں کو حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے حوالے کر دیا جن سے انہوں نے نکاح کر لئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس لڑکی سے نکاح کیا اس سے حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔



عہد مرتضوی رضی اللہ عنہ کا مختصر جائزہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت خانہ جنگی، بغاوتوں اور شورشوں کی نظر رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی ملکی نظم ونسق کے قیام اور بیرونی فتوحات کی جانب توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تعمیری کام ایسے نظر نہیں آتے جیسے کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دور میں نظر آتے ہیں۔ ان تمام مشکلات کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت کئی کارناموں سے بھرپور ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب منصب خلافت پر فائز ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے آخری دور میں امویوں کا مملکت اسلامی میں بڑھتا ہوا عمل دخل دیکھ کر انہیں صراطِ مستقیم پر لانے کی بھرپور کوشش کی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شام کی سرحد اور دیگر علاقوں میں کثرت سے فوجی چوکیاں قائم کیں۔ بیت المال کی حفاظت اور جنگ کے دنوں میں عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے قلعے تعمیر کروائے۔

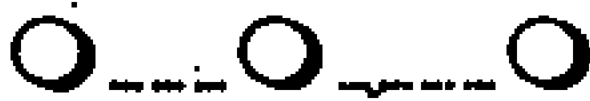
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں ایسی اصلاحات نافذ کیں جن سے آمدنی میں اضافہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کئی چیزوں سے محصول ہٹا لیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تجارتی گھوڑوں پر جو زکوٰۃ لگائی گئی تھی وہ بھی

منسوخ کر دی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مقرر کردہ گورنروں سے سختی سے آمدنی کا حساب لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت یزید بن قیس رضی اللہ عنہ نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا۔

"اما بعد! تم نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی اور اس تاخیر کا سبب مجھے معلوم نہیں لیکن میں تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں اور تمہیں اس کام سے بھی ڈراتا ہوں جو تمہیں راہِ حق سے ہٹا دے اور تمہارے اجر کو برباد کر دے۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے نفوس کو حرام مال سے بچائے رکھو۔ معاہدہ کرنے والوں سے زیادتی نہ کرو اور اللہ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اسے حصولِ آخرت کا ذریعہ بناؤ اور دنیا کے حصے کو بھی فراموش نہ کرو۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مقررہ کردہ گورنروں کی اخلاقی نگرانی بھی کرتے اور جب بھی کسی کو گورنر مقرر کرتے تو اس کو عوام الناس کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت سے پیش آنے کا حکم دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو عراق کے گورنروں کی تحقیقات کا حکم دیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر جائیں اور عراق کے ہر گورنر کی تحقیق کریں اور ان کے حالات کے متعلق انہیں آگاہ کریں۔



کشف وکرامات کا بیان

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ صاحب کشف وکرامت تھے اور آپ رضی اللہ عنہ سے بے شمار کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کی چند کرامات بیان کی جارہی ہیں تاکہ قارئین کے لئے ذوق کا باعث بنیں۔

اہل قبور سے گفتگو:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ہم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنت البقیع تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اہل قبور کو مخاطب کرتے ہوئے باآوازِ بلند سلام کیا اور ان لوگوں سے ان کے حالات دریافت فرمائے۔ قبروں سے وعلیک السلام کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اہل قبور نے آپ رضی اللہ عنہ سے اپنے گھر والوں کے حالات دریافت کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے بیویوں نے نکاح کر لئے، تمہارے مال کو وارثوں نے تقسیم کر دیا، تمہارے چھوٹے بچے یتیم ہونے کے بعد دربدر پھرنے لگے، تمہارے مضبوط اونچے محلوں میں تمہارے دشمن آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جواب میں اہل قبور نے کہا امیر المومنین! ہماری خبر یہ ہے کہ ہمارے کفن پرانے ہو کر پھٹ گئے اور ہم نے جو کچھ دنیا میں خرچ کیا وہ یہاں پالیا اور ہم جو کچھ دنیا میں چھوڑ کر آئے تھے ہمیں اس میں خسارہ اٹھانا پڑا۔

گرتی دیوار تھم گئی:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک ایسی دیور کے نیچے بیٹھے مقدمہ کا فیصلہ فرما رہے تھے جو کمزور تھی۔ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا یہ دیوار کمزور ہے آپ رضی اللہ عنہ یہاں سے اٹھ جائیں مگر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مقدمہ کی کاروائی جاری رکھو اللہ عزوجل بہترین محافظ ہے چنانچہ مقدمہ کی کاروائی جاری رہی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تو وہ دیوار گر پڑی۔

فالج زدہ ٹھیک ہو گیا:

علامہ تاج الدین سبکی کی کتاب ''طبقات'' میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت کا تذکرہ موجود ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے دونوں شہزادوں حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کے ہمراہ خانہ کعبہ میں موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گڑگڑا کر مناجات کرتے ہوئے سنا جو بارگاہِ الٰہی میں زاروقطار روتے ہوئے دعا کر رہا تھا کہ الٰہی! تو تاریکیوں اور اندھیروں میں بے چین دلوں کی دعائیں سنتا ہے۔ الٰہی! تو بیماروں کی تکلیف دور فرماتا ہے۔ اے حرمِ کعبہ کے مالک! تو کبھی نہیں سویا جبکہ تیرے گھر کے اردگرد رہنے والے تمام سو گئے۔ الٰہی! تیری ذاتِ پاک کی امیدیں لے کر مخلوق تیرے حرم میں اکٹھی ہوتی ہے میری خطا کو بھی معاف فرما اور تیرے سوا کون نعمتوں کی بارش کرنے والا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا تو وہ شخص رینگتا ہوا آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا قصہ دریافت کیا تو اس شخص نے کہا امیر المومنین! میں

بڑی بے باکی کے ساتھ دن رات گناہ کرتا تھا اور میرا باپ نہایت صالح شخص تھا وہ مجھے گناہوں سے روکتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنے باپ کی نصیحتوں سے تنگ آ کر اپنے باپ کو مارا جس پر میرے باپ نے حرمِ کعبہ میں آ کر میرے حق میں بددعا کی اور اس کے بعد مجھ پر فالج کا حملہ ہوا اور میں زمین پر گھسٹ گھسٹ کر چلنے لگا۔ میں نے اپنے باپ سے رو رو کر معافی مانگی اور انہوں نے مجھے معاف کر دیا اور کہا حرمِ کعبہ چلو میں وہاں جا کر تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں اللہ عزوجل تمہیں صحت کاملہ عطا فرمائے چنانچہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حرمِ کعبہ کے لئے روانہ ہوا جہاں راستے میں میرا باپ اونٹنی سے گر پڑا اور فوت ہو گیا۔ اب میں تنہا حرمِ کعبہ میں اپنی صحت یابی کے لئے اللہ عزوجل کے حضور دعائیں مانگتا ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی بات سننے کے بعد فرمایا اگر تیرا باپ تجھ سے خوش ہو گیا تو اللہ عزوجل بھی تجھ سے خوش ہو گیا۔ اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میرا باپ مجھ سے خوش ہو گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سننے کے بعد دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی جس کے بعد وہ شخص تندرست ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تیرا باپ تجھ سے راضی نہ ہوتا تو میں تیرے لئے ہرگز دعا نہ کرتا۔

خاوند نہیں بیٹا:

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''شواہد النبوۃ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلافت کے زمانہ میں کوفہ میں قیام کے دوران ایک شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ وہ فلاں مکان میں جائے اور وہاں جا کر ایک مرد اور عورت آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں انہیں لے کر میرے پاس آئے۔ جب وہ

دونوں مرد اور عورت آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا تم دونوں کیوں جھگڑ رہے ہو؟ مرد نے کہا امیر المومنین! میرا اس عورت سے نکاح کل ہوا۔ رات کو جب میں اس کے نزدیک جانے لگا تو مجھے اس سے نفرت ہوگئی جس پر ہمارے درمیان جھگڑا شروع ہوگیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حاضرین محفل کو جانے کا کہا۔ جب تمام حاضرین محفل چلے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا تم اس مرد کو جانتی ہو؟ اس عورت نے کہا میں کل سے پہلے اسے نہیں جانتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اب اسے جان لوگی لیکن تمہیں وعدہ کرنا ہوگا کہ تم جھوٹ نہیں بولوگی؟ اس عورت نے آپ رضی اللہ عنہ سے وعدہ کرلیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم فلاں شخص کی بیٹی ہو اور تمہارا نام یہ ہے۔ عورت نے اس بات کا اقرار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جوانی میں بہت خوبصورت تھیں اور تمہارا چچا زاد بھائی تم پر جان چھڑکتا تھا اور تم بھی اس سے محبت کرتی تھیں۔ اس عورت نے اس بات کا بھی اقرار کرلیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک روز تم دونوں نے زنا کیا جس سے تم حاملہ ہوگئیں اور تمہاری ماں نے تمہاری پردہ پوشی کی اور تم نے خفیہ طور پر ایک بچہ جنا جسے تم نے ایک دیوار کے نیچے ڈال دیا پھر جب تم اس بچے کو چھوڑ کر جانے لگیں تو ایک کتا اس بچے کی جانب لپکا جسے تم نے پتھر مارا اور وہ پتھر کتے کی بجائے اس بچے کے سر میں لگا اور وہ زخمی ہوگیا۔ تم نے اس بچے کا سر اپنے دوپٹے سے باندھا اور وہاں سے چلی گئیں اس کے بعد تم نے اس بچے کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ اس عورت نے اعتراف کیا اس سے یہ فعل سرزد ہوا اور اس نے ایک بچہ جنا جسے اس نے ایک دیوار کے نیچے ڈال دیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بچے کو فلاں قبیلے والے اٹھا کر لے گئے اور اس کی پرورش کی۔ وہ بچہ جوان ہونے کے بعد دوبارہ واپس اسی شہر آ گیا اور اب تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ اپنا سر کھولے۔ اس شخص نے جب اپنا سر کھولا تو اس کے ماتھے پر زخم کا نشان موجود تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"یہ تمہارا خاوند نہیں بیٹا ہے اور اللہ عزوجل نے تم دونوں کو حرام کاری سے بچالیا۔"

کٹے ہوئے ہاتھ کا جوڑنا:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک حبشی غلام تھا جو نہایت محب اور وفادار تھا۔ ایک مرتبہ اس نے چوری کر لی لوگوں نے اس کو پکڑ کر آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا جہاں اس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ جب وہ اپنے گھر روانہ ہوا تو راستے میں اس کی ملاقات ابن الکواء سے ہوئی۔ اس نے جب پوچھا کہ تمہارا ہاتھ کیسے کٹا؟ تو اس نے بتایا میں نے چوری کی تھی۔ ابن الکواء نے پوچھا کہ تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا؟ اس نے کہا میرا ہاتھ امیر المومنین، داماد رسول اللہ ﷺ نے کاٹا۔ ابن الکواء نے کہا کہ انہوں نے تمہارا ہاتھ کاٹا لیکن تم ان کا تذکرہ خیر سے کرتے ہو؟ اس غلام نے کہا انہوں نے میرا ہاتھ حق کے ساتھ کاٹا اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔ ابن الکواء نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس غلام کو طلب فرمایا اور اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی پر رکھ کر رومال سے باندھ دیا اور دعا فرمائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے رومال کھولا تو اس کا ہاتھ دوبارہ

جڑ چکا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہاتھ کبھی کٹا نہ ہو۔

قرآن مجید لمحوں میں ختم کرنا:

صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھوڑے کی ایک رکاب پر پاؤں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا دوسرا پاؤں گھوڑے کی رکاب میں جاتا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید ختم کر چکے ہوتے۔

دریا کی طغیانی ختم ہوگئی:

ایک مرتبہ دریائے فرات میں سخت طغیانی آ گئی جس سے سیلاب آ گیا اور تمام کھیت پانی میں ڈوب گئے۔ لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک وعمامہ شریف اور چادر زیب تن فرمائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر دریائے فرات کی جانب روانہ ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اور دیگر لوگ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریائے فرات پر پہنچ کر اپنا عصا سے دریائے فرات کی جانب اشارہ کیا جس سے دریا کا پانی کم ہونا شروع ہو گیا یہاں تک کہ لوگوں نے شور مچایا۔

"امیر المومنین! بس کیجئے اتنا کافی ہے۔"

درندوں کی اطاعت:

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین! میں سفر پر جانا چاہتا ہوں لیکن مجھے جنگلی درندوں سے ڈر لگتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی اس شخص کو دیتے ہوئے فرمایا۔

''جب بھی تمہارے نزدیک کوئی درندہ آئے تم اسے میری یہ انگوٹھی دکھانا اور کہنا یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی ہے۔''

چنانچہ وہ شخص سفر پر روانہ ہوا۔ راستے میں ایک خونخوار درندہ اس پر حملہ آور ہوا۔ اس شخص نے اس درندہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی دکھائی اور کہا۔

''یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی ہے۔''

وہ درندہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی دیکھ کر بھاگ گیا۔

چشمہ جاری ہو گیا:

مقامِ صفین پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گزر لشکر سمیت ایسی جگہ سے ہوا جہاں پانی دستیاب نہ تھا۔ لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ سے پانی کی نایابی پر شکوہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک جانب جا کر فرمایا۔

''یہاں کھدائی کرو۔''

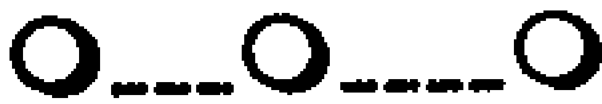
چنانچہ اس جگہ زمین کی کھدائی کی گئی لیکن ایک بھاری پتھر آڑے آ گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس پتھر کو ایک ہی جھٹکے میں باہر نکال دیا جیسے ہی وہ پتھر باہر نکلا وہاں سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے اور جانوروں نے سیر ہو کر وہ پانی پیا۔ جب لشکر نے اپنی تمام مشکیں پانی سے بھر لیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پتھر اسی جگہ پر رکھ دیا جس سے پانی کا وہ چشمہ بند ہو گیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کو دیکھ کر قریب واقع ایک گرجا کا پادری حاضر خدمت ہوا اور درخواست کی کہ مجھے دائرہ اسلام میں داخل فرمائیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تم ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے؟ اس پادری نے کہا۔

''میں نے الہامی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس جگہ ایک پوشیدہ
چشمہ ہے جسے وہ جاری کرے گا جو نبی آخری الزماں کا وصی ہو
گا اور آپ رضی اللہ عنہ یقیناً نبی آخرالزمان کے وصی ہیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب اس پادری کا کلام سنا تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہاں تک کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی۔



آٹھواں باب:

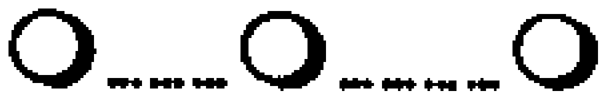
حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ،

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی وصیت،

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا خاندان،

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا منصب خلافت پر فائز ہونا



ان میں ہے ممتاز و اعلیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ
وہ جو اصحابِ محمد ﷺ ہیں ہدایت کے نجوم
ہے علاجِ وہم و ریب اس کا یقیں افروز علم
اس کی حق آگاہی کا نسخہ ہے تریاقِ سموم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ

نہروان میں خارجیوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔ اس جنگ میں جو خارجی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ان خارجیوں کا سردار ابن ملجم نامی شخص تھا۔ ابن ملجم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی حامی بھری۔ عمر بن بکر تمیمی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی شہادت کی حامی بھری جبکہ برک بن عبداللہ تمیمی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی حامی بھری چنانچہ ان تینوں حضرات نے اپنے اس ناپاک ارادے کے لئے سترہ رمضان المبارک بوقت فجر کا وقت طے کیا اور اپنے ان مذموم ارادوں کے لئے روانہ ہو گئے۔

عمر بن بکر تمیمی مقررہ وقت پر جامع مسجد قاہرہ پہنچا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس روز علیل ہونے کی بناء پر اپنے ایک افسر خارجہ بن ابی حبیبہ کو نماز فجر کی امامت کے لئے مسجد بھیج دیا۔ جب انہوں نے نماز کے لئے تکبیر کہی اسی وقت عمر بن بکر تمیمی نے آگے بڑھ کر ان کا سر قلم کر دیا۔ لوگوں نے عمر بن بکر تمیمی کو پکڑ کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا جہاں اس نے اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ان کے قتل کی غرض سے آیا تھا لیکن اتفاقاً آج وہ خود نماز پڑھانے نہیں آئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس اقرار کے بعد اسے

قتل کروا دیا۔

برک بن عبداللہ تمیمی جو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر مامور تھا وہ بھی مقررہ وقت پر جامع مسجد دمشق پہنچ گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز کے لئے امامت شروع کی تو برک بن عبداللہ تمیمی نے آگے بڑھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا جس پر وہ زخمی ہو گئے۔ برک بن عبداللہ تمیمی پکڑا گیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کروا دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو زخم آئے وہ زیادہ گہرے نہ تھے۔ طبیب نے کہا ان زخموں کو داغنا پڑے گا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا جس کے جواب میں طبیب نے کہا کہ پھر دوسرے طریقہ علاج میں آپ رضی اللہ عنہ کے توالد و تناسل ختم ہو جائیں گے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے مجھے یزید و عبداللہ دے رکھے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کے لئے ابن ملجم کوفہ پہنچا۔ ابن ملجم مصر کا رہنے والا تھا اس نے کوفہ جا کر اپنے حامیوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا جو نہروان میں بچ گئے تھے۔ اس دوران اس نے اپنا راز کسی سے بیان نہ کیا۔ ایک دن اس کی ملاقات شعیب بن شجرہ سے ہوئی جو اسے اپنے کام کا آدمی لگا۔ ابن ملجم نے جب اسے اپنے منصوبے سے آگاہ کیا تو اس نے ابن ملجم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا لیکن ابن ملجم نے اسے لالچ دے کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اس دوران ابن ملجم کی نظر بنو تمیم کی ایک حسین دوشیزہ پڑی اور وہ اسے دیکھتے ہی اس پر مر مٹا۔ اس حسینہ نے ابن ملجم کو پہچان لیا اور اس کو اپنے پاس بلایا۔ ابن ملجم جب اس کے پاس گیا تو اس نے اس شرط پر ابن ملجم سے نکاح کی حامی بھری کہ وہ اسے تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک لونڈی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا سر مہر میں دے تو وہ اس سے نکاح

کر لے گی۔ ابن ملجم نے کہا کہ اسے آخری شرط منظور ہے باقی کی شرائط وہ پوری کرنے پر قادر نہیں۔ بنو تمیم کی اس دوشیزہ نے حامی بھر لی۔ ابن ملجم نے اس دوشیزہ سے کہا وہ اسے اپنے قبیلے کا کوئی قابل اعتماد آدمی دے تا کہ وہ اپنے اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ اس دوشیزہ نے وردان نامی ایک شخص کو ابن ملجم کے ساتھ کر دیا۔

سترہ رمضان المبارک بروزِ جمعہ نمازِ فجر کے وقت ابن ملجم اپنے دونوں ساتھیوں شبیب اور وردان کے ہمراہ جامع مسجد کوفہ پہنچا اور یہ تینوں مسجد کی ایک کونے میں چھپ گئے۔ جس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر کے لئے تشریف لائے اس وقت شبیب نے آگے بڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ پر پہلا وار کیا۔ شبیب کے وار کے بعد ابن ملجم آگے بڑھا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر دوسرا وار کیا۔ وردان نے یہ دیکھا تو بھاگ کھڑا ہوا۔ شبیب بھی وار کرنے کے بعد بھاگ نکلا جبکہ ابن ملجم پکڑا گیا۔ وردان نے جب اس کا ذکر اپنے دوستوں سے کیا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زخمی حالت میں اپنے بھانجے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت جعدہ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اس دوران سورج طلوع ہو چکا تھا۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں گھر لے گئے۔ ابن ملجم کو آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بدبخت سے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے مجھے مارنے پر آمادہ کیا؟ ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے اس تلوار کو چالیس روز تک تیز کیا اور اللہ عزوجل

سے دعا کی کہ اس سے وہ شخص مارا جائے جو خلق کے لئے شر کا باعث ہو۔"

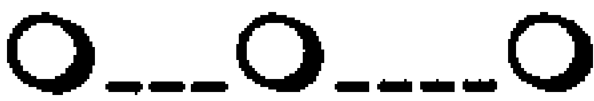
قاتل کے متعلق فیصلہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اس تلوار سے مارا جائے گا۔"

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حاضرین محفل بالخصوص اپنے فرزند حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر میں جانبر نہ ہو سکا تو تم اسے قصاص کے طور پر اسی تلوار کے ایک ہی وار سے قتل کر ڈالنا۔"



حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت اور آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خواب:

روایات میں آتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سترہ رمضان المبارک کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ خواب اپنے فرزند حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا شکوہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے میرے ساتھ نہایت برا سلوک روا رکھا اور مجھے ناحق ستایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم اللہ سے دعا کرو۔''

میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی مجھے ان سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میری بجائے ان لوگوں کا ایسے شخص سے واسطہ ڈال دے جو مجھ سے بدتر ہو۔

روایات میں آتا ہے حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم سے فرمایا۔

''تو نے میرے باپ کو شہید کر کے کچھ نقصان نہ پہنچایا کیونکہ وہ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے جبکہ تو روزِ حشر

ذلیل ورسوا ہوگا۔''

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

روایت میں آتا ہے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب والد بزرگوار کو زخمی حالت میں دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا حسن (رضی اللہ عنہ)! تم کیوں روتے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''والد بزرگوار! میں اس بات پر کیوں نہ روؤں کہ آپ رضی اللہ عنہ دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میں ہیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میرے فرزند! میری چار باتوں کو یاد رکھنا یہ تمہیں کبھی نقصان نہ پہنچائیں گی۔ اوّل تمام دولت سے زیادہ بڑی دولت عقل کی ہے، دوم سب سے بڑی محتاجی حماقت ہے، سوم سب سے زیادہ وحشت خود بینی ہے اور چہارم سب سے بہتر چیز اخلاق حسنہ ہے۔ چار باتیں یہ بھی ہیں کہ خود کو احمق کی دوستی سے بچانا کیونکہ وہ تیرے ساتھ نفع کا ارادہ کرے گا اور نقصان پہنچائے گا۔ خود کو جھوٹوں کی دوستی سے بچانا کیونکہ وہ دور کے لوگوں کو تجھ سے قریب کرے گا اور قریب کے لوگوں کو تجھ سے دور کرے گا۔ خود کو بخیل کی دوستی سے بچانا کیونکہ وہ تجھ سے اس چیز کو دور کرے گا جس کی تجھے زیادہ ضرورت ہو گی۔ خود کو فاسق کی دوستی سے بچانا کیونکہ وہ تجھے معمولی شے کی خاطر بیچ دے گا۔''

منقول ہے حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا امیر المومنین! کیا ہم آپ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کر لیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں اس معاملے میں تم سے کچھ نہ کہوں گا تم اپنے بعد جسے بہتر سمجھو اسے اپنا خلیفہ مقرر کر لینا۔''

صاحبزادوں کو وصیت:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جب وقت وصال قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کو طلب فرمایا اور انہیں ذیل کی وصیت کی۔

''میرے بچو! میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ میرے بعد تم دنیا کی محبت میں مبتلا نہ ہو جانا۔ کسی دنیاوی شے کے حصول میں ناکامی پر افسوس نہ کرنا۔ حق بات کہنا اور حق کا ساتھ دینا۔ مظلوموں کی امداد کرنا، یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ ظالم کی حمایت نہ کرنا اور بے کسوں کو سہارا دینا۔ قرآن مجید سے ہدایت لیتے رہنا اور اللہ عزوجل کے احکام کی روشنی میں ملامت کرنے والے کی ملامت کرنے سے نہ ڈرنا۔''

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

''اپنے بھائی محمد (رضی اللہ عنہ) بن حنیفہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور اس کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لینا۔''

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کو وصیت

کرتے ہوئے فرمایا۔

"اپنے دونوں بڑے بھائیوں کی عزت وتوقیر کرنا ان کا حق تم پر زیادہ ہے اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔"

حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چھوٹے فرزند تھے اور حضرت خولہ بنت جعفر رضی اللہ عنہا کے بطن سے تولد ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام محمد بن علی رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال:

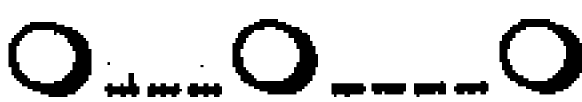
شیر خدا، حیدرِ کرار، امام الاولیاء، امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کو وصیت کرنے کے بعد کلمہ توحید پڑھا اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

تجہیز وتکفین:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت سیّدنا امام حسن، حضرت سیّدنا امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ کو دارالامارت کوفہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

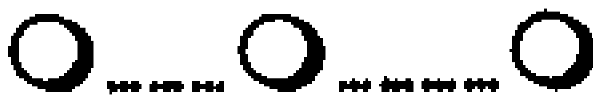
کچھ روایات کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی جامع مسجد میں مدفون کیا گیا جبکہ کچھ روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے سترہ کلومیٹر دور دفن کیا گیا۔



حلیہ مبارکہ

روایات کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قد درمیانہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بڑی اور چہرہ پر کشش تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر بال بے شمار تھے۔ بازو اور پنڈلیاں گوشت سے بھرپور تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جسم قدرے فربہ تھا اور سر مبارک پر بال کم تھے۔ کندھے مضبوط اور چوڑے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک گھنی تھی۔ جو شخص آپ رضی اللہ عنہ کے سراپا کو دیکھتا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے سحر میں کھو جاتا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیشہ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا لباس دو چادروں سے زیادہ نہ ہوتا تھا۔ ایک چادر سے آپ رضی اللہ عنہ تہبند باندھتے تھے جبکہ دوسری چادر سے جسم مبارک کو ڈھانپتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ سر مبارک پر عمامہ باندھے رکھتے تھے۔



حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خاندان

روایات کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نو شادیاں کیں۔ جن سے آپ رضی اللہ عنہ کی کثیر اولاد تولد ہوئی۔ ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کی ازواج اور اولاد کا مختصراً تذکرہ بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نام ''فاطمہ'' اور لقب ''زہرا'' ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا، ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے انبوی میں تولد ہوئیں۔

روایات میں آتا ہے کہ جس وقت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن میں تھیں تو انہیں جنت کی خوشبو آتی تھی۔ ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور پھر جس وقت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا تولد ہوئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کا ماتھا چومنے کے بعد فرمایا۔

''مجھے اس کے سر سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن سے ہی تنہائی پسند تھیں یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی کھیل کود

میں شامل نہ ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا، اپنے والد بزرگوار حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف فرما ہو جاتیں اور ان سے مختلف فقہی مسائل دریافت کرتی رہتیں۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ابھی صرف دس برس ہی تھی کہ ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو والدہ ماجدہ سے بے حد لگاؤ تھا اور یہی وجہ تھی کہ ان کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہا غمگین رہنے لگ گئیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اعلانِ نبوت کے بعد مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سہہ رہے تھے۔ مشرکین مکہ کے ظلم و ستم روز بروز بڑھتے جا رہے تھے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ایسے موقعوں پر بے حد پریشان ہو جاتی تھیں اور ہمہ وقت حضور نبی کریم ﷺ کے لئے دعائیں کرتی رہتی تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا اپنے والد بزرگوار کی یہ کیفیت دیکھتیں تو آپ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کو دلاسہ دیتے اور فرماتے۔

"بیٹی! تم غمزدہ نہ ہوا کرو اللہ عزوجل تمہارے باپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔"

حاکم کی روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے شفقت سے پوچھا۔

"بیٹی! تم کیوں روتی ہو؟"

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ابا جان! میں کیوں نہ روؤں مشرکین

قریش کا ایک گروہ حجر اسود کے پاس لات وعزیٰ ومنات کی قسمیں کھا رہا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی شہید کر دیں گے اور ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے آپ ﷺ کے مقدس خون سے اپنا حصہ پہچانا نہ ہو؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"میری بچی! تم میرے پاس وضو کا برتن لاؤ۔"

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ جب مشرکین نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پکارے یہ رہے، پھر ان کے سر جھک گئے اور ان کی ٹھوڑیاں ساقط ہوگئیں اور اپنی آنکھوں کو اٹھا بھی نہ سکے۔ آپ ﷺ نے ایک مٹھی میں خاک لے کر ان پر ماری اور فرمایا چہرے بگڑ گئے۔ پھر جس جس شخص کو اس میں سے کوئی کنکری لگی وہ بدر کے دن حالت کفر میں قتل ہوا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب ام المومنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ رضی اللہ عنہا کی تمام تر ذمہ داری ان کے سپرد کر دی۔ حضور نبی کریم ﷺ جب تبلیغ اسلام کی سخت محنت اور مشرکین کی تکلیفیں برداشت کرنے کے بعد گھر تشریف لاتے تو آپ رضی اللہ عنہا ان کی حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتیں۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے۔

"فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! گھبراؤ نہیں اللہ تمہارے باپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔"

ہجرت مدینہ کے وقت حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سن بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ جب ہجرت مکمل ہوگئی اور قریباً تمام مسلمان مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچ گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک روز حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں

آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی درخواست کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اللہ عزوجل چاہے گا وہی ہوگا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی وہی جواب دیا۔ بعدازاں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ بوقت نکاح آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پندرہ برس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اکیس برس تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا تو حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا نکاح اس شخص کے ساتھ کر دیا جس کے پاس نہ مال ہے نہ گھر؟ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

"اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا جو مسلمانوں میں علم و فضل کے لحاظ سے سب سے دانا اور بہترین ہے۔"

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا گھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے کچھ فاصلہ پر واقع تھا چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی لاڈلی صاحبزادی سے بے پناہ محبت تھی اس لئے ایک دن آپ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

"بیٹا! میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے نزدیک بلوالوں۔"

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

"بابا جان! حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کے کئی مکانات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کے قرب و جوار میں موجود ہوں اگر ان سے کہا جائے

تو وہ کوئی مکان خالی کر دیں گے۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"حارثہ (رضی اللہ عنہ) نے پہلے بھی مہاجرین کو بہت سے مکانات دیئے ہیں اس لئے اس سے کہتے ہوئے عجیب لگتا ہے۔"

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے بعد خاموش ہو گئیں۔ کچھ روز بعد جب حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کو اس بات کا علم ہوا تو وہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے مکان سے متصل اپنا ایک مکان آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، میری تمام چیزیں آپ ﷺ ہی کی ملکیت ہیں آپ ﷺ انہیں جیسے چاہیں استعمال میں لا سکتے ہیں میرے نزدیک آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے ہر شے سے مقدم ہیں۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ اپنے اہل خانہ سمیت اس مکان میں منتقل ہو جائیں۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نہایت ہی صابر خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی گفتگو کا انداز حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہ تھا اور آپ رضی اللہ عنہا ان کی زندگی کا بہترین نمونہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کا تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ چکی پیستے پیستے آپ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں کئی مرتبہ چھالے پڑ جاتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دیتیں، کپڑے دھوتیں اور اس کے علاوہ رضائے خداوندی کے لئے پنج وقتہ نمازوں کی پابندی اور تسبیحات کے لئے بھی وقت نکالتی تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ کے گھریلو حالات زیادہ اچھے نہ تھے اس لئے اکثر گھر میں فاقہ ہوتا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کہیں مزدوری مل جاتی تو گھر میں کھانے کا کچھ انتظام ہو جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کبھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ضد نہ کی اور نہ ہی کبھی ان سے کسی چیز کے نہ ہونے کا شکوہ کیا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ فتوحات کے زمانہ میں بے شمار غلام اور لونڈیاں بطور مالِ غنیمت آئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں جا کر گھریلو کام کاج کے لئے کوئی لونڈی مانگ لیں تا کہ گھریلو کام کاج میں ان کی مدد ہو سکے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچیں تو آپ ﷺ گھر موجود نہ تھے۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کی آؤ بھگت کی اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا مدعا بیان کیا تو ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے آنے پر ان سے بات کریں گی۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے گھر واپس تشریف لے گئیں اور پھر حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے آنے کی اطلاع دی اور ان کا مدعا بیان کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت فوراً آپ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''بیٹی! میں تمہیں فی الحال کوئی لونڈی یا غلام نہیں دے سکتا کیونکہ ابھی مجھے اصحابِ صفہ کی خورد ونوش کا بندوبست کرنا ہے اور میں ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں جنہوں نے دین اسلام

کی خدمت کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑ دیا تا کہ اللہ اور اس
کے رسول (ﷺ) کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔''

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں آج ایسی بات بتاتا ہوں جو تمہارے لئے لونڈی اور غلام کی نسبت ہزارہا درجے بہتر ہے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''تم رات کو سوتے وقت اور ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان
اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو یہ عمل
تمہارے لئے لونڈی اور غلام کی نسبت کئی گنا بہتر ہوگا۔''

ایک مرتبہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا مسجد نبوی ﷺ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائیں اور جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آیا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تین دن کے فاقہ کے بعد تھوڑے سے جو لائے تھے جنہیں پیس کر میں نے روٹی بنائی۔ جب میں روٹی بچوں کو کھلانے لگی تو خیال آیا کہ آپ ﷺ کو بھی تھوڑی سی روٹی دے دوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے روٹی تناول کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے میری بیٹی! میں چار روز سے فاقہ سے ہوں اور چار روز
بعد یہ روٹی کا پہلا ٹکڑا ہے جو میرے منہ میں پہنچا ہے۔''

ایک مرتبہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا شدید بیمار میں مبتلا تھیں۔ بخار کی وجہ سے انہیں نیند بھی نہ آ رہی تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساری رات جاگتے رہے۔ پچھلے پہر جب آپ رضی اللہ عنہا کی آنکھ لگی تو حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی سو گئے۔ جب اذانِ فجر کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھ کر نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہا بھی نماز کے لئے اٹھیں اور نماز کی ادائیگی کے بعد حسب معمول چکی پیسنا شروع کر دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو آپ رضی اللہ عنہا کو چکی پیستے دیکھ کر کہا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تمہیں خود پر رحم نہیں آتا تم شدید بیمار ہو اور چکی پیس رہی ہو۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جواباً کہا۔

"میں اپنے فرائض کی ادائیگی سے کبھی غافل نہ ہوں گی یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے۔ مجھے میرے والد حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ عزوجل کی عبادت اور آپ (رضی اللہ عنہ) کی اطاعت کا درس دیا ہے۔"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کسی کام سے بھیجا میں جب حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اس وقت سو رہے تھے اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اس وقت قرآن مجید کی تلاوت فرما رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی زبانِ مبارک سے قرآن مجید کے الفاظ سن کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی جو کافی دیر تک طاری رہی۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمیں کھانا ایک وقت کے بعد میسر آیا۔ میں، بھائی حسین (رضی اللہ عنہ) اور والد بزرگوار حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھانا کھا چکے اور والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کھانا تناول فرمانے لگی تھیں کہ ایک سائل نے دروازے پر صدا لگائی کہ اے بنت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تم پر سلام ہو میں دو وقت سے بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا دو۔ والدہ ماجدہ نے جب اس سائل کی صدا سنی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا کھانا مجھے دیتے ہوئے فرمایا۔

''جاؤ یہ کھانا اس سائل کو دے آؤ میں نے تو ایک وقت کا کھانا نہیں کھایا جبکہ وہ دو وقت سے بھوکا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ساری رات محنت کر کے ایک باغ سینچا اور اس کی اجرت میں آپ رضی اللہ عنہ کو چند جو ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ جو لا کر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جو چکی میں پیس کر آٹا بنایا اور روٹی تیار کی۔ جس وقت کھانے کے لئے سب گھر والے بیٹھے تو اس دوران ایک مسکین نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے سارا کھانا اس مسکین کو دے دیا اور دوبارہ کھانا تیار کیا۔ ابھی گھر والے کھانا تناول فرمانے ہی لگے تھے کہ ایک یتیم نے دروازہ پر آ کر دست سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے سارا کھانا اس یتیم کو دے دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے لئے کھانا تیار کیا تو ایک مشرک قیدی نے دروازہ پر آ کر صدا لگائی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کھانا اس مشرک قیدی کو دے دیا۔ اس موقع پر اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی جس میں آپ رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کے اس فعل کو پسند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے ایک فرد کی مانند تھے وہ حضرت سیّدہ فاطمہ

الزہرا رضی اللہ عنہا کے پردہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ان کے کسی بچہ کو مانگا تو آپ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے ہاتھ بڑھایا اور مجھے بچہ پکڑا دیا۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنی گفتگو، اپنی چال اور اپنے اخلاق میں سب سے زیادہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والی تھیں۔

مفسرین کرام کی ایک جماعت کا قول ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی طرح حیض و نفاس سے پاک تھیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہا کو ''زہرا'' کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ حیض و نفاس سے پاک تھیں اسی لئے آپ رضی اللہ عنہا سے کبھی کوئی نماز قضا نہ ہوئی تھی اور جس وقت آپ رضی اللہ عنہا کے بچہ کی ولادت ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہا فوراً ہی پاک ہو جاتی تھیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں وہ فرماتی ہیں جب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس بطورِ دایہ موجود تھی اور میں نے کوئی خون جو بوقت ولادت ہوا کرتا ہے وہ نہ دیکھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''کیا تم نہیں جانتی کہ میری بیٹی طاہرہ مطہرہ ہے اسے حیض کا خون بھی جاری نہیں ہوتا۔''

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تو راضی نہیں کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔"

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"روزِ محشر ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ اے میدانِ حشر میں جمع ہونے والو اپنی نگاہوں کو نیچا کرلو یہاں تک کہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا وہاں سے گزر جائیں۔ روزِ محشر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ستر ہزار حوریں باندیوں کی مانند ہوں گی اور آپ رضی اللہ عنہا پل صراط سے بجلی کی مانند گزر جائیں گی۔"

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب بھی کسی غزوہ میں شمولیت کے لئے یا پھر کسی سفر کی غرض سے نکلتے تو سب سے آخر میں حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور جب بھی کسی غزوہ یا سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر ہی تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا جب حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھتیں تو ان کے ہاتھ چومتیں اور آپ ﷺ ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے تھے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

"تمہارے لئے ایک اونٹ ہی زکوٰۃ ہے اور اگر میرے پاس

چالیس اونٹ ہوں تو وہ میں تمام کے تمام اللہ عزوجل کی راہ
میں دے دوں۔''

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منقش چادر اوڑھ رکھی تھی۔ یہ چادر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں داخل کر لیا اور پھر فرمایا۔

''اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ میرے گھر والوں سے ہر قسم کی
ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں صاف ستھرا کر دے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، آپ کی دائیں اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب گود میں تشریف فرما ہیں جبکہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! حسن (رضی اللہ عنہ) اور حسین (رضی اللہ عنہ) دونوں
میزان کے پلڑے ہیں جبکہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس کا ترازو ہے اور
ترازو دو پلڑوں پر ہی قائم رہتا ہے جبکہ تم روزِ محشر لوگوں کا اجر

تقسیم کرو گے۔‘‘

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں اپنی لاڈلی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلا بھیجا۔ جب آپ رضی اللہ عنہا عیادت کے لئے تشریف لائیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے کان میں کچھ کہا جس پر وہ رو پڑیں۔ پھر دوبارہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ مسکرا پڑیں۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہا ٹال گئیں۔ پھر جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے ایک مرتبہ پھر اصرار کر کے دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

’’حضور نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے مجھے اپنے وصال کی خبر دی جس کو سن کر میں رو دی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور میرے اہل میں سب سے پہلے تم مجھ سے آن ملو گی جس کو سن کر میں مسکرا دی۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے شب و روز گریہ میں بسر ہونے لگے اور انہوں نے کھانا پینا بھی ترک کر دیا یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی کمزور پڑ گئی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ان کی جسمانی قوت نے بھی جواب دینا شروع کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک روز رات کے اندھیرے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے۔ حضرت سیّدہ

فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ان کی حالت دیکھی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''میں حضور نبی کریم ﷺ کے جدائی کے غم میں مبتلا ہوں اور آپ رضی اللہ عنہا کے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ شاید کچھ کھانے کو مل جائے۔''

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

''اے بلال (رضی اللہ عنہ)! اللہ عزوجل کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے گھر میں اس وقت کچھ بھی کھانے کو نہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پھر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے قدرے توقف کے بعد فرمایا۔

''میں تمہیں اپنی چادر اوڑھاتی ہوں اس کی برکت سے تمہیں بھوک اور پیاس کا احساس بھی نہ ہوگا۔''

پھر حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنی چادر اوڑھادی اور پھر حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بھوک کا شائبہ بھی نہ رہا اور وہ وہاں سے رخصت ہو گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی تمام تر توجہ عبادتِ الٰہی پر مرکوز فرمادی۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے بچوں کا ہر طرح سے دھیان رکھتیں اور انہیں مختلف قسم کی نصیحتیں بھی کرتی رہتی تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حتی الامکان کوشش کرتے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہا کو خوش رکھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے گریہ میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا تھا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہا کو بھی موت کا

بلاوا آگیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اچھی دوستوں میں شمار ہوتی ہیں۔

حضرت ام جعفر رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ایک روز حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے یہ بالکل اچھا نہیں لگتا جس طرح آج کل عورتوں کا جنازہ لے کر جایا جاتا ہے ان کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا اور عورتوں کی جسامت بھی دکھائی دیتی ہے۔
حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حبشہ کے لوگوں میں دیکھا ہے کہ جب عورتوں کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو اس پر تازہ کھجوروں کی شاخیں منگوا کر چارپائی پر کمان کی مانند باندھ کر کپڑا ڈال دیتے ہیں جس سے جنازہ کی پہچان ہو جاتی ہے کہ یہ عورت کا جنازہ ہے اور پردہ بھی برقرار رہتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب میرا وصال ہو جائے تو میرا جنازہ بھی اسی طرح اٹھانا اور تمہارے اور میرے شوہر حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا مجھے کوئی غسل نہ دے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس فرماتی ہیں کہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا میں ان کے حجرہ سے باہر چلی جاؤں چنانچہ میں باہر چلی گئی اور آپ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ خداوندی میں مناجات شروع کر دیں۔ میں نے حجرہ کے دروازہ پر کان لگائے تو آپ رضی اللہ عنہا کو کہتے ہوئے سنا۔

''اے اللہ! میرے والد بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اور اس شوق کے صدقے سے جو وہ میری ملاقات کا رکھتے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کے دردِ دل کے صدقے سے جو میری جدائی

کے غم میں مبتلا ہیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے اس غم کے
صدقے سے جو انہیں میری جدائی کی صورت میں انہیں ملنے
والا ہے اور میری چھوٹی بچیوں کے صدقہ سے جو میرے
غم کو برداشت نہ کر پائیں گی تو میرے بابا جان کی گنہگار امت
کو بخش دے اور ان کے حال پر رحم فرما اور ان سے عفو و درگزر
کا معاملہ فرما۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی دعا سنی تو بے اختیار میری چیخ نکل گئی۔

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں مدفون کیا گیا۔

حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا بنت حرام کلابیہ:

حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوئی نکاح نہ کیا تھا۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا بنت حرام کلابیہ سے نکاح کیا جن کے بطن سے حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم چار فرزند تولد ہوئے۔ یہ چاروں صاحبزادے میدانِ کربلا میں اپنے بھائی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شہید ہوئے۔

روایات میں آتا ہے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا اور کہا تم مجھے عرب کی کسی نیک عورت کے متعلق بتاؤ۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا تم ام البنین رضی اللہ عنہا سے عقد کرلو کہ ان کے خاندان کو قبائل عرب میں نمایاں مقام اور عزت و مرتبہ حاصل ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کے مشورہ پر حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔

حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منکوحہ کی حیثیت سے گھر آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کو ایک ماں کا پیار دیا اور ان پر اپنی محبت و ایثار کے پھول نچھاور کیے اور جب آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھی اولاد تولد ہوئی تو پھر بھی حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بچوں سے محبت میں کچھ کمی نہ آئی بلکہ انہیں اپنی اولاد پر مقدم رکھا۔

واقعہ کربلا کے وقت حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا زندہ تھیں اور مدینہ منورہ میں مقیم تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا کو واقعہ کربلا کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع تشریف لے گئیں اور کافی دیر تک آنسو بہاتی رہیں۔

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنت مسعود:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تیسرا نکاح حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا بنت مسعود سے ہوا جن سے حضرت عبیداللہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم تولد ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ان دونوں صاحبزادوں نے بھی میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چوتھا نکاح حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس

سے کیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔ ان سے حضرت محمد اصغر اور حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہم تولد ہوئے۔

روایات کے مطابق ان دونوں صاحبزادوں نے بھی میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پانچوں نکاح حضرت سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ حضرت سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دخترِ نیک اختر حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی حضرت سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت نماز میں انہیں اپنے کندھوں پر سوار کر لیتے اور جب رکوع میں جاتے تو انہیں اتار دیتے اور سجدے کے بعد دوبارہ قیام کرتے تو انہیں پھر اٹھا کر کندھوں پر سوار کر لیتے۔ روایات کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق ان سے نکاح کیا۔ حضرت سیّدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت محمد اوسط رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت جعفر:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چھٹا نکاح حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت جعفر سے ہوا۔ جن کے بطن سے حضرت محمد الاکبر رضی اللہ عنہ تولد ہوئے جو تاریخ میں محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت صہبا رضی اللہ عنہا بنت ربیعہ تغلبیہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ساتواں نکاح حضرت صہبا رضی اللہ عنہا بنت ربیعہ تغلبیہ سے کیا جن سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تولد ہوئیں۔

حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا بنت عروہ بن مسعود ثقفی:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا آٹھواں نکاح حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا بنت عروہ بن مسعود ثقفی سے ہوا۔ حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا سے حضرت ام الحسن رضی اللہ عنہا اور حضرت رملہ کبریٰ رضی اللہ عنہا تولد ہوئیں۔

حضرت محیاۃ رضی اللہ عنہا بنت امراء القیس:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا نواں اور آخری نکاح حضرت محیاۃ رضی اللہ عنہا بنت امراء القیس سے کیا جن سے آپ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی تولد ہوئیں جو بچپن میں ہی اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد کا تذکرہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں خاتونِ جنت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے تین بیٹے حضرت سیّدنا امام حسن، حضرت سیّدنا امام حسین، حضرت سیّدنا امام محسن رضی اللہ عنہم تولد ہوئے۔ حضرت سیّدنا امام محسن رضی اللہ عنہ بچپن میں ہی وصال فرما گئے تھے جبکہ دو بیٹیاں حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تولد ہوئیں۔

ذیل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے اولاد کا تذکرہ مختصراً بیان کیا جا رہا ہے تا کہ قارئین کے لئے ذوق کا باعث ہو۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

شبیہ رسول اللہ ﷺ ابو محمد حضرت سیّدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا شمار نابغہ روزگار حضرات میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے نواسہ اور شکل وصورت میں حضور نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کا نور اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دل کی دھڑکن ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''حسن'' حضور نبی کریم ﷺ نے منجانب اللہ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد اور القابات تقی، زکی، مجتبیٰ، سیّد اور شبیہ رسول ﷺ ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ۳ھ میں تولد ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے نام کی طرح حسن وجمال میں بے مثل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ اور ان علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اس وقت حضور نبی کریم ﷺ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے بیٹے کو لاؤ۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا گود میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو لے کر حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے داہنے کان میں اذان دی اور پھر بائیں کان میں تکبیر کہی۔ پھر آپ ﷺ نے ساتویں روز حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے بال منڈوائے۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کریں نیز اسی روز آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ختنہ کروایا اور نام مبارک رکھا چنانچہ اسی نسبت سے یہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کہلائی۔

روایات میں آتا ہے جس وقت حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تولد ہوئے حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی زمانہ طفولیت کے قریباً آٹھ سال اور چار ماہ حضور نبی کریم ﷺ کے سایہ عاطفت میں بسر کئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھتا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی ریش مبارک سے کھیل رہے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں اپنی زبان دی اور فرمایا۔

"اے اللہ! میں حسن (رضی اللہ عنہ) کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے اپنا محبوب بنالے۔"

طبقات ابن سعد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ حالت نماز میں سربسجود ہیں اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضور نبی کریم ﷺ کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا سجدہ بے حد لمبا کرلیا یہاں تک کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کمر سے نہ اتر گئے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فتنہ وفساد اور خون ریزی قطعاً ناپسند تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں نرمی اور بردباری پائی جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت کے قصے بھی زبان زد وعام تھے۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حاجت بیان کی۔ آپ

رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت دس ہزار درہم موجود تھے آپ رضی اللہ عنہ نے وہ سب کے سب اس اعرابی کو دے دیئے تاکہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کر سکے۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج با پیادہ کیے اور یہ تمام حج آپ رضی اللہ عنہ نے برہنہ پا کیے۔ برہنہ پا چلنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں ورم پڑ جاتے تھے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور اللہ عزوجل اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور مسلمانوں کو پھر سے ایک خلافت پر اکٹھا کیا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد ذیل کا خطبہ دیا۔

"لوگو! تم سے ایک ایسا شخص جدا ہوا ہے کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے اور نہ پچھلے اس کو پا سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے اپنا علم عطا فرمایا اور وہ کبھی ناکام نہ رہا۔ میکائیل و جبرائیل (علیہما السلام) اس کے دست راست تھے۔ اس نے بوقت شہادت سات سو درہم جو اس کی مقرر تنخواہ سے بچ رہے تھے کہ سوا کچھ نہیں چھوڑا اور یہ درہم بھی ایک خادم کے لئے تھے۔"

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے تحمل و بردباری کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد کے دروازے پر تشریف فرما تھے ایک دیہاتی آیا اور اس نے آتے ہی آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے والدین کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت تحمل کے ساتھ اُس سے دریافت کیا کیا تو بھوکا ہے یا پھر تجھ پر کوئی اور مصیبت آن پڑی ہے؟ اس دیہاتی نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو ان سنی کرتے ہوئے پھر سے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خادم سے کہہ کر ایک طشت چاندی کا منگوایا اور اسے دے دیا اور فرمایا اس وقت میرے گھر میں صرف یہی موجود ہے تم اسے رکھ لو۔ اس دیہاتی نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا کمال تحمل دیکھا تو کہنے لگا کہ میں صدقِ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ حقیقی فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو عبادت میں خشوع و خضوع حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ جب وضو فرمانے لگتے تو آپ رضی اللہ عنہ کا ہر عضو کانپنا شروع ہو جاتا اور آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے جب اس کیفیت کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جو بھی کھڑا ہوا سے چاہئے کہ اس کے چہرہ کا رنگ زرد ہو اور اس کا ہر عضو کانپ رہا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو جہاں لفظ یاایھا الذین امنوا پڑھتے تو جواباً لبیك اللھم لبیك پڑھتے اور جب جنت و دوزخ والی آیات کی تلاوت فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ بے تحاشا روتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے چند دوستوں کے ہمراہ کھانا

تناول فرما رہے تھے کہ خادم سالن لے کر آیا۔ جب وہ سالن آپ رضی اللہ عنہ کو پکڑانے لگا تو برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور سالن آپ رضی اللہ عنہ پر گر پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب اس کی جانب دیکھا تو اس نے فوراً قرآن مجید کی آیت پڑھی جس کا مطلب تھا غصہ کو پی جانے والے اور معاف کرنے والے اور احسان کرنے والوں سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب اللہ عزوجل کا یہ فرمان سنا تو اس کو معاف کرتے ہوئے آزاد فرما دیا۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ازواج کی تعداد کثیر ہے جن سے آپ رضی اللہ عنہ کی بے شمار اولاد تولد ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے کئی صاحبزادوں نے میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب خلافت سے دستبردار ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے تمام اہل خانہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دوبارہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے آپ رضی اللہ عنہ کا ایک لاکھ درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ جس سال آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے آپ رضی اللہ عنہ کو وظیفہ نہ ملا۔ جب وظیفہ میں تاخیر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حالات کی تنگی کے سبب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے کا ارادہ کیا۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ نیند آ گئی۔ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بزیارت باسعادت نصیب ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تنگ دستی کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ دعا پڑھو۔

"اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید پیدا فرما اور اپنے ماسوا

سے میری امید کو ختم کر دے اور میں تیرے سوا کسی سے امید
نہ رکھوں اور میری قوتوں کو کمزور نہ بنا۔اور میرے نیک اعمال
میں مجھ سے کوتاہی نہ کروا اور مجھے ایسی قوت عطا فرما کہ میں
تیری مخلوق کے پاس حاجت لے کر نہ جاؤں اور اے میرے
رب! مجھے یقین کی دولت سے مالا مال فرما۔"

ابھی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ڈیڑھ لاکھ درہم وصول ہوئے اور ساتھ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے معذرت کا ایک خط بھی موصول ہوا۔آپ رضی اللہ عنہ نے رقم ملتے ہی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں شکرانے کے نوافل ادا کیے۔

حضرت عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہادت سے کچھ عرصہ قبل حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھو اللہ احد لکھا ہوا ہے۔حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا یہ خواب سنا تو کہا آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے کچھ دن باقی رہ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ ہم سے عنقریب جدا ہونے والے ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آکر عرض کیا بھائی! آپ رضی اللہ عنہ مجھے بتائیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرا گمان درست ہے تو پھر اللہ عزوجل حقیقی بدلہ لینے والا ہے اور اگر میرا گمان غلط ہوا تو پھر میری وجہ سے کسی کو بے گناہ نہیں مارا جانا

چاہئے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ بن اشعث بن قیس نے دیا تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۵ ربیع الاول ۴۹ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں مدفون کیا گیا جہاں آج بھی آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک مرجع گاہ خلائق خاص و عام ہے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ کے ہر شخص کی آنکھ اشکبار تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا جب جنازہ اٹھایا گیا تو اس جنازے میں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ اگر سوئی بھی زمین پر پھینکی جاتی تو وہ بھی ہجوم کی وجہ سے زمین پر نہ گرنے پاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ یہ صبر و تحمل، استغناء و بے نیازی اور عفو و درگزری کا وصال تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو پکار پکار کر کہتے تھے۔

''آج رو لو کیونکہ آج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہم سے جدا ہو گیا ہے۔''

صحیح روایات کے مطابق حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے رخسار پتلے اور کلائیاں گول تھیں۔ داڑھی مبارک گنجان اور بل کھائی ہوئی تھی۔ گردن مبارک بلند اور شفاف صراحی کی مانند تھی۔ شانے اور بازو بھرے ہوئے اور سینہ اقدس چوڑا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زیادہ طویل قامت نہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر کے بال گھنگھریالے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ حسن و جمال کا

ایک بہترین نمونہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی جانب ایک نظر دیکھنے سے گمان ہوتا تھا کہ گویا حضور نبی کریم ﷺ کا دیدار ہوا ہے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فصاحت و بلاغت میں بے مثل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فن تقریر سے بھی بخوبی آشنا تھے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ نوجوانی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا آج تم خطبہ دو اور میں سنوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے خطبہ نہیں دے سکوں گا چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اوٹ میں چلے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس سے تمام حاضرین بے حد متاثر ہوئے۔

ان کا غلام جو ہوا مل گئیں اس کو رفعتیں
نقش قدم بنی ہوئی ملتی ہیں سب بلندیاں

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

سبط رسول اللہ ﷺ ابوعبداللہ حضرت سیّدنا امام حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما تمام دنیاوی علائق سے پاک وصاف اپنے زمانہ کے امام و سردار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''حسین'' ہے' کنیت ابوعبداللہ اور لقب سبط الرسول اور ریحانۃ الرسول ہے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ۴ھ میں تولد ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے قبل حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت سیّدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا وہ خواب بیان کیا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا گھبرایئے نہیں یہ نہایت مبارک خواب ہے۔ میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) عنقریب

ایک بیٹے کو پیدا کرے گی جسے آپ (رضی اللہ عنہا) گود لیں گی چنانچہ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے تو حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اس وقت ابھی مدت رضاعت میں تھے اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت سیّدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گود میں دے دیا اور یوں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی رضاعت کے دن حضرت سیّدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا کے پاس بسر کیے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تربیت خود فرمائی اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بچپن سے ہی حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ رہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے والدین کی زیر تربیت رہے اور ان سے عشق مصطفیٰ ﷺ کا بیج دل میں بویا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے۔

"حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں
پس اللہ اس سے محبت کرے گا جو حسین (رضی اللہ عنہ) سے محبت
کرے گا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھا رکھا تھا اور ان کے لعابِ دہن کو اس طرح چوس رہے تھے جس طرح آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے اور آپ ﷺ کا گزر حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی۔ آپ ﷺ اسی وقت حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا

رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا۔

''بیٹی! اس کو نہ رلایا کرو کیونکہ اس کے رونے سے میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضور نبی کریم ﷺ کی پشت پر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سوار ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے ڈوری تھام رکھی ہے جس کا ایک سرا حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اشارہ پر چلتے تھے۔ میں نے جب دیکھا تو کہا واہ! کیا خوب سواری ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اتنا ہی عمدہ سوار بھی ہے۔

بچپن میں ایک روز حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپس میں کشتی کر رہے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا حسن (رضی اللہ عنہ)، حسین (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لو۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بابا جان! آپ ﷺ بڑے بھائی کو کہتے ہیں کہ وہ چھوٹے بھائی کو پکڑ لے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) بھی تو حسین (رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہے ہیں کہ وہ حسن (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند! میں نہایت مفلس و نادار ہوں میری کچھ اعانت فرمایئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم کچھ دیر بیٹھو میرا رزق ابھی راستہ میں ہے۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک درباری حاضر خدمت ہوا اور دیناروں کی پانچ تھیلیاں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

پیش کیں جن میں سے ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔ درباری نے وہ دینار آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کئے اور عرض کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ انہیں استعمال میں لائیں میں عنقریب مزید حاضر خدمت کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ پانچوں تھیلیاں اس مفلس شخص کو عطا کرتے ہوئے فرمایا میں تم سے معذرت خواہ ہوں کہ تمہیں اتنی دیر انتظار بھی کرنا پڑا اور میں تمہیں صرف پانچ ہزار دینار دے رہا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک روز حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف فرما تھا کہ ان کی ایک کنیز حاضر خدمت ہوئی اور پھولوں کا ایک گلدستہ پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس گلدستہ کو ہاتھ میں لے کر سونگھا اور پھر کنیز کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ آج سے تم اللہ کی راہ میں آزاد ہو۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گلدستہ کے عوض اپنی خوبرو کنیز کو آزاد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کوئی اچھا تحفہ پیش کرتا ہے تو پھر ضروری ہے اس سے اچھا یا پھر اس جیسا تحفہ اسے بھی پیش کیا جائے یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کنیز کو آزاد کر کے اچھا تحفہ پیش کیا۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے والد بزرگوار حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یتیموں اور محتاجوں کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اور ان کے کاموں کی مشقت کو برداشت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر نشان پڑ جاتے تھے۔

منقول ہے ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما شدید بیمار ہو گئے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو جس وقت

خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو اس وقت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیماری کی حالت میں فرما رہے تھے آہ! کتنا بڑا غم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کیا غم ہے؟ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا موت سامنے ہے اور میں مقروض ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام قرض میں اپنے ذمہ لیتا ہوں آپ رضی اللہ عنہ پریشان نہ ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے تمام قرض خواہوں کو بلوایا اور ان کا سارا قرض ادا کر دیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کے حسن سلوک پر آپ رضی اللہ عنہ کو بے شمار دعائیں دیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت و جوانمردی کے قصے زبان زد و عام تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جس وقت بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی تھی۔ اس کے علاوہ حق و باطل کے معرکوں میں آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت جانثاری اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور دادِ شجاعت حاصل کی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار سے دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کی یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی علمی قابلیت کے سب معترف تھے اور وہ جانتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام ظاہری و باطنی علم آپ رضی اللہ عنہ کے اندر سمو دیا ہے۔ اسی لئے جب بھی کسی کو کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مسئلہ کی بابت دریافت کرتا تھا۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اپنے

بھائی حضرت محمد اکبر جنہیں محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب حاصل تھا سے کچھ ناراضگی ہو گی۔ حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کچھ دوستوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا اب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کبھی آپ رضی اللہ عنہ سے نہیں ملیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت ایک خط لکھا جس کا متن تھا برادرِ عزیز! ہم دونوں کے والد بزرگوار مشترکہ ہیں اس لئے اس میں ہمیں ایک دوسرے پر کچھ فضیلت حاصل نہیں۔ ہاں! البتہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں اور میری ماں کے پاس تمام دنیا کے کمالات بھی آ جائیں تو وہ پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کی شان کے برابر نہیں ہو سکتیں اس لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ کو مجھ پر فضیلت حاصل ہے اور آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے عمر میں بھی بڑے ہیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہ میرے پاس خود آنے میں سبقت کریں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں ناچاقی ہو جائے تو جو گروہ صلح کرنے میں سبقت کرے گا وہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ میری خواہش ہے آپ رضی اللہ عنہ یہ فضیلت بھی حاصل کریں اور جنت میں داخل ہونے میں مجھ سے سبقت لے جائیں۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تو فوراً آپ رضی اللہ عنہ سے ملنے آن پہنچے اور جا کر آپ رضی اللہ عنہ سے بغلگیر ہو گئے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عبادت میں خشوع وخضوع کا یہ عالم ہوتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آنکھوں سے بے تحاشا آنسو جاری ہو جاتے تھے اور جسم کانپنے لگ جاتا تھا۔ دن بھر آپ رضی اللہ عنہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے اور تمام رات اطاعت الٰہی میں کھڑے رہتے تھے۔ جس وقت میدانِ کربلا میں آپ رضی اللہ عنہ پر مصائب کا نزول ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کے

خاندان کے افراد کو ایک ایک کر کے آپ رضی اللہ عنہ کی نظروں کے سامنے شہید کیا گیا تو اس وقت بھی آپ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک پر قرآن مجید کی تلاوت جاری تھی اور جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا سر سجدہ میں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح پچیس حج پاپیادہ ادا کیے۔

ابن عربی کی روایت ہے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اوصافِ جلیلہ کے مالک تھے اور علم و حلم، عمل و حق گوئی اور راضی برضائے مولیٰ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ میں صبر و استقلال، سخاوت و شجاعت اور عاجزی و انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ عالم باعمل، زاہد و متقی، صاحب جود و کرم، عارف باللہ اور ذاتِ باری تعالیٰ کی حجت اتمامی تھے اور اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وقت وصال قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ یزید شراب خور اور زنا کار تھا۔ علمائے دین اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا یزید کا شعار تھا۔ الغرض ہر برائی یزید میں پائی جاتی تھی اس لئے جب وہ تخت نشین ہوا تو اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ یزید کو اس کے مشیروں نے مشورہ دیا کہ اگر وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لئے راضی کر لے تو پھر دیگر اکابر بھی اس کی بیعت کر لیں گے۔ یزید نے آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کے لئے اپنی کوششیں تیز کر دیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اس دوران حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر کئی لوگوں نے بیعت کر لی۔ اس بیعت کا مقصد ان کو خلیفہ مقرر کرنا نہیں بلکہ یزید کا انکار تھا۔ اس دوران کوفہ کے گورنر نے آپ رضی اللہ عنہ کو خط

لکھا اور کوفہ آنے کی دعوت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ جانا نہ چاہتے تھے مگر حالات کی کشیدگی کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال کے ہمراہ کوفہ کا سفر اختیار کیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ پہنچے جہاں سے آپ رضی اللہ عنہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو کوفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ کربلا کے مقام پر آپ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ یزیدی فوج سے ہوا جہاں ایک ایک کر کے آپ رضی اللہ عنہ کے جانثار اور گھر کے فرد جامِ شہادت نوش کرتے رہے۔ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو دورانِ نماز آپ رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جو کہ شدید بیمار تھے ان کے سوا کوئی مرد زندہ نہ رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے بیٹھے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سن کر رو دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رو رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھے ابھی خبر دی ہے کہ میرے اس فرزند کو شہید کر دیا جائے گا۔

ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مٹی دیتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں وہ مٹی دیتا ہوں جس مٹی میں دکھ اور مصیبت کی بو ہے اور یہ میرے حسین (رضی اللہ عنہ) کے قتل گاہ کی مٹی ہے اس کو تم اپنے پاس سنبھال کر رکھنا جب یہ مٹی سرخ ہو جائے تو سمجھ جانا میرے حسین (رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا گیا ہے چنانچہ جس وقت حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا

میں شہید کیا گیا ام المومنین حضرت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود وہ مٹی سرخ ہوگئی جس سے آپ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مسند امام احمد میں ابوعبداللہ کی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا آفتابہ بردار تھا۔ صفین کے موقع پر وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ جب قافلہ مقامِ نینویٰ پر پہنچا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوعبداللہ! فرات کے کنارے رک جاؤ۔ ابوعبداللہ نے دریافت کیا امیرالمومنین! کیا بات ہوئی؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں روتے ہیں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی میرے پاس سے جبرائیل (علیہ السلام) اٹھ کر گئے انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو شط الفرات میں قتل کیا جائے گا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور مجھے اپنے پاس رکھنے کی ہدایت کی۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلائے معلیٰ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو مبارک کو ان زیاد چونکہ یزید کے پاس لے گیا تھا اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی تدفین کے متعلق مختلف روایات موجود ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو مدینہ منورہ بھیج دیا گیا جہاں جنت البقیع میں اسے مدفون کیا گیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو دمشق میں مدفون کیا گیا اور ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو مصر لے جایا گیا جہاں

آپ رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک کو مدفن کیا گیا اور اس پر مزارِ پاک کی تعمیر فرمائی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دین اسلام کی خاطر اپنی جان قربان کردی اور اپنے خون سے دین اسلام کی آبیاری فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قاتل آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کبھی چین کی نیند نہ سو پائے اور جہنم واصل ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جب شہید کیا گیا تو ان کے قتل کے بدلے میں ستر ہزار افراد مارے گئے جب میرے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا جائے گا ان کی شہادت کے بدلے میں ستر ہزار ستر لوگ مارے جائیں گے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مختار بن ابوعبیدہ ثقفی نامی ایک شخص جو کہ طائف کا رہنے والا تھا وہ ایک لشکر لے کر نکلا اور اس نے یزید کی ہلاکت کے بعد یزیدی فوج کے تمام سپاہیوں کو جو میدانِ کربلا میں موجود تھے اور یزید کے تمام خاص لوگوں کو جو آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ملوث تھے جہنم واصل کر دیا۔ یزید بد بخت آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین برس بعد ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرا اور اس کی موت اس حالت میں ہوئی کہ اس کے گھر والے اس کے نزدیک نہ جاتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اور دیگر جانثارانِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ملوث بہت ہی کم لوگ ایسے تھے جو بچ پائے اور وہ بھی کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کیے گئے اور ان میں سے کئی کے ہوش و حواس جاتے رہے۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے روایات کے مطابق پانچ شادیاں کیں جن سے آپ رضی اللہ عنہ کی چھ اولادیں ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں حضرت سیّدنا

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا میں بیمار ہونے کی وجہ سے بچ گئے جن سے آپ رضی اللہ عنہ کی نسل چلی۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب واقعہ کربلا کے بعد قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپس لوٹے تو گوشہ نشین ہو گئے اور اپنی تمام زندگی گوشہ نشینی میں ہی بسر کی۔

انسانیت کے نام پر کیا کر گئے حسین رضی اللہ عنہ
ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ۵ ھ میں تولد ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نام حضور نبی کریم ﷺ نے زینب (رضی اللہ عنہا) رکھا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا نام آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے کئی دن بعد رکھا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے وقت سفر میں تھے۔ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا وہ بیٹی کا نام تجویز کریں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کا نام کیسے رکھ سکتا ہوں اس کا نام تو حضور نبی کریم ﷺ خود رکھیں گے چنانچہ جب حضور نبی کریم ﷺ سفر سے واپس لوٹے اور حضور نبی کریم ﷺ کو یہ خوشخبری سنائی گئی تو حضور نبی کریم ﷺ فوراً حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو گود میں اٹھا کر پیار کیا اور ان کا نام رکھا۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جس ماحول میں پرورش پائی وہ خدا دوست

گھرانہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے نانا اللہ عزوجل کے محبوب تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ خاتونِ جنت تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد اپنی شجاعت، بہادری اور فہم وفراست میں نابغہ روزگار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سردار تھے۔ گھر میں زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنی تمام صفات میں بے مثل تھیں اور حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سیرتِ پاک کا عملی نمونہ تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہا سے بے تحاشا محبت تھی اور آپ رضی اللہ عنہا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا نور تھیں۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال نزدیک آیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ میرے بچوں کو لے کر آؤ۔ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا گئیں اور حضرت سیّدنا امام حسن، حضرت سیّدنا امام حسین، حضرت سیّدہ زینب اور حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم کو لے کر آگئیں۔ بچوں نے جب جب اپنے نانا کی کیفیت دیکھی تو رو پڑے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو پیار کیا اور اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے بوسہ دیا۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچا زاد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا امورِ خانہ داری میں ماہر تھیں اور گھر کا نظم ونسق سنبھالنے میں اپنی والدہ کے ہو بہو تھیں۔ گھریلو خرچ میں کفایت شعاری سے کام لیتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کی طرح صابر وشاکر تھیں اور پردے کا نہایت سختی سے خیال رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ بچپن میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہا کے سرِمبارک سے چادر سرک گئی تو حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بیٹی سر

پر چادر کرو کیونکہ تم اللہ عزوجل کا کلام پڑھ رہی ہو اور اس کے ادب کا تقاضا ہے کہ عورت کا سر ڈھانپا ہوا ہو۔ بچپن کی اس نصیحت کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے کلامِ الٰہی کی تلاوت کے علاوہ ساری زندگی کبھی اپنے سر کو ننگا نہ کیا۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا دیکھنے میں ام المومنین حضرت سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مشابہ تھیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری یہ بیٹی اپنی ماں خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے مشابہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا میں عصمت و حیا اور صبر اپنی والدہ کی مثل تھا جبکہ کلام میں فصاحت و بلاغت اپنے والد کی مثل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کبھی دنیاوی لذتوں کو فوقیت نہ دی اور دنیاوی عیش و آرام کی نسبت آخرت کی زندگی کو ترجیح دی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی کبھی تہجد کی نماز نہ چھوڑی۔ حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے خونی واقعات اور اس کے بعد کے مصائب ان سب کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا نے نمازِ تہجد کبھی ترک نہیں کی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے اور کوفہ کو دارالخلافہ مقرر کیا تو آپ رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے شوہر اور بچوں کے ہمراہ ان کے ساتھ کوفہ چلی گئیں۔ پھر جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے تمام گھر والوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس آ گئے تو آپ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ مدینہ منورہ آ گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں بے شمار مصائب برداشت کئے۔ آپ رضی اللہ عنہا ابھی بچی تھیں تو نانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے۔ پھر چند ماہ بعد ہی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا رحلت فرما گئیں۔ جب جوان ہوئیں تو والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور

پھر بھائی حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت، ان سب مصائب کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو ام المصائب کی کنیت سے پکارا جانے لگا۔ جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے ساتھ نہ جا سکے تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو ماں کے ساتھ بھیج دیا۔ واقعہ کربلا میں آپ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کے سامنے آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں، بھانجوں اور بھائیوں کو شہید کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر بھی صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ان کی شہادت پر کسی قسم کا ماتم نہ کیا۔

واقعہ کربلا کے بعد حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو یزید کے دربار میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے وہاں نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا جو تاریخ میں سنہری حروف میں رقم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کس جگہ وصال فرمایا اس بارے میں کتب سیر میں مختلف روایات موجود ہیں۔ کثرتِ روایات یہ ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ۱۵ رجب المرجب ۶۲ ھ میں ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ شام کی جانب سفر فرما رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال دمشق کے نزدیک ہوا۔ جس مقام پر آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا وہ مقام زینبیہ کے نام سے مشہور ہے اور وہاں آپ رضی اللہ عنہا کا مزارِ پاک مرجع گاہ خلائق خاص و عام ہے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہا کا ایک مزار مصر میں بھی بتایا جاتا ہے جبکہ کچھ روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا زہد و تقویٰ بے مثل تھا۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہا سے درخواست کرتے تھے کہ اے میری بہن! میں تجھ سے

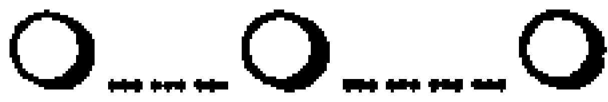
دعا کی درخواست کرتا ہوں اور تم میرے لئے دعا کیا کرو۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ رضی اللہ عنہا اکثر و بیشتر یہ دعا فرمایا کرتی تھیں الٰہی! آلِ رسول اللہ ﷺ کی اس قربانی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور ہماری اس قربانی کو رائیگاں نہ جانے دے۔ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا کی محبت بے مثل تھی اور آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کا ہر مشکل گھڑی میں ساتھ دیا اور جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو جذبہ ایثار اور محبت حسین (رضی اللہ عنہ) کے تحت آپ رضی اللہ عنہا ان کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ آلِ رسول اللہ ﷺ کی قربانی اللہ عزوجل نے قبول فرمائی اور تاقیامت ان کے فضائل و مناقب امت محمدیہ ﷺ کی زبانوں پر جاری فرما دیئے۔

حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۹ھ میں تولد ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اخلاق و اطوار میں اپنی والدہ حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور نانا حضور نبی کریم ﷺ سے مشابہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا قریباً اڑھائی سال ہی کی تھیں کہ والدہ ماجدہ وصال فرما گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اگرچہ آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بڑی نہ تھیں مگر پھر بھی انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کی تربیت میں اور راہنمائی فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا کردار نمایاں نظر آتا ہے۔

حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کوئی اولاد تولد نہ ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہما سے کر دیا۔ حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہما سے بھی آپ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد تولد نہ ہوئی۔

حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال سے قبل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا مزارِ پاک ملک شام میں حضرت سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا بنت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار سے ملحق ہے اور مرجع گاہ خلائق خاص و عام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے دیگر حالات و واقعات اس لئے بھی کتب سیر میں منقول نہیں ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت سے بچپن میں ہی محروم ہو گئی تھیں اور عملی زندگی میں بھی نہایت چھوٹی عمر میں آ گئیں اور اسی وجہ سے دیگر خواتین سے رابطہ کم رہا اس لئے روایات میں آپ رضی اللہ عنہا کا ذکر کم ملتا ہے۔



حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا منصب خلافت پر فائز ہونا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کی اور یوں آپ رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر تسلط علاقوں کے علاوہ دیگر علاقوں کے خلیفہ منتخب ہوئے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ذیل کا خطبہ دیا۔

''اما بعد! تم میں سے ایک ایسا شخص چلا گیا جس سے نہ آنے والے بڑھ سکیں گے اور نہ جانے والے اس کو پا سکیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا علم انہیں عطا فرمایا اور انہوں نے غزوات میں شمولیت اختیار کی۔ وہ کسی معرکہ میں ناکام واپس نہیں لوٹے۔ حضرت میکائیل و جبرائیل علیہما السلام ان کے ہمراہ تھے اور انہوں نے سات سو درہم تنخواہ جوان کی مقرر تھی کے علاوہ کوئی شے نہیں چھوڑی اور انہوں نے یہ درہم بھی اپنے ایک خادم کے لئے جمع کئے تھے۔''

منقول ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

کی خلافت کی خبر ملی تو انہوں نے کوفہ پر فوج کشی کی تیاری شروع کر دی۔ فوج کشی کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جاسوسوں نے بھی کوفہ اور عراق کے دیگر شہروں میں آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں آپ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا مگر آپ رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کے فضل سے مامون رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی لشکر کشی کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور انہیں جنگ کی دعوت دی مگر کسی بھی شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کی آواز پر لبیک نہ کہا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اس وقت آپ ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

> ''میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور اللہ عزوجل اس کی وساطت سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔''

چنانچہ جب حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے حامیوں کا یہ رویہ دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض فرما دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے ساتھ ہی مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح ہوئی اور حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان پورا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ قریباً پانچ ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ذیل کی شرائط پر صلح نامہ تحریر ہوا۔

۱۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ اور خلفائے

راشدین کے طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے۔

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کریں گے۔

۳۔ امان بشمول شام، عراق، یمن، حجاز اور دیگر علاقوں کے سب لوگوں کے لئے ہو گی۔

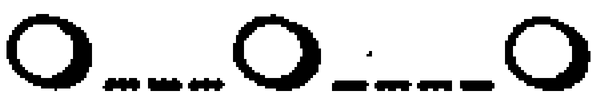
۴۔ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم ﷺ جہاں بھی رہیں ان کی جان و مال اور ناموس کی حفاظت کی جائے گی۔

۵۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کو نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کریں گے۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد لوگوں سے ذیل کا خطاب کیا۔

''اما بعد! اے لوگو! میں فتنہ وفساد سے نفرت کرتا ہوں اور میں نے اپنے نانا کی امت کو فتنہ وفساد سے دور کرنے اور مسلمانوں کے جان و مال اور ان کی آبروؤں کو محفوظ کرنے کے لئے صلح کی ہے اور خلافت اگر میرا حق تھی بھی تو میں نے اپنا حق امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا ہے اگر خلافت ان کا حق تھی تو انہیں ان کا حق مل گیا۔''

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد اپنے اہل خانہ، خاندان کے دیگر افراد اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیا اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔



کتابیات

۱۔ صحیح بخاری
۲۔ صحیح مسلم
۳۔ مسند امام احمد
۴۔ مستدرک الحاکم
۵۔ سنن ابوداؤد
۶۔ البدایہ والنہایہ
۷۔ سیرت ابن ہشام
۸۔ تاریخ طبری
۹۔ تفسیر ابن کثیر
۱۰۔ مشکوٰۃ شریف
۱۱۔ ترمذی شریف
۱۲۔ تفسیر روح المعانی
۱۳۔ تفسیر خزائن العرفان
۱۴۔ سیرت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۱۵۔ شرح فقہ اکبر
۱۶۔ کنزالعمال

۱۷۔ اسد الغابہ

۱۸۔ شعب الایمان

۱۹۔ تفسیر کبیر

۲۰۔ تفسیر خازن

۲۱۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ

۲۲۔ تاریخ الخلفاء

۲۳۔ کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

۲۴۔ طبقات ابن سعد

۲۵۔ حلیۃ الاولیاء

۲۶۔ نزہۃ المجالس

۲۷۔ سنہرے فیصلے

۲۸۔ الصواعق المحرقہ

۲۹۔ مدارج النبوۃ

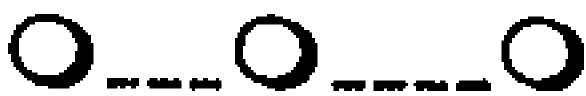
۳۰۔ شواہد النبوۃ

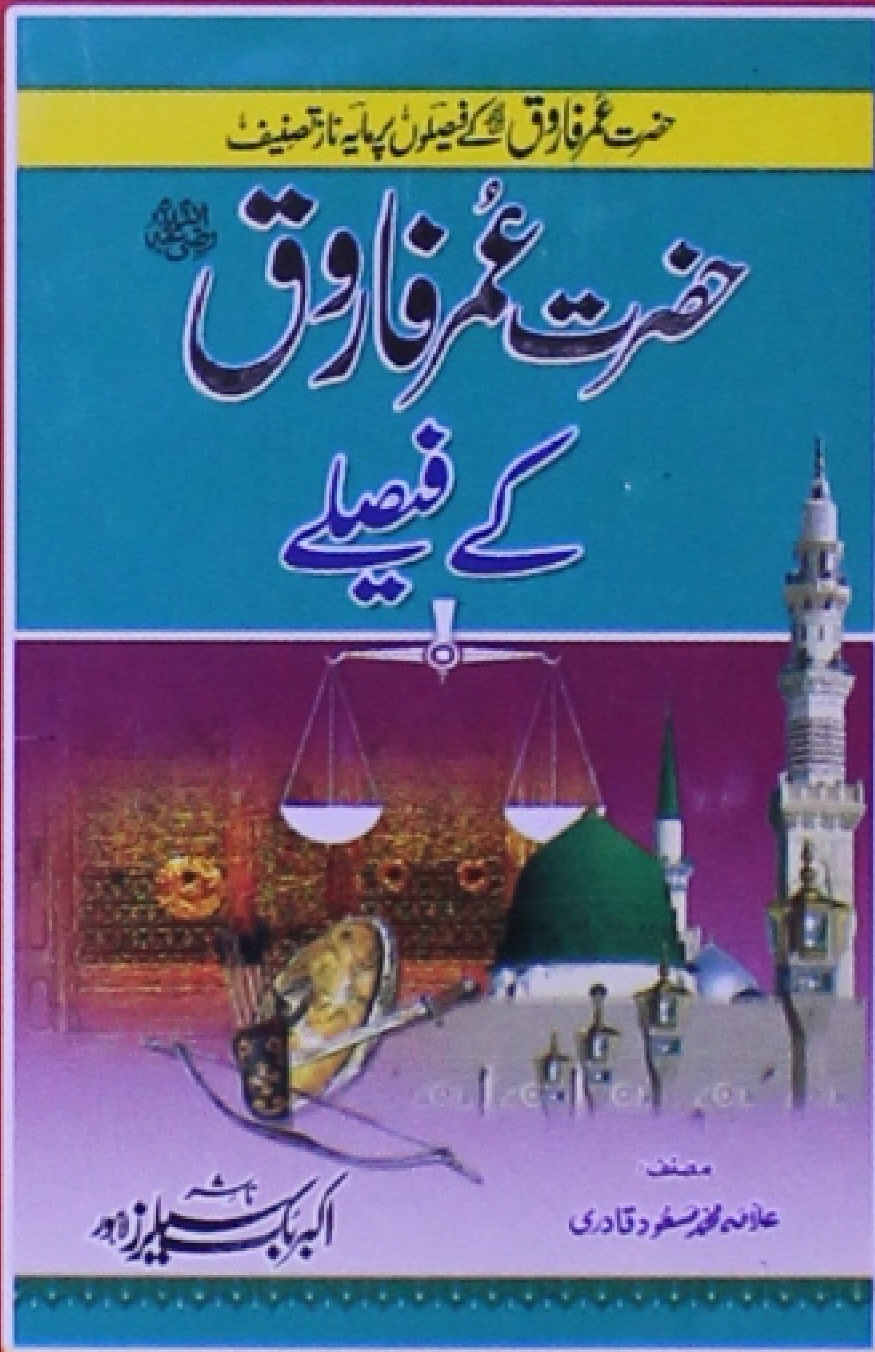
۳۱۔ ریاض النضرۃ

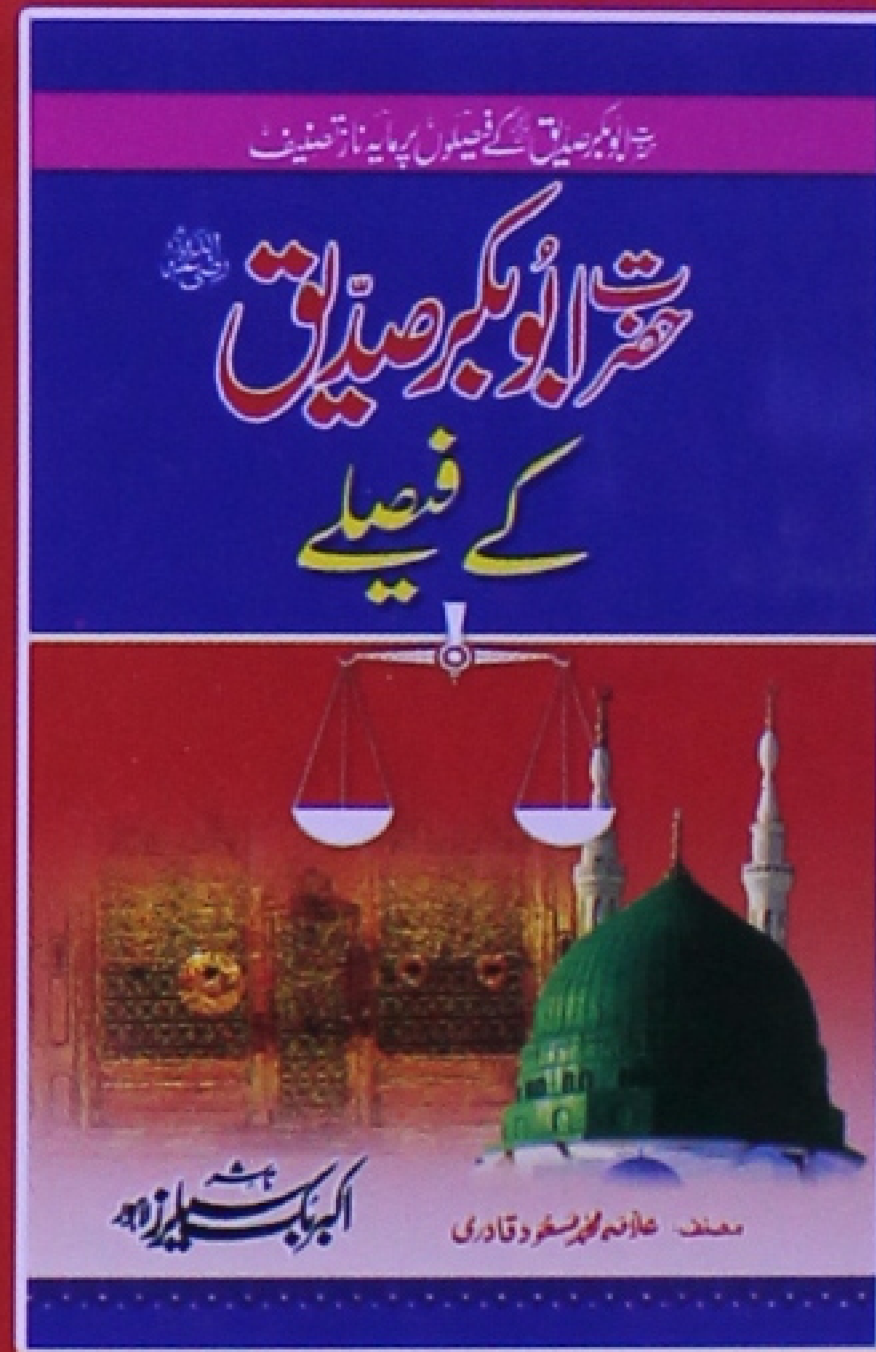
۳۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے

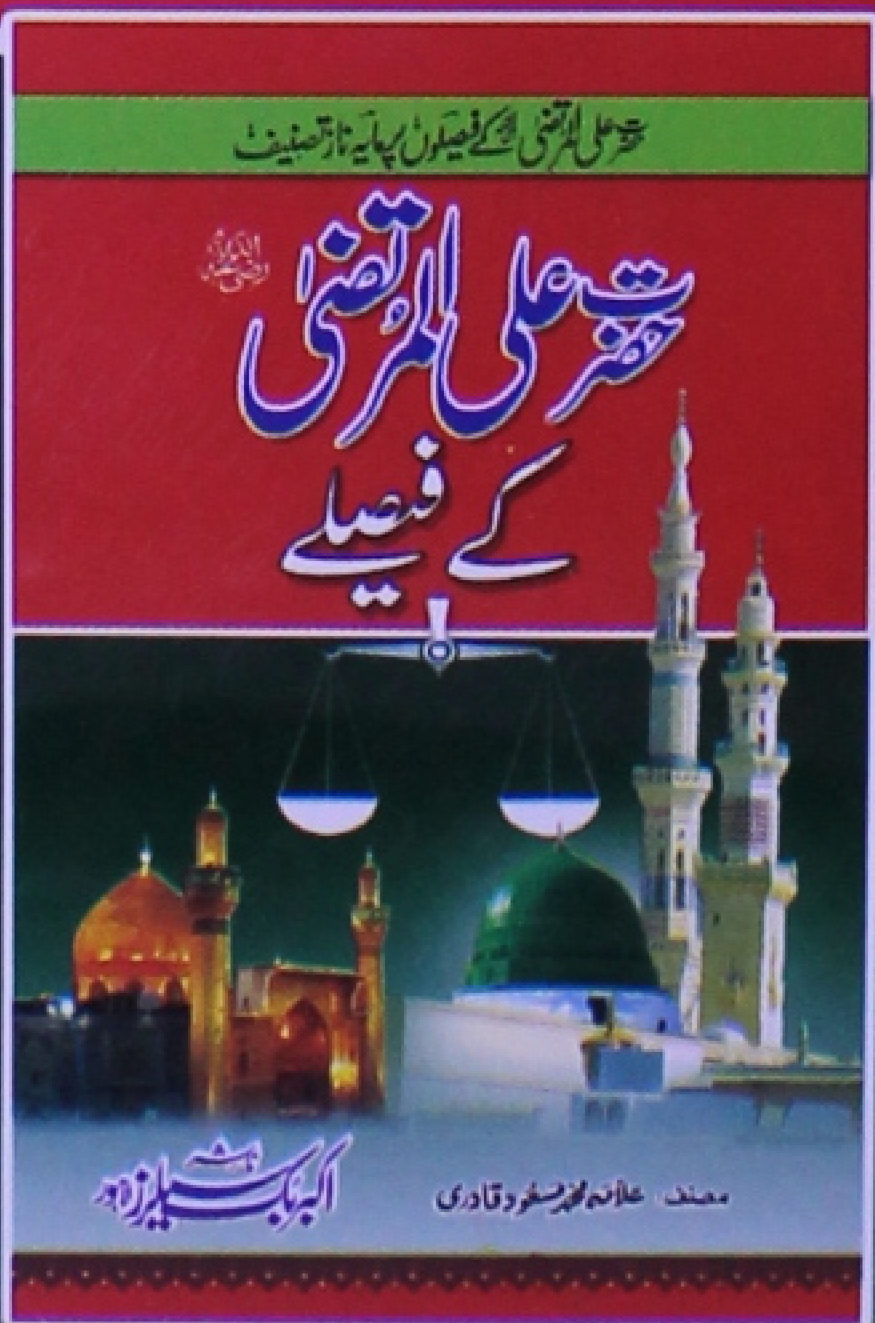
۳۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلے

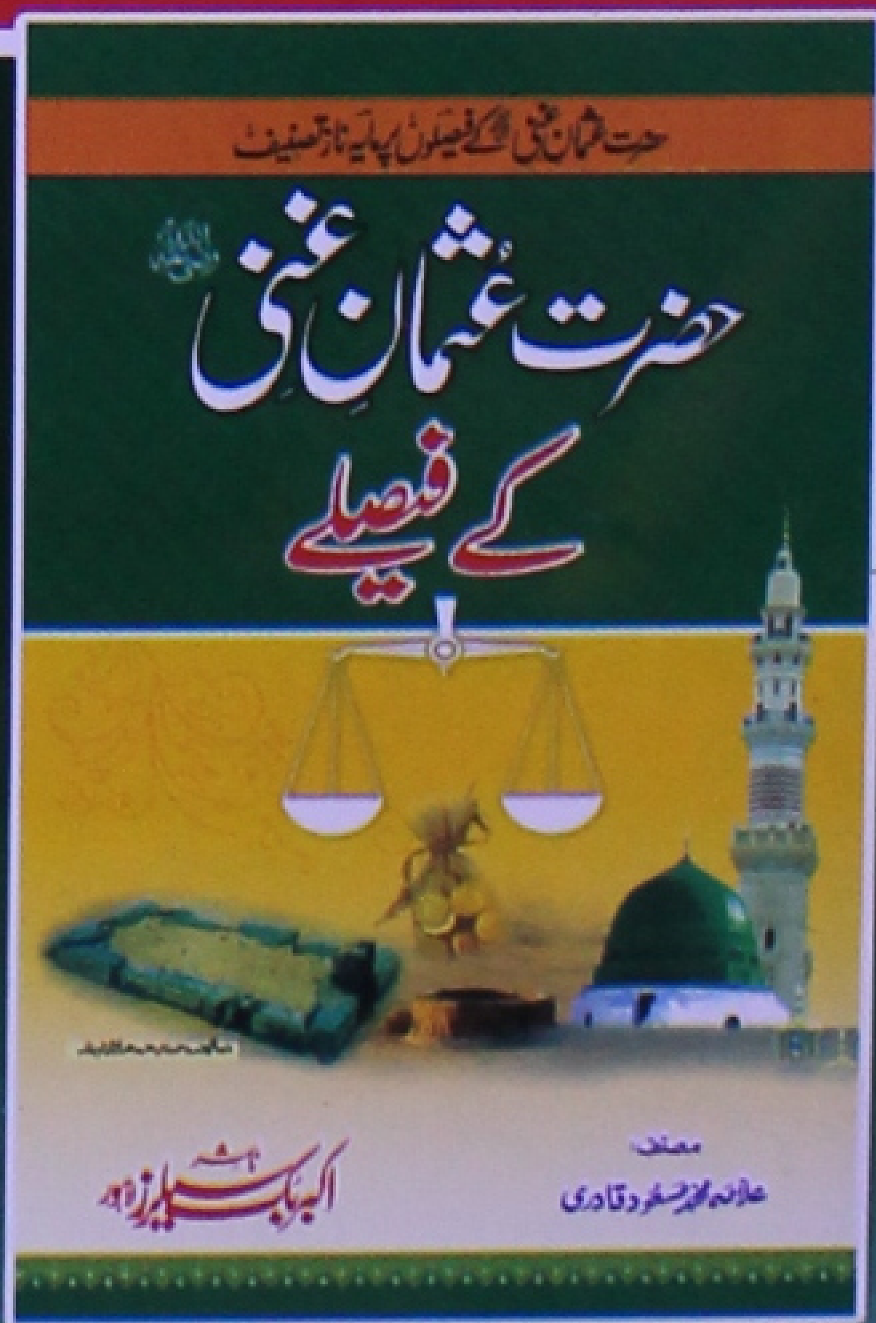
۳۴۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فیصلے











ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022